

فصل کی شہادت و شہادت

اور

ادب کی شہادت و شہادت

وزیر

جامعہ اسلامیہ اسلامیہ

۱۹۵۱ء بمطابق ۱۳۷۰ھ

تھل کی سُومات، نظریات
اور
اوپام کی بشری حیثیت

وزیر احمد

جامعہ ضیائے ملینیا

نمایہ والا، بجالہ چپر، چوہدرہ ضلع

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

تھقل کی رسومات، نظریات اور ادہام کی شرعی حیثیت

مرتبہ

وزیر احمد

ناشر

جامعہ ضیائے مدینہ، مانس والا، جمال چھپری، ضلع لیہ

تعداد

ایک ہزار

تاریخ اشاعت

9 اگست 2011ء، برطانیق 8 رمضان المبارک 1432ھ

بار

اول



أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَنْشَى الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٍ
ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ فِي الْقِدَمِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

انتساب

اپنے شیخ کے نام! جن کی بے پایاں شفقتوں سے راقمِ نوشت و خواند کے لائق ہوا۔
اپنے اساتذہ کے نام! جن کی تمام تر توجہات میری بے بسی کے سبب مجھ پر رہیں۔
اپنے والدین کے نام! جن کی دعاؤں نے قدم قدم مجھے حوصلہ بخشا۔

فہرست البواب:

- باب ۱۔ بعد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں 31
- باب ۲۔ وفات کے موقع پر کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت 63
- باب ۳۔ غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت 79
- باب ۴۔ نیک فالس، بدشگون اور توہمات 135
- باب ۵۔ جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات 153
- باب ۶۔ مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ ٹوٹے ٹوٹے 173
- باب ۷۔ جہاز، عرب اور ہندوؤں کی اقوال و عادات، رسومات اور رواج 181

فہرست مندرجات

1	تقدیم	17
2	حرفِ اولین	21
3	بعد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں	31
4	ناچ، باجا، ڈھول اور عورتوں کا گانا	33
5	مزا میر	37
6	گانا	37
7	آکھ بازی	38
8	مبندی	38
9	”کھارا گانا“	40
10	”چھوڑیں توڑنا“	41
11	سہرا بندی	41
12	دولہا کے ہاتھ میں چھری	42
13	دولہا اور دلہن پر پیسے اور جو نچا اور کرنے کی رسم	43
14	مٹائی نچا اور کرنا	44
15	دولہا زناں خانہ میں	44
16	بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا	45
17	ساس کا داماد کو بطور تحفہ سونے کی انگوٹھی پیش کرنا	46
18	عروسی لباس	48
19	عروسی لباس کی حفاظت	49
20	دلہن روانہ کرنے کی رسم	49

21	ناخن پالش	50
22	رو نمائی اور دلہن کے محاسن و نقائص بیان کرنا	51
23	مرد و عورت ایک دوسرے کیلئے لباس ہیں	52
24	ویلر یا قرض وصول کرنے کا بہانہ؟	53
25	ویلر اور ”ڈنچ“ کے مختلف پہلو	56
26	وفات کے موقع پر ادا کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں	63
27	کی شرعی حیثیت	65
28	غیر شرعی وجوہات کی بنا پر میت دفنانے میں تاخیر کرنا	69
29	کفن	70
30	کفن پہنانے میں غلطی	70
31	”اوچھاڑ“	71
32	میت پر استعمال ہونے والی اشیاء سے پرہیز کرنا	71
33	میت کو تین منزل (صحیح) کو دینا اور چالیس کرم پر رکھ کر دعا کرنا	72
34	قبر کس قدر گہری ہونی چاہیے	72
35	تلقین میت میں سستی	73
36	تقریرت اور افسوس کرتے ہوئے ناجائز کلمات زبان پر لانا	74
37	وفات کے موقع پر بولے جانے والے کفریہ کلمات	74
38	میت اگر عورت ہو تو اسے قبر میں کون اتارے؟	75
39	میت کی حجامت، مزید وزینت کرنا	76
40	متفرق مسائل	79
41	غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت	81
42	اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ	

105	65	قحط باراں کے موقعہ پر ادا کی جانے والی رسومات جاہلیت
106	66	مقدس ناموں میں تبدیلی کرنا
107	67	خیال کرنا کہ سانپ مارنے والے سے دوسرا سانپ بدلہ لیتا ہے
108	68	وقتِ زمانہ کو برا کہنا
109	69	بخار کو گالیاں دینا
109	70	تیز ہوا کو گالی دینا
111	71	نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی
111	72	چھوٹے بچے کا پیشاب نجاست ہے
112	73	قطب ستارہ کی طرف پاؤں کر کے نہ سونا اور سمت قبلہ پر ترجیح دینا
113	74	خنزیر کا نام لینا ایمان کو خطرہ میں نہیں ڈالتا
113	75	ماں کا معصوم بچے کو بددعا دینا
113	76	نکاح، حمل، نسب اور عدت کے بارے غلط روایات
116	77	کوکھ پر ہاتھ رکھنا
117	78	اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ اور بہہ میں تفاوت
122	79	کھانا، پینا
125	80	نجوی، کاہن، بھوپے اور عامل
128	81	عورت کا غیر محرم کے ساتھ حج، عمرہ ادا کرنا
129	82	قربانی ہر صاحبِ نصاب پر واجب ہے
135	83	نیک قالیں، بدشگون اور توہمات
139	84	ہفتہ کے دن
139	85	اتوار
139	86	عیدین
142	87	شرعی تحقیق

84	42	بیعتانہ ”ٹھپکی“ ضبط کرنا
85	43	جانوروں کے بدن پر اون بچنا
85	44	نر جانور کو مادہ پر ڈالنے کی اجرت لینا
86	45	مردار جانوروں کی کھال فروخت کرنا
87	46	نقد اور ادھار کے بھاؤ میں کمی، بیشی
88	47	کیا لاوارث سامان کا مالک اٹھانے والا ہے؟
89	48	کھل درود شریف کے مقام پر ”ص“ ”وصلم“ علیہ کہنا
89	49	اگر پہلی بار ذبح غیر صحیح ہو تو کیا دوسری ذبح سے جانور حلال ہوگا؟
90	50	عورت کی ذبح
90	51	نظر بد سے بچنے کیلئے کئے جانے والے ٹوٹکے
91	52	عمر رسیدہ لوگوں کا بیٹے وغیرہ سے سونے زیر ناف منڈوانا
92	53	اندازہ اور قیافہ سے کسی بچے پر حرامی ہونے کا حکم لگانا
93	54	حمل گرانے کا جرم انسان قتل کرنے کے برابر ہے
95	55	مہر کے تعین میں اہم غلطی
96	56	اسیکر پر شہینہ پڑھنا
97	57	کیا زانی مرنیہ کی اولاد آپس میں بہن، بھائی ہیں
97	58	قربانی کے جانور کا دو نسا ہونا شرط نہیں
98	59	امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟
99	60	اجنبی مرد کا غیر عورت سے مصافحہ اور سر پر ہاتھ رکھنا
100	61	فسق و فجور سید کے نسب کو منقطع نہیں کرتا
100	62	زیریں لب کے نیچے سے بال کاٹنا
101	63	فرضی قبروں پر گنبد، شجر پرستی
104	64	فوت شدہ جنم لینے والے بچے سے ناروا سلوک

165	111	طوطا
165	112	سنگھو روہ
165	113	فاختہ
165	114	زر زور
165	115	الو
166	116	مینڈک
166	117	شیر
167	118	شناخت اور شوق کی وجہ سے جانوروں کے اعضاء کا ٹٹا
173	119	مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ ہونے والے نئے
175	120	پھوڑے
176	121	کھانسی
176	122	باری کا بخار
176	123	تپش
177	124	خسرہ
177	125	آنکھوں کا درم
177	126	چمک
177	127	پرچھائیں
177	128	گلے پڑنا
178	129	”ڈانور کہیں“
178	130	کوسے کا جھوٹا پلانا
178	131	کان چھیدنا
178	132	حفاظتی تدابیر
179	133	بچوں کو بری نظر لگنے پر کئے جانے والے نوئے

144	88	اوقات کے غمخس ہونے کا نظریہ
145	89	ماہ صفر محرم
146	90	صفر کے معانی
148	91	اعداد کے متعلق وہم
153	92	جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات
156	93	کتا
156	94	الو
157	95	گیدڑ
157	96	کوا
157	97	مرغی
157	98	بھینس
157	99	نیچرا جانور
159	100	جانوروں پر شفقت اور خدمت کرنے کے متعلق مرویات
161	101	جانوروں کو بلاوجہ تکلیف دینا
163	102	کلام حیوانات
164	103	مرغ
164	104	تیر
164	105	مور
164	106	ہڈ پھڑ
164	107	چنڈول
165	108	گدھ
165	109	باز
165	110	طیغوی

193	157	”مجنڈ“
193	158	ان کے ہاں منگنی اور شادی کی رسومات
194	159	منگنی ناقابل تنسیخ
194	160	گھوڑی چڑھنا
194	161	لڑکا گود میں لینا اور گل کھیلنا
195	162	موت کی رسوم
196	163	متوفی بچے کی ماں سے پرہیز
197	164	وفات پانے والے بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں سے متعلق رسومات
197	165	”رندوسے“ کی شادی پر رسومات
198	166	سوگ اور ماتم
199	167	بند و معاشرے، موت کی متفرق رسوم
200	168	بند و معاشرہ کے مختلف پہلو
203	169	ضمیمہ (علمائے کرام کی تائیدات)

179	134	نظر کاٹنے کا عمل
181	135	جہلا عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسومات اور رواج
183	136	جہلا عرب کی رسومات، بیہودہ اور لغو عادات
183	137	بت پرستی
184	138	مادر زاد ننگے ہو کر کعبہ شریف کا طواف
184	139	جوتے کے عوض معصوم بچی فروخت کرنا
184	140	بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم
184	141	دھاکہ سے بیوی کی خیانت معلوم کرنا
185	142	حائضہ عورت سے نفرت
185	143	ماتم
185	144	قتل معاف کرنا اور آسمان کی طرف تیر پھینک کر دیت کا فیصلہ کرنا
186	145	اہل عرب کی توہم پرستی
186	146	خشک سالی پر وحشیانہ رسم
187	147	درخت پرستی
187	148	عورتیں اور زیر دست لوگ وراثت سے محروم رہتے
187	149	بند و مذہب
188	150	حمل کی ہندو رسوم
189	151	پیدائش کی خوش بختی اور بد بختی کا مدار
189	152	نومادہ سے قبل جنم لینے والا بچہ
190	153	”ترمی کھل“
191	154	آنکھوں بچہ
192	155	جس بچے کے پہلے اوپر والے دانت نکلیں
192	156	پیدائش کے تیرہویں اور چالیسویں دن کے بعد رسومات

تقدیم

صحرائے قحط سے میری محبت اور تعلق کی کئی جہتیں ہیں۔ زندگی کا شاید ہی کوئی مرحلہ ہو جب میں نے خود کو جذباتی طور پر اس خطہ زمین سے منسلک اور وابستہ خیال نہ کیا ہو۔ اور جو بات کے علاوہ سب سے اہم اور بنیادی دو باتیں میرے اس رویے کی اصل وجہ ہیں۔ ایک اپنے والدین کے ساتھ اس علاقہ کے اہم شہروں خوشاب، بھکر، لیہ اور مظفر گڑھ میں قیام، حصول تعلیم اور زندگی کے بہت سے بہتر دنوں کی یاد اور اس سے بھی بڑھ کر فتح پور کے فواح میں قحط کی ماضی قریب کی اہم ترین فیض رساں ہستی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بارہ سے روحانی تعلق جن سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف مجھے 1973ء میں حاصل ہوا جب میری عمر محض 13 سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ اور بات کہ ان کی محبت 1968ء سے ہی مجھے حاصل ہو گئی تھی جب میں اپنی والدہ محترمہ اور وفد گرامی کے ساتھ پکلی باران کے در اقدس پر حاضر ہوا تھا۔ اس تعلق کی بنا پر میری ہمیشہ خواہش رہی کہ میں لیہ اور قحط کے پس منظر میں کوئی باقی رہنے والی تحریر رقم کروں۔ اس خواہش کو خاطر خواہ انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچانا ہنوز باقی ہے لیکن میرے اس جذبہ کے نتیجے میں چیدہ چیدہ تحریریں ضرور وجود میں آئی ہیں۔ زندگی رہی اور مقدر میں ہوا تو انشاء اللہ اس کام کو سرانجام دوں گا۔

قحط کے حوالے سے میری تحقیق کا ایک اہم عنوان یہاں کی زمانہ ماقبل تاریخ سے تعلق رکھنے والی آبادیاں ہیں۔ یہ موضوع برصغیر کی قدیم تاریخ پر لکھنے والے بڑے بڑے ناموں کے لیے بھی چونکا نے والا ہے۔ ایک عرصہ تک یہ گمان کیا جاتا رہا کہ سکندر اعظم کے حملہ سے پیشتر قحط میں تہذیبی و ثقافتی سرگرمیاں ناپید تھیں۔ پچھلی صدی کی توے کی وہائی میں پاکستان کے محکمہ آثار قدیمہ کی سرپرستی میں ہونے والے ایک بڑے سروے کے نتیجے میں کوٹ اڈو، مظفر گڑھ اور چو بارہ کے علاقوں میں سامنے آنے والی ماقبل تاریخ کی سات ہستیوں نے یہ رائے بدل دی۔ اس بڑی دریافت کے بعد اصولی طور پر سروے نیووں کو اس علاقہ میں بر ممکن کوشش اور کاوش سے مزید آثار تلاش کرنے چاہئیں تھے لیکن یہاں کے مخصوص جغرافیائی قد و خال یا محکمہ آثار قدیمہ کو درپیش کوئی وجہ یا مشکل ایسا

کرنے میں مانع رہی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں تھل کے مختلف علاقوں مثلاً بھکر، منکیر، حیدر آباد، نیو، کروڑ محل عین، راجن شاہ، دائرہ دین پناہ، محمود کوٹ، پرہار، جیرنگلی، نواں کوٹ، چوہارہ، انگوڑا قارم، پتل منڈا، مسو دانا، اوج گل امام، ہزارہ اور روڈ و سلطان وغیرہ میں واقع کئی اہم آثار زمانہ طالب علمی میں ہی دیکھ چکا تھا۔ میرے ذہن میں ہمیشہ یہ بات رہی تھی کہ دریائے سندھ کے غربی کنارے کے کئیں، اس کے معاونین کی وادیوں کی جانب سکونت پذیری کے خیال سے بڑھتے وقت، کیسے ممکن تھا کہ سارے کا سارا تھل نظر انداز کر دیتے، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اس کے بعض علاقے گلہ بانی کے لیے شاندار ماحول فراہم کرتے تھے۔ میری اس رائے کو تقویت آثار قدیمہ کے آرکیالوجی نمبر 29 کی اشاعت سے ملی اور اس طرح اس مہم کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں اب تک 170 سے زائد قدیم ہستیوں کے آثار سامنے آچکے ہیں جن کا تعلق ہاکڑہ اور کوٹ ڈی مہد سے ہے۔

میری اس کاوش میں تھل کے قلب میں مقیم میرے چچ بھائی وزیر احمد صاحب کا کردار بہت اہم نوعیت کا ہے۔ انہی کی مدد سے میں دینی مدارس کے طلباء و اساتذہ، کاشت کاروں، جیپ اور ٹریکٹر ڈرائیوروں اور ان کے ساتھ ساتھ گزریوں پر مشتمل ایسی ٹیم بنانے میں کامیاب ہوا جو چوہارہ کے طول و عرض میں بکھری قدیم آبادیوں کی نشاندہی کرنے میں میری مدد و معاون ہے۔ وزیر احمد صاحب خود بھی صاحب تصنیف ہیں۔ ان کے مذہبی موضوعات پر لکھے جانے والے بعض رسالہ جات اہمیت کے حامل ہونے کے ساتھ ان کے علمی ذوق و شوق کا پتہ دیتے ہیں۔ متذکرہ بالا جستجو کے حوالہ سے جب ان سے بات ہوئی تو انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ خود بھی کسی ایسے عنوان کی تلاش میں ہیں جس پر بالتفصیل قلم اٹھایا جائے۔ قرآن و سنت اور مذہب سے بڑے موضوع پر واقع علمی کام سے یقیناً لوگوں کی اصلاح احوال کی صورت نکلے گی جو دنیاوی اور اخروی دونوں اعتبار سے برکت اور سعادت کا باعث ہوگی۔ میری رائے خالصتاً مذہبی حوالے سے کوئی کام کرنے کی بجائے یہی کاوش ایک اور انداز میں سر انجام دینے کی تھی۔ میرا خیال تھا کہ کوئی ایسا موضوع کتاب لکھنے کے لیے منتخب کیا جائے جس میں خالص علمی انداز اختیار کرتے ہوئے حقائق کو ترتیب دینے کی بجائے عوام عام کے فائدے کو ملحوظ رکھا جائے۔ ایسا مواد جس کی تشریح و تفسیر کے لیے دوسروں کی مدد ناگزیر ہو اس کی بجائے ایسے موضوعات

چھیڑے جائیں جن سے لوگ بخوبی واقف ہوں اور جن پر بحث و مباحثہ، غور و فکر اور نتیجہ کے طور پر طرز عمل میں ضروری ہو تو رد و بدل، ان کے لیے اپنے طور پر ممکن ہو۔ انہیں خود احساس ہو کہ وہ صحرا پر مستقیم سے کس قدر دوری پر ہیں۔ کسی نصیحت یا سختی سے دیئے گئے حکم کے بغیر وہ بذات خود اپنے رویے کا ادراک کر سکیں اور چاہیں تو تبدیلی کی کوشش بھی کریں۔

اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے وزیر احمد صاحب کو اپنے ارد گرد پھیلے ماحول میں، ہر علاقہ ہی کی طرح، رائج اعتقادات، رسوم و رواج، توہمات اور باطل اعتقادات کو موضوع بنانے کی تجویز پیش کی۔ یہ موضوع کسی کے لیے نیا نہیں لیکن اس کی اہمیت پر خاطر خواہ غور و فکر بھی کسی نے نہیں کیا۔ غیر محسوس انداز میں ہم کس قدر بے اعتدالی کی طرف جھکتے جا رہے ہیں اس کی فکر غالباً ہمیں نہیں۔ ہم بہت سے ثقافتی و سماجی و طیروں کو، جنہیں اپنانے کی ہماری اقدار کسی طرح بھی اجازت نہیں دیتیں، سوچے سمجھے بغیر نسلانہ بعد نسلانہ رائج ہونے کی بنیاد پر قبول کرتے ہیں یا "الناس علیٰ دین ملوکھم" کے مصداق معاشرے میں بظاہر اثر و رسوخ کے حامل افراد یا طبقات کی نقالی کرتے ہوئے۔ ہم فراموش کر دیتے ہیں کہ یہ انداز و اطوار ہماری روایات، افکار اور مذہب کی روشنی میں قطعی طور پر درست قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر علاقے میں ایسی رسومات، توہم اور اعتقادات کثرت سے دیکھنے میں آتے ہیں جن کی جڑیں اسلامی اقدار کی بجائے ان اقوام اور ادیان و مذاہب سے جڑی ہوتی ہیں جو زمان و مکان کے مختلف دائروں میں برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کے افکار پر اثر انداز ہوئی ہیں۔ صدیوں کے باہم ربط نے جہاں بعض اچھی عادات و خصائل کو جنم دیا ہے وہیں بہت سی قباحتیں بھی ماحول میں درآئی ہیں۔ ان قباحتوں میں سب سے بڑا حصہ ہندومت کے ماننے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی سراسر مختلف النوع تہذیب کی آویزش و آمیزش کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ ہندومت عقائد کے ایک ضخیم مجموعے پر مشتمل ہے جو دید کے بھجوں، مابعد الطبیعیاتی بحثوں، اپنشدوں کی فلسفیانہ قیاس آرائیوں اور صنم پرستی کی جامد اور مقلدانہ روایتوں پر جذبہ باقی انداز میں یقین رکھنے سے ترتیب پاتا ہے۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نظم و ضبط، سادگی اور آفاقی سچائیوں پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ تصور توحید، کلام الہی اور نطق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جلا حاصل کرتا ہے۔ بہر حال ان دونوں بڑے عقائد کے اکٹھے ایک ہزار سال سے زیادہ بالمقابل رہنے کی وجہ سے بہت سی اشیاء باہم

مل جل گئی ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ احتیاط برتتے ہوئے صاحب اور نامناسب اشیا کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ وزیر احمد صاحب نے میری رائے کو قبول کیا اور قتل کی رسوم و رواج اور نظریات و عقائد کے پس منظر میں نہایت خوبصورت کام بہت کم مدت میں مکمل کیا۔ قارئین اس امر سے اتفاق کریں گے کہ ان کی توجہ ایک لمحے کے لیے بھی قرآن و سنت کی تعلیمات سے نہیں ہٹی۔ انہوں نے اپنے علاقہ میں رائج اعتقادات و خیالات کا جائزہ اسلام کے دو بنیادی مآخذوں کی روشنی میں لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات کی تشریح کے حوالے سے بھی سرفہشتہ علمائے کرام، فقہاء اور صوفیاء کی آراء کا انتخاب کرتے ہوئے وزیر احمد صاحب ثانوی اور عمومی مآخذ سے دور رہے ہیں۔ یہ بعض اعتبار سے بڑی اہم بات اور ضروری رویہ ہے۔ ہم جس قدر بنیادی مآخذین سے دور ہو کر ثانوی مآخذین کی جانب بڑھتے ہیں اسی قدر نامناسب بحث و تکرار اور ناوابج تنقید کے لیے راہ ہموار کرتے ہیں۔

کتاب میں سادہ اور سمجھانے والا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ خدا سے پڑھنا مشکل ہے نہ سمجھنا۔ البتہ عمل کا مرحلہ ہمیشہ کی طرح آسان نہیں۔ اس سے گزرتا تو فیض خداوندی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ معاملہ محض مکتب کی کرامت سے حل ہونے والا نہیں اس میں فیضانِ نظر بھی درکار ہے۔ کتاب میں جس افراط و تفریط کی طرف اشارہ ہے اس میں محض عوام مبتلا نہیں خواہیں بھی جانے انہما نے میں بہت سی غلط رسوم کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے ہوئے ہیں۔ خود میں نے اس مسودے کو پڑھ کر بعض معاملوں میں اپنی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وزیر احمد صاحب کی یہ کاوش پڑھنے والوں کی نظر میں لائقِ تحسین ٹھہرے گی۔ اگر ان میں سے کچھ نے اپنے رویوں کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو یہ نیکی وزیر احمد صاحب کے لیے صدقہ جاریہ کی صورت باقی رہے گی۔ جو تھوڑی بہت کوشش مجھ گنہگار کی جانب سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے حوالہ سے ہوئی ہے، دعا ہے بارگاہِ رب العزت میں قبولیت کے لائق ٹھہرے۔ اگر ایسا ہو تو یہ میرے لیے سرمایہ دنیا و آخرت ہوگی۔

زیرِ شفعِ غوری

لاہور

حرفِ اولیں

زیرِ نظر کاوش "قتل کی رسومات، نظریات اور ادہام کی شرعی حیثیت" بنیادی طور پر ان ذاتی مشاہدات کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے جو قتل کا ایک باشندہ ہونے کے حوالے سے زندگی کے مختلف مراحل میں میرے تجربے اور علم کا حصہ بنے۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ ان رسومات اور نظریات کی کوئی فکری اور علمی بنیاد موجود نہیں۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں جب قرآن و حدیث اور ان سے متعلق بہت سے اہم مآخذین کے مطالعے کا موقع، خدائے بزرگ و برتر کے بے پایاں کرم کی بدولت، ملا تو میری یہ رائے قطعیت کی حد تک پختہ ہو گئی۔ بہت سے ادہام و خیالات نہ صرف باطل محض ثابت ہوئے بلکہ کئی کے حوالے سے سخت و عیدات بھی نظر سے گزریں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس موضوع کے تناظر میں اگر کوئی تحقیقی کام کیا جائے تو انشاء اللہ ملتہ الناس کو اس کا فائدہ ہوگا اور عین ممکن ہے لوگوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ خود میری اخروی نجات کا سامان بھی پیدا ہو جائے۔

جہاں تک ان ادہام، باطل خیالات اور نظریات کے پس منظر کا تعلق ہے ان کی حتمی تاریخ کا تعین آسان نہیں لیکن اس حقیقت کا ادراک بھی مشکل نہیں کہ یہ قتل اور اس سے جڑے علاقوں میں زمانہ قدیم سے ہی کسی نہ کسی صورت پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے برصغیر بالخصوص پنجاب اپنے جغرافیائی خدوخال کے باوصف ہمیشہ سے ہندو پاک میں تجارت یا قبضے کی غرض و غایت سے آنے والے لوگوں اور اقوام کی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ اس علاقے پر ہونے والی پہلی لشکر کشی اور اس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر غارتگری آریاؤں کے ہاتھ ہوئی جو نہ صرف یہاں کے اصل مکینوں کی ان کے آبائی علاقوں سے ہجرت کا باعث بنے بلکہ ایک طویل عرصے تک وادی سندھ کی زرخیزی سے متاثر ہو کر یہیں قیام پذیر ہو گئے۔ یہی سرزمین تھی جہاں انہوں نے ابتدائی وید مرتب کیے اور اس طرح برصغیر میں ہندومت کی بنیاد پڑی جو یہاں کا قدیم ترین اور باقاعدہ غیر وہی مذہب قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے طویل عرصے تک قیام نے دریائے سندھ کے کناروں پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں میں ان کے اعتقادات اور نظریات کی ایسی گہری چھاپ لگا دی جو آج بھی بہت سے حوالوں سے اسی طرح

قائم دائم ہے جیسے ازمنہ قدیم میں تھی۔ دریائے سندھ اور چناب کی درمیانی پٹی پنجاب کے پانچ دو آبوں میں سب سے بڑے دو آبے ”سندھ ساگر“ کے تقریباً سارے جنوبی حصے کا احاطہ کرتی ہے۔ اس ریگستانی پٹی میں بھی ہندو تہذیب و ثقافت کی تاریخ زمانہ قدیم سے لے کر پاک و ہند کی تقسیم تک طویل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تھل میں شادی بیاہ، حمل و ولادت، مرض، مرگ اور دیگر اہم مواقع پر ادا کی جانے والی رسومات میں ہندومت کا اثر خاصا گہرا نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں یہ اثرات اعتقادی معاملات کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے عہد زوال اور پاکستان کے قیام سے پیشتر کے دورانیے میں ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں کی سیاسی مظلوبیت اور معاشی کمزوری نے بھی ہندوؤں کی رسومات اپنائی جانے کی راہ ہموار کی ہے۔

برصغیر میں آمد کے لحاظ سے مسلمان دوسری قوت تھے جو آریاؤں کے برعکس ابتدائی طور پر مکران اور سندھ کے راستے ہندوستان میں داخل ہوئے اور جلد ہی ان کا سیاسی اثر و رسوخ سندھ اور بلوچستان کے ساحلی علاقوں سے لے کر کوہستان نمک اور بعض روایات کے مطابق کشمیر تک پھیل گیا۔ محمد بن قاسم کی آمد کے وقت راجہ داہر کی سلطنت کی حدود شمال میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور یہی وجہ ہے کہ اس کی شکست کے بعد مسلمانوں کا اثر و نفوذ بھی پہلے پہل انہی علاقوں تک پہنچا جو رائے خاندان اور بعد ازاں چچ اور داہر کی سلطنت میں شامل تھے۔ اس اعتبار سے ہندوؤں کے بعد جن لوگوں سے مقامی آبادی کا واسطہ پڑا وہ عرب تھے۔ عرب مذہبی اعتبار سے اسلام کے ظہور دار تھے اور ان کے اعتقادات اور معاملات میں اسلامی تعلیمات کا عمل دخل کم از کم ابتدائی دور میں خاصا گہرا تھا لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ان کے ہاں بعض ایسے خصائل اور عادات بھی موجود تھیں جو عہد جاہلیت سے ہی عرب معاشرے کا طرہ امتیاز تھیں۔ مظاہر پرستی، بتوں کی پوجا، کابھوں کا اثر و رسوخ، معاشرتی بے اعتدالیاں اور عصبیت سے جڑی خود نمائی اور خود پرستی قبل از اسلام کے معاشرے میں اپنے عروج پر تھیں۔ ان کی باقیات عربوں کی سرشت میں سرایت کر چکی تھیں اور اس اعتبار سے جہاں جہاں وہ گئے اپنے ساتھ وہ اعتقادات اور خیالات بھی لے کر گئے جو دین و مذہب کی گرفت کی کمزوری کی صورت میں اجاگر ہو جاتے ہیں۔ تھل میں بسنے والے بھی ان کی فکر کی منفی جہتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اچھائیوں کے ساتھ ساتھ بعض کوتاہیاں بھی معاشرے میں در آئیں۔ بہر حال دو

اقوام کے باہمی اختلاط کی صورت میں ان معاملات کا وقوع پذیر ہونا کسی صورت بھی تعجب خیز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

تھل کے باشندوں میں ان معاشروں کی پیداوار کے علاوہ معیوب رسم و رواج کا ایک باعث مسلک سے انحراف اور خود ساختہ نظریات کی تقلید بھی ہے۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے جہالت اور کج فہمی کے نتیجے میں مذہب کی تعلیمات کے قطعی برعکس معیوب اور نقصان پہنچانے والی رسم و رواج کو مذہبی سمجھ یا قرار دے کر اختیار کر لیا ہے۔

چونکہ میری رہائش اور ادارہ تقریباً تھل کے وسط میں ہے اس لیے مجھے یہاں کے رہنے والے لوگوں کی رسم و رواج کا ہر تقریب میں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ مزید برآں مختلف مواقع پر لوگوں کو درپیش مسائل کا شرعی حل پیش کرنا بھی میرے لئے مندرجات کے جاننے کا ایک باعث ٹھہرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی علاقہ کے رسم و رواج پر تحریری کام کرنے کیلئے اس علاقہ میں جانا لازم ہوتا ہے جیسا کہ ایک امریکی خاتون نے پنجاب کے دیہاتوں میں لوگوں کے طرز معاشرت پر کتاب لکھنے کیلئے پانچ سال قیام کیا۔ قدرتی طور پر یہ سہولت روز اول ہی سے فراہم تھی۔ اس کے باوجود ماسوائے وقتی اصلاح کے اس موضوع پر کچھ لکھنے کا قطعی ارادہ نہ تھا۔ اتفاقاً مجھے ادارہ کے کام کیلئے ستمبر 2009ء، رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں لاہور جانا پڑا۔ قیام برادر طریقت، ماہر آثار قدیمہ، ذہیر شفیق غوری کے ہاں کیا تو ان سے تھل کے لوگوں کی عادات، رسومات اور مغالطوں پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف مجھے اس موضوع کی اہمیت کا احساس دلایا بلکہ لکھنے کا فریضہ بھی سونپا اور اس موضوع پر معاون کتابیں بھی عنایت فرمائیں۔

بعد ازاں میں نے مستقلاً تاخذ کی طرف پیش قدمی کی کیونکہ فقط مشاہدات پر قناعت کرنا کافی تھا۔ تھل کے پس منظر میں اس موضوع پر کوئی باقاعدہ کتاب بھی نہیں لکھی گئی تھی جس سے میں نکل چینی کرتا۔ بالآخر علاقہ کے ہر ملنے والے سے خیر و عافیت کا احوال لینے کے بعد رسومات پر گفتگو کرنا گویا کہ مزاج بن گیا۔ اس سلسلہ میں کافی لوگوں سے ملاقات بھی کی۔ جن اصحاب نے علاقے کی رسومات سے مجھے آگاہ کیا ان میں جام منظور احمد، ڈاکٹر حاجی محمد رمضان، ملک فیض محمد بھٹہ، راجو محمد اکمل آف رنگ پور، قاری بشیر احمد بارودی آف پیر عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ، ملک محمد رمضان نکا حسو والا

خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ اس موضوع پر جو کتابیں پیش نظر ہیں ان سے فقط وہ رسومات اخذ کی گئیں جو قتل میں شامل مختلف علاقوں میں پائی جاتی تھیں۔ ان کتابوں کے نام حوالہ جات میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

کثرت مشاغل کے پیش نظر سارے قتل کی رسومات قلمبند نہیں کی گئیں بلکہ قتل کے ایک خاص ایریا تحصیل چوہارہ کے شمال مغرب کی وہ رسومات جمع کی گئیں ہیں جو اس مقام کے اکثر خاندانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہر علاقہ اور برادری کی رسومات ایک دوسری سے مختلف ہیں اور ہر تیس، چالیس کلومیٹر کی مسافت پر، جیسے لب ولہجہ میں تفاوت ہے، ایسے ہی رسومات میں فرق ہے۔ اگرچہ خال خال رسومات ایک دوسرے سے جزی ہوئی ہیں۔

یہاں یہ امر واضح کرتا چلوں کہ مقالہ میں جائز و ناجائز کا فرق کئے بغیر رسومات و عادات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ صرف وہ معجز اور نقصان رساں رسمیں ذکر کی گئی ہیں جنکے اپنانے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات سے روگردانی ہوتی ہے۔ مجھے شروع سے یہ احساس تھا کہ رطب و یابس کو مخلوط نہ کیا جائے اور جو رسومات جائز اور اچھی ہیں وہ بدستور باقی رکھی جائیں اور جو معاشرے کے دامن پر بدنماداغ ہیں حتی المقدور انہیں ترک کیا جائے۔ بہر حال نہ "روشن خیالی" سے کام لیا گیا کہ سب رسمیں مٹھی اور اپنانے کے لائق ہیں اور نہ "تعصب" سے تمام رسومات پر ناجائز ہونے کا حکم لاگو کرنے کی جسارت کی گئی۔

شرح شریف کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا بتائیں وہ اچھی ہے اور جسے برا فرمائیں وہ بری ہے اور جس سے سکوت فرمائیں یعنی شرع سے نہ اس کی خوبی نکلے نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے۔ اس کے کرنے یا چھوڑنے میں نہ ثواب اور نہ عتاب۔ مزید قارئین کی تسلی کیلئے مستند مفتیان عظام سے تائیدات بھی حاصل کی گئی ہیں۔

لوگوں کے غیر شرعی رسوم پر مسلسل عمل نے اس حد تک ان کی عادت ڈال دی ہے کہ باطل رسم و رواج کے مقابل کئی بار شرعی احکام کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ اس طرف بھی توجہ نہیں دی جاتی کہ آخر ان رسوم کو اپنانے میں مفادات کیا ہیں؟ قتل میں بیشتر لوگ اس نظریے کے حامل ہیں کہ جینی اور بیجے کی شادی کی رسومات ادا کرنے کی فکر میں حج جیسا فریضہ موخر کرنا روا ہے۔ لاکھوں روپے کی اضافی مالیت

موجود ہونے کے باوجود حج سے محروم رہتے ہیں اور اپنے آپکو غریب تصور کرتے ہیں۔ اسی طرح ان رسومات میں ترمیم بہت ضروری ہے جن کی بدولت حقوق العباد کی پامالی ہو رہی ہے یا بے حیائی اور فحاشی فروغ پا رہی ہے۔ مراٹھی، رنڈیاں اور لڑکیوں کا بھیس بدلے ہوئے لڑکے سب کے سب مضر رسوم کی ذریت ہیں۔ بد قسمتی سے مسلمانوں میں جس شرح کے ساتھ یہ لوگ، دور حاضر میں شامل ہیں شاید سکھوں اور ہندوؤں میں اتنی تعداد کیساتھ نہیں ہونگے۔

شادی بیاہ کے ساتھ ساتھ فوجی کے موقعہ پر ایصال ثواب کے طریقے ایسی صورت اختیار کر چکے ہیں کہ ان سے اصل مقصد کا حصول دشوار ہو گیا ہے۔ ایصال ثواب کی مجلس غمی کی بجائے خوشی کی تقریب معلوم ہوتی ہے۔ متوفی کے پس ماندگان اپنی ناک اونچی رکھتے کیلئے قرض کے بھاری بوجھ تلے دب جاتے ہیں اور تعزیت کیلئے آئے ہوئے حضرات کے طعام کی فکر میں اصل غم بھول جاتے ہیں۔ بعد حال قتل میں یہ رائج ہے کہ وفات کے بعد قتل خوانی کے موقع پر پندرہ بیس دیکھیں، پلاؤ کی، آنے والے مہمانوں کو کھلائی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس مقروض متوفی کے قرض خواہوں کو کوئی سال تک قرض کی ادائیگی کے حوالے سے نال دیا جاتا ہے۔ بسا اوقات متوفی کے یتیم بچوں کے مال سے قتل خوانی کے موقعہ پر دلیر کی طرح کھانے تیار کرنے سے بھی احتیاط نہیں کی جاتی۔

معاشرتی تقاریب کے علاوہ علمۃ الناس میں ناخواندگی اور روایت پرستی کی بنا پر مختلف اوقات، ایام اور جانوروں کے وجود و آواز کے متعلق بے بنیاد فالوں اور بدشگونیوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ مثلاً آلو کی رہائش اور کتے کی غیر عادی آواز کو بہت خطرناک اور نقصان دہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے تدارک میں ان کو جان سے مار دیا جاتا ہے۔ نیک فال اور بدشگون کے سلسلہ میں امانت آمیز حرکات کو اس حد تک روا سمجھا جاتا ہے کہ کندہ اور ٹیٹھے کی تیل اور مینگن کے پودے پر مادر زاد بچے ہو کر پانی ڈالنے سے کثرت پھل کی فال یجاتی ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ عادت پڑ جانے کی وجہ سے کوئی بھی اس معاملے میں دلچسپی نہیں لیتا کہ کسی رسم کی ابتدا اور ایجاد کب اور کیوں ہوئی؟ بعض رسومات ایسی بھی ہیں کہ کسی تقریب میں اگر کوئی کام مصلحت اور ضرورت کے پیش نظر کیا گیا تو اس کام کی ضرورت ختم ہونے کے بعد لوگ نادانانہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ قتل کے طول و عرض میں جب دولہا کو غسل دیا جاتا

ہے تو چار آدمی ایک کپڑے کے چاروں کونوں کو پکڑ کر دولہا کے سر پر تانے کھڑے رہتے ہیں۔ ممکن ہے اس رسم کی ابتداء اسوقت ہوئی ہو جب کسی دولہانے سخت گرمیوں میں غسل کرتے وقت سورج کی تپش محسوس کی ہوگی تو چار دوستوں نے ایک کپڑا پکڑ کر اس پر سایہ کر دیا ہوگا اور ادھر جتنے بارانی موجود ہونگے سب نے ایسے مواقع پر اس رسم پر عمل کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دولہا کیلئے جب کپڑے خریدے جاتے ہیں تو یہ ”شامیانہ“ لازمی طور لیا جاتا ہے۔ شادی کی تقریب میں، خواہ وہ پوہ کے مہینے میں ہو کپڑا تان کر دولہا پر سایہ کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلات اور ان کے ضمن میں آنے والی احداث کی نوعیت کو مد نظر رکھتے ہوئے کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

باب ۱۔ بعد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں۔

باب ۲۔ وفات کے موقع پر رد رکھی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت۔

باب ۳۔ غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت۔

باب ۴۔ بے بنیاد نیک فائیس، بدشگون اور توہمات۔

باب ۵۔ جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات۔

باب ۶۔ مریض بچوں کیلئے مہمل اور بے فائدہ نوٹے، نوٹکے۔

باب ۷۔ جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسومات اور رواج۔

کتاب کا آخری باب ممکنہ حد تک کسی قاری کی نظر میں باعث تحقید ہو سکتا ہے۔ یہ باب کتاب میں اس مقصد کے تحت شامل کیا گیا ہے کہ جہلاء عرب اور ہندوؤں کی رسومات کی تفصیلات کا اور اک خاطر خواہ طریقے سے ہونے کے بعد با آسانی اندازہ ہو سکے کہ ہمہ حاضر غیر اسلامی تہذیب کے آثار اور باقیات کس قدر باقی ہیں۔ بطور تمثیل ہندوؤں اور مسلمانوں کی بعض وہ رسومات و عادات ذکر کی جاتی ہیں جو بالکل ایک دوسرے کے مساوی یا قدرے تغیر کے ساتھ اس وقت پائی جاتی ہیں۔

(۱) ہندو مذہب میں وفات پانے والا بچہ اگر والدین کو بہت عزیز ہو تو اسکے بعد پیدا ہونے والے بچے سے زیادہ پیار نہیں کیا جاتا اور اسکی پیدائش پر پیاز تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسے مانگے ہوئے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔

(۲) ارتھی کے ساتھ جانیا لے لوگ جب واپس آتے ہیں تو متوفی کے گھر پہنچنے پر دروازے کے سامنے ایک دو قطاریں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور نائی ان کے درمیان پانی چھڑکتا ہوا گزرتا ہے۔

(۳) شام کے وقت اس جگہ ایک مٹی کا دیا جلا دیتے ہیں جہاں متوفی نے آخری سانس لی ہوں۔

(۴) تین چار بچوں کی موت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے پاؤں میں لوہے کے کڑے پہنائے جاتے ہیں۔

(۵) بلی جیسی آنکھیں بے وقائی کی علامت خیال کی جاتی ہیں۔

(۶) حمل کے دوران خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ پیٹ میں بچہ پر سورج گرہن کے منوں اثرات نہ پڑیں۔

(۷) روزانہ صبح کو حاملہ عورت کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے شوہر کا چہرہ دیکھے تاکہ بچے کی شکل اس جیسی ہو۔

مذکورہ بالا ہندوؤں کی رسومات و عادات کے مماثل قتل کی دو رسومات جو میرے ذاتی مشاہدات سے تعلق رکھتی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) جس جگہ میت کو غسل دیا جاتا ہے شام کے وقت وہاں دیا جلا یا جاتا ہے۔

(۲) ایک عورت کے یکے بعد دیگر دو بیٹے فوت ہو گئے۔ جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو اس نے کپڑے مانگ کر اپنے بیٹے کو پہنائے اور خوشی اس حد تک روا بھیجی کہ گھر میں ”مبارک بادی“ دینے کیلئے جتنی عورتیں آئیں انکے درمیان ثابت سرخ مرچیں تقسیم کیں اور صدقہ کے لئے جو بکرا ذبح کیا گیا اس کا خون لیکر اس کمرہ کی دیوار پر ڈال دیا گیا تھا جس میں بچہ پیدا ہوا تھا تاکہ جنات یا بھوت اس مکان میں داخل نہ ہوں۔

(۳) ایک عزیز کے ہاتھ میں چاندی کی کڑی دیکھ کر سوال کیا کہ کڑی پہننے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواباً کہا میرے دو بھائی ننھی عمر میں فوت ہو گئے۔ ماں جی کو کسی سیانی عورت نے فصاحت کی کہ اپنے بیٹے کے ہاتھ میں مانگی ہوئی چاندی کی کڑی بنوا کر ڈال دوتا کہ اس کی موت جلد واقع نہ ہو۔

(۴) سورج گرہن کے متعلق نظریات بعینہ ہندووانہ ہیں۔

(۵) میت دفن کر کے واپس آنے والے لوگوں کے سامنے ایک آدمی کسی برتن میں پانی

لیکر خط مستطیل کی شکل میں گراتا ہے۔

(۶) بہت لوگوں سے یہ بات سننے کا اتفاق ہوا ہے کہ جب انہیں ملی جیسی آنکھوں والے انسان سے ذاتی کدورت و نفرت ہو جائے تو کہتے ہیں ”ککابے وقاء نبی واپور ہوند اے“۔ گویا اس محاورہ کے قائل ہندوؤں کے نظریے سے بھی چار قدم آگے نکل گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ بیان کردہ ان مندرجات سے میرا مقصد نہ علمی تعنی ہے اور نہ کسی کی مخالفت بلکہ جتنے واقعات درج کئے گئے ہیں ان کی سند میں کسی آدمی کا نام تو کجا، مخصوص کجوں کا ذکر بھی نہیں کیا گیا تاکہ کسی کو عار نہ ہو۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر کہیں ترمیم کی گنجائش محسوس کریں تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

مگر خطابینی یا صلاحیتیں بکوش

عیب جوئی نیست کار اہل ہوش

میں یہ واضح کرتا چلوں کہ جن رسومات اور اعتقادات کا ذکر آنے والے صفحات میں کیا جا رہا ہے ان کا تعلق محض عوام سے نہیں۔ خواص بھی عوام ہی کی طرح بہت سے ایسے نظریات رکھتے ہیں جن کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں اور نہ ہی ان مسائل کو دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ عرصہ دراز سے ایک روایت پر مسلسل عمل ہونے کی وجہ سے عامۃ الناس کو بعض غلطیوں اور معاملات کی صحت کے بارے میں اس حد تک یقین ہے کہ منع کرنے اور دلائل شرعی پیش کرنے کے باوجود بجائے سچ بات قبول کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کے کچھ حضرات لڑنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ دواپنے طریقہ عمل میں تبدیلی اپنی جنگ اور بے عزتی کے مترادف سمجھتے ہیں حالانکہ ہماری ناموس، ناموس دین پر قربان ہو جائے تو اصولی طور پر یہ بہت بڑی عزت اور وقار کی بات ہے۔ بعض حضرات مسائل کی صحت پر یقین آ جانے کے بعد علمائے کرام سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے ابھی تک ہمیں اس مسئلے کے متعلق بتایا کیوں نہیں۔ بعض اوقات دور افتادہ علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی عادات، نظریات، رسوم اور غلط فہمیوں کی علما کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔ تھل اپنی جغرافیائی صورت حال کے حوالے سے اس طرح کا علاقہ ہے۔ اشر صورتوں میں آبادی بہت دور دور اور کم کم ہے۔ ایسے میں ان معاملات کی خبر ہونا، کسی طرح بھی ممکن نہیں ہوتا لہذا یہ کہ ان کا ازالہ اور اصلاح کی جائے۔

میری خواہش ہے کہ اس مقالے کے توسط سے جو اہم کام اب تک نہیں ہو سکا اس کا اہتمام کیا جائے۔ تحریری صورت میں آنے کے بعد اس امر کا امکان موجود ہے کہ میرا پیغام نہ صرف میرے علاقے بلکہ تھل اور اس کے باہر لوگوں تک پہنچے گا اور اگر خدائے بزرگ و برتری توفیق شامل حال رہی تو بہت سے لوگ اپنے اعتقادات اور نظریات میں تبدیلی لانے کی کوشش کریں گے۔

اس سے قبل کہ میں اپنی بات ختم کروں مجھے ان احباب کا شکر یہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اس کاوش میں کسی نہ کسی حوالے سے میری رہنمائی یا مدد کی۔ اس ضمن میں برادر طریقت زبیر شفیع غوری صاحب کا ذکر ضروری ہے جو اس کتاب کی حقیقی وجہ ہیں۔ کام کے دوران مستحقان سے تبادلہ خیالات رہا۔ انہوں نے ذاتی اور اہم مصروفیات سے وقت نکال کر مسودے کو نہایت احتیاط سے پڑھا اور جہاں مناسب خیال کیا ترمیم کا مشورہ دیا۔ دو تادم اشاعت میرے ممد و معاون رہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ العلوم کے نائب مفتی و مدرس مولانا محمد سیف اللہ صاحب ہمارے ہاں مضامین کی تصویب کیلئے دوسرے کراچی سے آئے۔ مولانا محمد حیات عاکف الہاروی صاحب نے بھی بعض مضامین کے شامل کرنے میں قیمتی آراء دیں۔ مولانا غلام عباس باروی صاحب بھی اس کا رخیر میں شریک رہے۔ میرے استاد محترم استاذ العلماء مولانا محمد شریف باروی صاحب کی تائید بھی میرے لیے تقویت کا باعث رہی۔ میں ان تمام احباب کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ میں ایک بار پھر جام منظور احمد صاحب کا شکر یہ بھی ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ ان کی خصوصی معاونت کے بغیر یہ کام اتنے قلیل عرصے میں کبھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت و تعاون قبول فرمائے۔

سب سے آخر میں آستانہ عالیہ پیر بارو شریف رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ سجادہ حضرت خواجہ فقیر محمد الحسنی الہاروی صاحب اور ان کے فرزند ولید حضرت خواجہ محمد حسن الحسنی الہاروی مدظلہ کے کمال فیض کا اقرار و اظہار لازم ہے جس کی وجہ سے میں اس لائق ہوا کہ اس مقالہ کو ترتیب دے کر ان کی فیض رسانی اور اصلاح عام کے کام میں کسی قدر حصہ ڈال سکوں۔

وزیر احمد

جامعہ ضیائے مدینہ، ماہی والا

جمال پھیری، چو بارہ ماہی

باب ۱

بعہد حاضر مسلمانوں میں شادی بیاہ کی ناجائز رسمیں

شادی بیاہ کے دوران روارکھی جانے والی زیادہ تر رسومات فضول خرچی، ناجائز مطالبات، بے حیائی، فحاشی، عریانی اور نام و نمود کی نذر ہوتی ہیں اللہ ماشاء اللہ۔

جدید تعلیم یافتہ عیاش، دولت مند طبقات اور روشن خیال ایسے مسلک کے پیروکار ہو چکے ہیں جس کے مطابق شادی اور خوشی کے موقع پر سب کچھ جائز ہے۔ غمی اور خوشی میں فرق ہونا چاہیے۔ خواہ شرعی حدود سے دور دراز ہی نکل جائیں۔ بعد حاضر علاقائی اور خاندانی لحاظ سے شادی کے موقع پر کی جانے والی غیر شرعی رسومات، عادات و اطوار کا تعین اور احاطہ بہت مشکل کام ہے البتہ تمام تر خاندانوں کی مخلوط اور چیدہ چیدہ غیر شرعی رسومات اور انکی بابت شرعی حکم قلمبند کیا جاتا ہے۔

ناچ، باجا، ڈھول اور عورتوں کا گانا:

دولہا اور دلہن کے درمیان جب شادی کی تاریخ، دن متعین کر لیتے ہیں اسی روز سے تا شب زفاف دولہا کے صحن میں ہر شب مغرب کے بعد دولہا کی بہنیں، بھابیائیں اور ہمسایہ عورتیں حلقہ بنا کر درمیان میں اسٹیل یا پتیل کا بڑا تھال رکھ کر بجاتی ہیں اور گانے گاتی ہیں۔ یہ پروگرام ہر رات کم و بیش نصف شب تک رہتا ہے۔ بعض اوقات بجائے پیٹھ کر تھال بجانے کے صحن میں ملکر ناچتی ہیں۔ اور ساتھ ساتھ گاتی بھی ہیں۔ ٹھنڈی رات میں چند رو، بیس عورتوں کے ملکر بیک زبان ہو کر گانے، تالیاں اور دریس مارنے کی آواز کئی میلوں تک جاتی ہے۔ مقامی زبان میں اسے ”سبرے کہنا“ کہا جاتا ہے۔ اور اس میں فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ ان کی اس سراپا بے حیائی سے مساجد و مدارس میں نمازیوں اور طلباء کی قرآن خوانی میں اس حد تک خلل واقع ہوتا ہے کہ مقتدیوں تک امام کی قرأت و تفسیرات کی آواز نہیں پہنچتی۔

علاوہ ازیں کچھ برادر یوں میں یہ بھی رواج ہے کہ رات کو چند مراٹی ڈھول و شہنائی لیکر عورتوں کے ایک جھرمٹ کے درمیان بجانے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور عورتیں انکے دائیں بائیں خوب ناچتی اور تالیاں بجاتی ہیں۔ بعض اوقات سہرا بندی سے ایک رات پہلے گانے، باجے اور ناچنے کا سابقہ معمول سے بڑھ کر اہتمام کیا جاتا ہے۔ ناچ رنگ کی اس محفل میں بازاری، قاجرو، قاحشہ عورتوں، رنڈیوں، میچروں، مراہیوں اور گلوکاروں کو گرانقدر نقدی دے کر بلواتے ہیں۔ شادی والوں کے گھر کی چاروں اطراف کئی میلوں سے نوجوان و ادھیڑ عمر کے لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پہنچ کر مقابلہ و

مساقت کی صورت میں ہزاروں روپے بچھا کر کے اپنا مہینہ کرنے کے ثمان میں اپنی ذات پات کو گھنیا لوگوں کی فہرست میں شامل کر دیتے ہیں۔ مراشیوں کے لیے مساجد کے اسپیکر استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا طریقہ ہائے کار سے شادی وغیرہ منانا، لوگوں کا شریک ہونا، عورتوں کا چٹا بالکل حرام اور گناہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ يَدِيَهُنَّ إِلَىٰ ظُهُورِهُنَّ لِتُضَعِفَ لَهُنَّ خِفَتَهُنَّ (نور: ۳۱)

اور (عورتیں) زمین پر پاؤں زور سے نہ ماریں تاکہ معلوم ہو جائے انکا چھپا ہوا سنگار۔

آیت کریمہ کی روشنی سے یہ بات واضح ہے کہ عورتیں پازیب وغیرہ یمن کر مردوں کے سامنے پاؤں زمین پر زور سے مار کر نہ چلیں اور اشارۃً اخص سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ جب زیورات کی آواز جائز قرار نہیں دی گئی تو ہاتھ، پاؤں کے ذریعے قصداً تالیاں بجانے اور، چنے کی صورت میں زور زور سے پاؤں زمین پر مارنے کی کس طرح رخصت ہوگی؟

اسی طرح ہر ایسی چیز جو نامحرموں کے لیے توجہ کا مرکز بنے وہ بھی ممنوع ہے حتیٰ کہ تیز خوشبو وغیرہ لگا کر مجمع عام اور بازاروں سے گزرنے سے منع ہے چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی عورت کو آتے ہوئے دیکھا جس سے خوشبو کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ آپ نے اسے فرمایا: اے خداوند جبار کی بندی کہاں کا ارادہ ہے؟ اس عورت نے کہا مسجد کی طرف۔ آپ نے فرمایا کیا تو نے خوشبو لگا رکھی ہے۔

اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے فرمایا تو واپس چلی جا اور غسل کر۔ پس بیشک میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم سنیتینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْ امْرَأَةٍ صَلَوةً حَتَّىٰ تَجِدَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَتُغَيِّفَ حَتَّىٰ تَرْتَجِعَ فَتُغْتَسِلَ

اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد میں تیز خوشبو لگا کر جائے، جب تک وہ گھر لوٹ کر غسل نہ کرے۔

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ سنیتینہ نے فرمایا وہ عورت جو آراستہ و بیزارستہ ہو کر نامحرموں میں اتر اتر کر چلتی ہے قیامت کے دن وہ مجسم ہار یک ہوگی جہاں نور

کی کرن تک نہ ہوگی۔

رسول اللہ سنیتینہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ اس قوم کی دعا قبول نہیں فرماتا جن کی عورتیں جھانجن پھنکتی ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی لڑکی لائی گئی جس کے پاؤں میں گھٹکرو تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے گھٹکرو کاٹ دیے اور فرمایا میں نے رسول اللہ سنیتینہ سے سنا ہے

مَنْ مَلَكَ جَنْبَ شَيْطَانٍ

کہ ہر گھٹکرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی جس کے پاؤں میں گھٹکروں سے تھے فرمایا اسے میرے پاس نہ لانا جب تک اس کے گھٹکرو کو کاٹ نہ لیں۔ میں نے رسول اللہ سنیتینہ سے سنا ہے۔

لَا تَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ بَيْنَ يَدَيْهِ جَنْبُ

کہ (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس میں گھٹکرو ہوتے ہیں۔

قریش مکہ جب کعبہ شریف کا طواف نفل ہو کر کرتے تھے تو اس وقت سینیاں اور تالیاں بھجایا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصَدُّيقًا (انفال: ۳۵)

نہنجی انکی نماز کعبہ کے پاس مکر سی اور تالی۔

تفسیر نور العرفان میں ہے۔ تالیاں اور سینیاں بھجانا کفار کا طریقہ ہے۔ آج بھی عیسائی اپنی مجلسوں میں خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں۔ مسلمان ان کی نقل کرتے ہیں اور انہیں کفار کی نقل نہیں کرنا چاہیے کہ بری ہے۔

امام ابوالوفا ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ چنے سے منع کرنے پر قرآن مجید کی تصریح موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

لَا تَشِيشُ فِي الْأَرْضِ مَوْخَا: زَمَن پُر اتر اکر نہ چلو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد سے اترانے والے کی مذمت فرمائی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اور تاجتا، اترانا، فخر کرنا ایک جیسے عمل ہیں بلکہ تاجتا اترانے اور فخر کرنے سے بھی زیادہ بڑا جرم ہے۔

ابو بکر طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے اس (تاپنے والی) بدعت کو ایجاد کیا وہ اسحاب سامری ہیں۔ جب انہوں نے بکھڑے کا ایک ڈھانچہ تیار کیا جو گائے جیسی آواز نکالتا تھا تو وہ کھڑے ہو کر اس کے سامنے تاپنے لگے اور وجد کرنے لگے یعنی جھومنے لگے۔ ۵

امام بزاز نے فتاویٰ بزازیہ میں فرمایا تاہج بالا جماع حرام ہے۔ سید الطائفہ احمد سنوی نے اس کی حرمت کی صراحت فرمائی ہے۔

شیخ الاسلام جلال الدین گیلانی کا فتویٰ ہے۔

تاہی کو حلال کرنے والا یعنی جائز کرنے والا کافر ہے۔

امام محبوبی کے کلمات اور بھی زیادہ سخت ہیں ”میں کہتا ہوں کہ جس کی طبیعت میں انصاف ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیا کا مساجد میں ناچنا کو دنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے، خواہشات نفسانی کے متوالے، جاہل دیہاتی اور بے وقوف بدعتی ان میں ملے جلتے ہوتے ہیں جو طہارت سے نا آشنا، قرآن مجید کے ادب سے ناواقف، مساجد کی بے حرمتی کرنے والے، حلال و حرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ جو سوائے چیخنے چلانے کے اور کچھ نہیں جانتے، ایمان اور اسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ فرمایا ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل، تماشا بنا رکھا ہے۔“

جو فعل حرام ہے اس میں شریک ہونا اس کا تمنا شادیکھنا بھی حرام ہے۔ ۱۱

رقص اگر معاذ اللہ بروجہ قصع وریا ہے تو حرام قطعی و جرمہ فاحشہ ہے اور بطور لبو لعب بھی ناجائز و مستطعدالت اور تمایل (ذانس) کے ساتھ مثل رقص غش، اشد حرام ہے۔ ۱۲

ذخیرہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ ناچنا کبیر و گناہ ہے اور مشائخ میں جس نے اسے مباح قرار دیا وہ

اس رقص کے حق میں ہے جس کی حرکات مثل رقص والے کے بے اختیار ہوں، وہ مغلوب اکائی ہوں اور وجد کرنے والے کی وجدانی کیفیت گم سم ہو جانے کی حالت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اس حد تک حاوی ہو کہ اگر وجد والے کے چہرے پر تموار کی ضرب لگائی جائے تو تب بھی اسے درد کا احساس اور شعور نہ ہونے پائے۔ ۱۳

مزامیر:

مزا میر یعنی آلات لبو و لعب برو و ج لبو و لعب بلا شبه حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء فریقین مقتدا کے کلمات عالیہ میں واضح اور صریح ہے۔ اُن کے سننے سنانے کے گناہ ہونے میں شک نہیں بلکہ بصورت اصرار کبیر و گناہ ہے۔ اور حضرات عالیہ سادات بہشت کبرائے سلسلہ عالیہ چشت رضی اللہ عنہم کی طرف اس کی نسبت محض باطل و اختر ہے۔ حضور سیدنا محبوب الہی سلطان الاولیاء نظام الدین رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ فوائد الفوائد وغیرہا میں جا بجا حرمت مزا میر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی بھی منع فرماتے کہ مشاہد لبو ہے۔ ۱۳۔

آپ ایسے افعال میں غرر قلبہ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے اور

صاف تصریح فرمائی کہ ”مزا میر حرام است“ یعنی گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا: **يَسْتَحِلُّونَ النَّسَبَ وَالْأَحْرَامَ وَالْمَالَ**، زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ فرمایا: وہ ہند اور سوراہو جاؤں گے۔ ۶۱

البتہ اوقات سرور (خوشی کے وقت) میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی حجاج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال، سرپر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع ہے۔ ۷۱۔

: 66

فساق، فجار، اہل شہوت مردوں، امردوں، عورتوں، رنڈیوں اور ڈومنیوں کا اس طرح گانا جو کہ معصیت پر مشتمل ہو، فحش یا کسی مسلمان یا ذمی کی جھوٹا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت کی بالیقین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا، اگرچہ مردہ ہو، ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب کو حیا و عار آئے سب ممنوع ہے۔ ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے نکل

فتم، نہ لبو واجب مقصود، نہ کوئی ناجائز کام کا میں بندہ سادے گیت، غزلیں، ڈکڑ باغ و بہار پر مشتمل سنے جائیں اور فساق و فجار و اہل شہوت کو اس سے بھی روکا جائے۔ ۱۸

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پاتا اگاتا ہے۔ ۱۹

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اَصْحَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں:

۱۔ آسائش کے وقت گانا بجانا۔

۲۔ منیبت کے وقت جین کرنا۔ ۲۰

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی گانے والی کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سنے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔ ۲۱

حضرت ابو الحسن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے نادان بدکار آوازوں سے روک دیا گیا۔ ۲۲

آتش بازی:

شادی والے گھر میں شادی سے ایک رات قبل اس قدر آتش بازی ہوتی ہے کہ رات کو پورے محلہ والوں کا سکون ختم اور نیند اڑ جاتی ہے اور مدعو صاحبان مقابلہ بازی میں نوع نبوغ کی آتش بازی کرتے ہیں جس سے بے دریغ مال ضائع ہوتا ہے۔ تضييع مال حرام اور اسراف ہے۔ نکاح میں البتہ بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی ممانعت نہیں ہے بہر حال اگر فائرنگ سے نیت ریا و فخر ہو تو وہ حرام ہے کیونکہ دکھلاوا اور ریا تو نماز کو بھی حرام کر دیتا ہے۔

مہندی:

شادی کی معمولہ غیر شرعی و جاہلانہ رسومات سے ایک رسم مہندی کی بھی ہے۔ شادی سے ایک رات قبل دولہا کو تہائی رات گزرنے کے بعد مہندی لگانے کی اس دور میں جو رسم ہے وہ اکثر خاندانوں

میں قدر سے رد و بدل سے ملتی جلتی ہے۔ مہندی کا ایک قہر تو دولہا کے گھر والوں کی طرف سے تیار کیا جاتا ہے علاوہ ازیں دولہا کے دوست احباب بھی مہندی سجا کر لاتے ہیں۔ مہندی سجانے کی رسم اس وقت قہر میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ نام فقط مہندی کا ہوتا ہے لیکن اس شب میں شادی والوں کا گھر پوری طرح بے حیائی کی مہندی سے سرخ ہو چکا ہوتا ہے۔ چاروں اطراف سے مہندی سجا کر لانے والے بے حیائی و پردہ دری میں ایک دوسرے پر مسابقت کی کوشش کرتے ہیں۔ نوجوان، کنواری لڑکیاں رقص کرتے ہوئے، عشقیہ اشعار پڑھتے ہوئے، تالیاں بجاتے ہوئے، اور پیشہ ور مراحموں کو اپنے فن سے شرمانے والیاں، مہندی سجانے اور لگانے کی رسم، میں شب بھر اس قدر مست اور بے خود رہتی ہیں کہ رات کے پردہ میں ہر اجنبی و غیر محرم اور آوارہ لڑکوں سے بات چیت کرنے اور ان کے قریب نشست و برخاست سے مار محسوس نہیں کرتیں۔ دولہا تو جب مہندی لگائی جاتی ہے تو اس وقت بھی اجنبی عورتیں اپنے ہاتھوں سے دولہا کو مہندی لگانا فخر سمجھتی ہیں۔ دولہا کے ہاتھ پاؤں کی انگلیوں، پتیلیوں، تلوؤں اور ہاتھوں کی پشت اور ناخنوں پر نقش مری کی صورت میں ماہر عورتیں اور لڑکے مل کر مہندی لگاتے ہیں اور اسی دوران مراثی، احوال و شہنائی بجانے والوں کو بھی دہل دی جاتی ہے۔ نوجوان عورتیں اپنے معصوم بچوں کے نام پر اپنے ہاتھوں سے وہل دینا فخر سمجھتی ہیں۔

مہندی لگانے اور سجانے کی مذکورہ رسومات بالکل حرام و ناجائز ہیں۔ جب مرد کیلئے مہندی لگانا ہی حرام ہے تو اس کے لئے جتنا پروگرام بھی بنائیں جائز نہیں ہوگا کیونکہ تمام کے ارتکاب سے لیے نقل و حرکت بھی ناجائز ہوتی ہے۔ جب مرید عورت اپنے شیخ اور شاگرد لڑکی اپنے استاد کے پاؤں نہ پکڑ سکتی نہ چھو سکتی ہو تو غیر متقی لوگوں کے پاؤں اور ہاتھوں پر نوجوان لڑکیوں کا مہندی لگانا کس طرح جائز ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لَا تُصَافِحُ الْمَرْءُ الْمَرْءَةَ فِي عَمَلِهِ** سے مصافحہ نہیں کرتا۔

اخلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ مہندی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں مہندی کی رنگت مرد کے لئے حرام ہے، ہر اور داڑھی میں مستحب۔ ۳۱ بعض متقی فقط چھٹلی پر مہندی لگانا تقویٰ سمجھتے ہیں حالانکہ جب پورے ہاتھ پر مہندی کی رنگت حرام ہے تو بطور نشانی فقط چھٹلی پر اسے لگانا اور اپنے تئیں قناعت کرنا تقویٰ نہیں ہوگا۔

دولہا کو پہلنے اور کپڑے پہنانے کی رسم کو کھارا گانا کہا جاتا ہے۔ اس دوران کچھ غیر شرعی رسومات کا ارتکاب بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً دولہا اولاد قیص اور شلوار سمیت غسل کرتا ہے پھر قیص اتاری جاتی ہے اور شلوار سمیت خوب جسم پر پانی بہایا جاتا ہے۔ اس دوران اکثر باراتی دولہا کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں کچھ خدمت میں مصروف اور کچھ نظارہ کرنے میں مگن رہتے ہیں۔ وریں اثنا شلوار تر ہونے کی وجہ سے خوب جسم کے ساتھ چپک جاتی ہے اور دولہا کا دبر، قبل اور شرمگاہ کی وضع قطع صاف طور پر باراتیوں کو نظر آ رہی ہوتی ہے گویا سفید اور باریک شلوار اور کپڑوں پر پانی پڑنے سے سب کچھ نظر آتا ہے عامۃ الناس غسل کے دوران ناف سے نیچے ایک بالشت کپڑا ڈھلک جانے کو بھی قبیح خیال نہیں کرتے۔ تو مندرجہ بالا صورت حال کے مطابق لوگوں کے سامنے کھڑا ہونا اور انکا دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ ستر دیکھنے کے متعلق بہت ہی وعیدات وارد ہوئی ہیں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے نہ عورت کسی عورت کا ستر۔" ۲۳

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے علی! اپنی ران کھولو اور نہ کسی مردہ اور زندہ کی ران دیکھو۔" ۲۴

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نگے ہونے سے بچو۔" ۲۵

حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص سے گزرے جو غسل کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ بہت ہی حیا فرمانے والا، سب سے والا، پردہ پوشی کرنے والا ہے اور حیا پردہ کو محبوب رکھتا ہے لہذا تم میں سے جب کوئی غسل کرے تو لوگوں کی نظروں سے چھپ جائے۔" ۲۶

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر مجھ پر یکے بعد دیگرے تین مرتبہ موت و حیات واقع ہو تو مجھے اس سے پسند ہے کہ میں کسی کا ستر (شرمگاہ) دیکھوں یا کوئی میری شرمگاہ دیکھے۔ ۲۷

کھارا گانا کی دوسری غیر شرعی اور ہندوؤں کی رسومات کے مماثل رسم یہ ہے کہ دولہا جس گھڑے سے غسل کرتا ہے غسل کرنے اور کپڑے دھونا پینے کے بعد اس گھڑے کا سر پوش یا ڈھکن مقامی زبان میں جسے چھونڑیں کہتے ہیں اونڈھا کر کے کچھ پیسے نیچے رکھ کر کسی سخت جگہ پر رکھ دیتے ہیں جسے دولہا اپنے پاؤں سے خوب زور لگا کر توڑتا ہے۔ جملہ تماشاکی صاحبان باواز بلند بطور شکرانہ اللہ، اللہ کہتے ہیں۔

اس رسم جاہلیت میں متعدد ذرایاں و نقصانات ہیں:

- ۱۔ بلا وجہ برتن توڑنا حرام ہے کیونکہ ایک قیمتی اور ضرورت کی چیز کو ضائع کرنا ہے۔
- ۲۔ سر پوش کے نیچے نقدی رکھنا بھی ناجائز کیونکہ بعض اوقات غمگینوں پر زور سے پاؤں مارنے سے نوٹ کٹ کر ضائع ہو جاتے ہیں اور تصنیع مال حرام ہے۔
- ۳۔ نونوں پر مقدس تحریر و نقش کی بھی بے حرمتی ہے۔ کئی نونوں پر گودرز کے دستخط کے مقام پر سعید احمد لکھا ہوا دیکھا۔ احمد، نبی اکرم ﷺ کا نام مبارک ہے اسے پاؤں سے روندنا اور اس پر جوتا مارنا کتنی عظیم بدعتی و خانہ بربادی ہوگی۔
- ۴۔ قحل میں رواج ہے کہ جب کسی اہم کام کی تکمیل ہو جائے تو سب لوگ ایک زبان ہو کر بطور شکرانہ نعرہ بکیر لگاتے ہیں۔ برتن توڑنے پر نعرہ بکیر بلند کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ مقام شکر کرنے کا نہیں بلکہ گناہ اور نقصان کرنے پر اللہ و انا الیہ راجعون اور استغفر اللہ پڑھنے کا مقام ہوتا ہے۔

سہرا بندی:

کچھ نام نہاد صوفی برسرِ لباندھنا ناجائز کہتے ہیں اور برسرِ مجلس دولہا کے سر سے اترا کر پھینکنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ برسرِ ا کے کرنے اور باندھنے پر حرمت کا حکم صادر فرمانا سراسر جہالت اور تعصب ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک سوال آیا کہ پھولوں کا سہرا جس میں نلکیاں اور پتی وغیرہ نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ جواباً وضاحت کی گئی پھولوں کا سہرا جیسا سوال میں مذکور ہے رسومِ دنیویہ سے ایک رسم ہے جس کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت نہیں، نہ شرع میں اس کے کرنے کا حکم آیا، تو مثل

شرح شریف کا قاعدہ یہ ہے جس چیز کو خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا بتایا ہے وہ اچھی ہے، جسے برا فرمایا ہے وہ بری اور جس سے سکوت فرمایا ہے یعنی شرع سے نہ انکی خوبی نکلے نہ برائی وہ اباحت اصلیہ پر رہتی ہے، اس کے فعل و ترک میں ثواب اور عتاب۔

بالجملہ خلاصہ یہ ہے کہ سیرانہ شرعاً منع ہے نہ ضروری یا مستحب، بلکہ ایک دنیوی رسم ہے۔ کی تو کیا نہ کی تو کیا۔ اس کے سوا جو کوئی اسے حرام، مکنا، بدعت ضلالت بتائے وہ سخت مجنون، برسر باطل اور جو اسے ضروری، لازم اور ترک کو شرعاً موجب تشبیح جانے والا جائے۔

دولہا کے ہاتھ میں چھری:

عام طور پر ہندی کے بعد دولہا کے ہاتھ میں ایسی چھری دی جاتی ہے جو ایک خوبصورت سرخ رنگ کے پتے سے وغیرہ میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے۔ سیر ہندی کے وقت سے لیکر شام تک دولہا لازمی طور پر اسے اپنے پاس رکھتا ہے۔ اب کہیں کہیں چھری کی جگہ آہنی عصا ہاتھ میں پکڑنے کا بھی رواج شروع ہو گیا ہے۔ چھری اور آہنی عصا ساتھ رکھنے کی غرض فقط ایک ہی بتائی جاتی ہے کہ ہاتھ میں چھری وغیرہ ہو تو جنات اور بھوت حملہ آور نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں اگر کوئی آدمی دو چار کلومیٹر کے فاصلہ پر کچا گوشت لیکر جا رہا ہو تو اس میں لوہے کی کوئی چیز یا کوئلہ رکھتے ہیں تاکہ گوشت اٹھانے والے کو بھوت اور جنات نہ چمت جائیں۔

یہ سب ناجائز رسمیں ہیں۔ اگر دولہا یہ گوشت اٹھانے والے یا کسی اور پر جنات کا خطرہ ہو تو دولہا اور گوشت اٹھانے والا آئیہ الکرسی یا آغوز پڑھ لیں انشاء اللہ العزیز جنات حملہ آور نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن ایک بہترین محافظ ہے۔ اگر دولہا خود نہیں پڑھ سکتا تو اس پر کوئی اور آدمی پڑھ کر دم کروے۔

ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک جن کو پکڑ لیا اور اس سے پوچھا کہ انسان تم سے کس طرح بچ سکتے ہیں تو اس نے کہا صبح و شام آئیہ الکرسی پڑھ لیں۔ صبح کو یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس غیبت نے سچ کہا۔ ۳۹

جس گھر میں آئیہ الکرسی پڑھی جائے اس گھر سے شیطان ایک ماہ تک اور جادوگر چالیس دن تک دور رہتے ہیں۔ ۴۰

جو کوئی صبح و شام اپنے اور اپنے بچوں پر آئیہ الکرسی پڑھ کر دم کروے وہ شیطان، جادو اور نظر بد سے محفوظ رہے گا۔ ۴۱

اگر کوئی شخص سوتے وقت آئیہ الکرسی پڑھ لے تو رات بھر دو فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ۴۲

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص روزانہ دس بار آغوز بانٹھ پڑھ لے، اسے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیتا ہے جو کہ اس کو شیطان سے بچاتا ہے۔ ۴۳

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو حضور قلب کے ساتھ آغوز بانٹھ پڑھے تو رب اس کے اور شیطان کے درمیان تین سو پردے حائل کر دیتا ہے۔ ۴۴

دولہا اور دلہن پر پیسے اور جو نچھا اور کرنے کی رسم:

شادی کے موقع پر ادا کی جانے والی غیر شرعی اور جاہلانہ رسومات میں سے ایک رسم یہ بھی ہے کہ جب دلہن والدین کے گھر سے روانہ ہوتی ہے تو گھر کے دروازہ سے نکلنے کے دوران قرہیں رشتہ دار عورت اس کے سر پر جو یا پیسے نچھاؤ کرتی ہے۔ باراتیوں میں سے بچے اور غریب لوگ، پیسے لپٹ لیتے ہیں۔

یہ دونوں رسمیں ناجائز ہیں۔ پیسے نچھاؤ کرنے کی رسم تو اس لیے ناجائز ہے کہ زیادہ تر جو پیسے "دارے" جاتے ہیں وہ کافی تعداد میں تالیوں اور ریت میں گم ہو جاتے ہیں۔ پیسوں کو چھنے کے لئے غریب لوگ سبقت کرتے ہیں جسکی وجہ سے ایک دوسرے کو دھکے بھی دیتے ہیں اور کسی کو چوٹ لگ سکتی ہے بعض اوقات ایک نوٹ دو آدمیوں کے ہاتھ میں آ جاتا ہے تو ہر ایک آدھا آدھا نوٹ لے جاتا ہے۔

کوئی نوٹ اور سکہ اس چیز سے خالی نہیں کہ اس پر کچھ لکھا ہو نہ ہو بعض اوقات نوٹوں، نہایت ہی واجب التعظیم مقدس کلمات اور نقش ہوتے ہیں اور ایسے نوٹ غلامت والی تالیوں میں گر جائیں یا پامال ہوں تو کتنی تو جین اور جرم ہوگا۔ بہر حال پیسے ہوں یا تاج، اس طرح پھینکنے کے نہ صرف بہت سارے نقصانات ہیں بلکہ یہ صریحاً فضول خرچی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا!

وَلَا تَبْذُرُوا مَالَكُمْ يَوْمَ الْاِخْتِارِ (اسرائیل: 26-27)

اور بے جا خرچ نہ کرو یقیناً بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو اسراف اور ناجائز خرچ کو تزییر کہتے ہیں، تزییر اسراف سے زیادہ بری ہے اس لیے تزییر پر سخت وعید آئی ہے، نوٹ اڑانا اور جو پھینکنا بھی تزییر ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین کاموں کو ناپسند فرمایا!

۱۔ فضول باتیں کرنا۔

۲۔ مال کو ضائع کرنا۔

۳۔ بہت زیادہ سوال کرنا اور مانگنا۔ ۵۵

منہائی نچھاور کرنا:

بعض برادریوں میں ایک غلط و ناجائز رسم یہ بھی ہے کہ کھارا گانا کے بعد دولہا پر منہائی نچھاور کی جاتی ہے، حالانکہ اس طرح منہائی نچھاور کرنے میں بہت خرابیاں ہیں:

۱۔ اکثر منہائی ریت میں مل کر ضائع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اشیاء خوردنی کی توہین ہے۔

۳۔ آئے ہوئے مہمانوں کو منہائی پیش کرنے کا جنگ آمیز طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں

زلف کشائی کے موقع پر بھی منہائی کی "ہولی" کی جاتی ہے۔ بعض مرتبہ خانقاہوں پر بھی نذر و نیاز کی اشیاء خوردنی ایسے جاہلانہ رویے سے تقسیم کی جاتی ہیں۔

دولہا زنان خانہ میں:

دولہا اور بارات جب دہن کے گھر پہنچتے ہیں تو اولاً نکاح پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں دولہا ایک دو آدمیوں سمیت زنان خانہ میں چلا جاتا ہے۔ دولہا کا جب نکاح پڑھا جاتا ہے تو اکثر لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ اب دولہا کو گھر بھیج دیا کیونکہ اس کا عورتوں میں جانا جائز ہو گیا ہے، حالانکہ اس کا نکاح تو ایک عورت سے ہوا ہے اس کے پاس جانا تو جائز ہو گیا تمام تر عورتیں جو شادی میں شریک ہیں اسکے پاس جانا یا بیٹھنا تو جائز نہیں ہوا۔ وہاں پر جتنی عورتیں ہوتی ہیں وہ دولہا کو دیکھتی ہیں۔ سالی وغیرہ دولہا کو کھانا

اور خوش دامن دولہا کو سونے کی انگلی پیش کرتی ہے۔ دولہا ہر تقریب میں اسے پہننا لازمی سمجھتا ہے۔ انگلی گم ہونے یا فروخت کرنے کی صورت میں کچھ سسرالی داماد سے باز پرس بھی کرتے ہیں۔ غریب خاندان کے لوگ بجائے سونے کی انگلی کے چاندی کی انگلی پیش کرتے ہیں۔

بعض رزائل خاندان کے لوگ عورتوں سے بھی سلامی وصول کرتے ہیں اور انکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ دولہا کے گھر میں جتنی عورتیں ہوتی ہیں خواہ محرمات ہوں، غیر محرمات ہوں، نوجوان ہوں یا کنواریاں سب کے سر پر دولہا باری باری ہاتھ رکھتا جاتا ہے اور وہ کچھ نقدی پیش کرتی ہیں جسکی فہرست بنائی جاتی ہے اور یہ سلامی بھی نیوٹا کی طرح قابل واپسی ہوتی ہے۔

بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا:

بلا عذر اجنبی مرد اور عورت کا ایک دوسرے کو دیکھنا اور ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا منع ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَخْضَعُوْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا اَرْوَاحَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكَى لَّهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَّقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَخْضَعْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (نور: 31-30)

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت سہرا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! عورت چھپانے کے لائق ہے۔ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے۔ ۳۶

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لَعَنَ اللّٰهُ الشَّاطِرَ وَالتَّنْظُرَ اِلَيْهِ۔ دیکھنے والے پر اور جس کی طرف نظر کی گئی دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ۳۷

زنان خانہ میں دولہا، "سالا" یعنی اس کا محافظ اور تیسرا مرد سلامی لکھنے والا، ان سب کا عورتوں کے پاس جانا اور ان تینوں کو دولہا کی "سالی" کا کھانا کھانا اور کھانا کھانے کے بعد بطور

”مصلوا“ سالی کا ان سے پیسے لینا بہت بڑا گناہ ہے حیاتی اور فتنے کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس موقع پر شادی والوں کے گھر میں آئی ہوئی عورتیں سب کی سب دولہا کو بڑی ہی چاہت سے دیکھتی ہیں اور دولہا بھی انہیں دیکھتا رہتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث پاک کی روشنی سے یہ سب کے سب لھنتی ہوئے۔

تہائی میں عورتوں کا دیکھنا اور ان کے پاس جانا بہت بڑا گناہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جن عورتوں کے شوہر غائب ہیں ان کے پاس نہ جاؤ کیونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے خون کے دوران کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ سے بھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھ سے بھی مگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ وہ اسلام لایا۔ ۳۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب مرد عورت کے ساتھ تہائی میں ہوتا ہے تو قیسرا شیطان ہوتا ہے۔ ۳۹

جس طرح مرد کے لئے اجنبی عورت کو بلا عذر قصد ادیکھنا جائز نہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی جائز نہیں کہ غیر مرد کو دیکھیں چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما حاضر تھیں تو حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آگئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کو فرمایا کہ پردہ کرلو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نا بیجا ہیں ہمیں نہیں دیکھیں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں اندھی دو، یہ تم انہیں نہیں دیکھو گی۔ ۴۰ نبی اکرم ﷺ نے جب نا بیجا آدمی کو دیکھنے سے منع فرمایا تو بیجا کو دیکھ کر کیونکر چار ہوگا؟

سالیوں وغیرہ کا بہنوئی ”سبالا“ اور سلامی دینے والوں کی فہرست تیار کرنے والا، ان تینوں سے پردہ بہت ضروری ہے بشرطیکہ سبالا وغیرہ محرم نہ ہو اور فہمی مذاق کرنا تو مزید بے حیائی اور فتنہ ہے۔

ساس کا داماد کو بطور تحفہ سونے کی انگوٹھی پیش کرنا:

دولہا کو خوش دامن یا کوئی اور اگر سونے کی انگوٹھی پیش کرے تو اس کا پہننا حرام ہے۔ مسلسل پہننا یا ایک لفظ کے لئے پہننا برابر کا حکم رکھتا ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا جو جھٹل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا۔ کہ کیا بات ہے تجھ سے بتوں کی بو

آتی ہے تو اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔ پھر وہ بے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات ہے کہ میں تم پر جہنیموں کا زیور دیکھتا ہوں؟ اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس چیز کی انگوٹھی بنواؤں؟ فرمایا چاندی کی اور ایک مشقال پورا نہ کرو (یعنی وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو)۔ ۴۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے داہنے ہاتھ میں ریشمی اور بائیں ہاتھ میں سونا، پھر فرمایا: اِنَّ هَذَيْنِ خَيْرٌ لِّكَ مِنْ ذَاكَ اَلْحَقِیْ۔

یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ۴۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص جہنم کے انگارے کا ارادہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو کسی نے اس شخص سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اتار اور کسی کام میں لانا تو انہوں نے کہا۔

وَاللّٰہُ لَا اَخْذُهَا اَبَدًا وَ قَدْ طَرَحَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ۔ خدا کی قسم میں اسے کبھی نہ لوں گا جب کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے پھینک دیا۔ ۴۳ سبحان اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کس قدر اپنے آقا ﷺ کے ساتھ عقیدت تھی۔ اگر آپ ﷺ نے سونا بھی پھینک دیا تو انہوں نے اسے اٹھانا اور لینا گوارہ نہ کیا واقعی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، رسول اللہ ﷺ کے اس فرمانِ عالیشان کی تصویر تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَتَّکِفَ ہَذَا ثَلَاثًا یُعَاقِبُنَا جَنَّتْ بِہِ۔ تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک انکی پسند و خواہش اسکے موافق و تابع نہ ہو جو کچھ میں (احکام) لیکر آیا ہوں۔ ۴۴

کچھ مساحبان سونے کی انگوٹھی پہننے کا یہ حیلہ بھی تراشتے ہیں کہ ایسی انگوٹھی سفر میں پہننی جائز ہے کیونکہ اگر زائد سفر ختم ہو جائے تو پھر انگوٹھی فروخت کر کے ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں یہ سراسر غلط ہے۔ جیسے گھر میں مرد کیلئے سونے کے زیورات حرام ہیں ایسے سفر میں بھی حرام ہیں۔ رسی ضروریات سفر کی بات تو اس کے متبادل کنی حل ہیں (۱) سونے کی انگوٹھی جیب میں رکھ لی جائے اگر ضرورت

پڑے تو فروخت کر سکتے ہیں (۲) قیمتی موبائل سینت بھی سفر میں ساتھ رکھا جاسکتا ہے۔ بوقت ضروریات اسے فروخت کر کے کم قیمت موبائل خرید لیا جائے باقی پیسوں سے ضروریات سفر پوری کی جاسکتی ہیں۔

عروسی لباس:

دلہن کو رخصت کرنے کی جب تیاری ہوتی ہے تو اسے عام طور پر ایسا عروسی لباس پہنا یا جاتا ہے جو بازار سے بہت ہی جگے دام دستیاب ہوتا ہے۔ بالعموم سال میں دو بار عروسی لباس کی نئی ورائٹی بازار میں آتی ہے۔ شومئی قسمت سے اکثر و بیشتر عروسی لباس اتنا باریک ہوتا ہے کہ دوپٹے کے اندر سے دلہن کے بال، سر اور گردن واضح نظر آتے ہیں عام اوقات میں بھی عورتوں کا جو لباس ہوتا ہے 90% ایسا ہوتا ہے کہ زیب تن کرنے کے باوجود ان کا بدن و جسم خوب جھلک رہا ہوتا ہے اور صاف صاف اعضاء نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ مردانہ لباس بھی باریک ہونے کے لحاظ سے عورتوں کے لباس سے کم نہیں۔ گرمیوں میں لان، کاٹن وغیرہ کی مردوں کے لئے جو ورائٹی دستیاب ہوتی ہے اتنی باریک، پتلی ہوتی ہے کہ مردوں کی رانیں صاف نظر آ رہی ہوتی ہیں سارے بدن کا رنگ جھلک رہا ہوتا ہے اور جسم پر بال بھی دکھائی دے رہے ہوتے ہیں۔ کئی بھلے مانس امام بھی ایسا لباس پہن کر لوگوں کی نمازیں ضائع کرتے رہتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا باریک کپڑے پہن کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے رخ انور پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دینا چاہیے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ ۵۵

حضرت علقمہ بن ابی علقمہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبد الرحمن رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک دوپٹہ اوڑھ کر آئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا دوپٹہ پھاڑ دیا اور موتا دوپٹہ عطا فرمایا۔ ۵۶

بنو حنیملہ کی چند عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس باریک لباس پہن کر آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنَاتٍ فَلَيْسَ لَكُمْ بِبِلَاسٍ اَلْمُؤْمِنَاتِ۔

اگر تم ایماندار ہو تو یہ لباس ایمان والوں کا نہیں اور اگر ایمان دار نہیں ہو تو تم باری مرضی۔ ۵۷
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو زخموں کی دو قسموں کا ذکر فرمایا کہ میں نے انہیں نہیں دیکھا۔۔۔ فرمایا دوسری قسم نساء کاسینات عاریات وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود نکلی ہوں گی۔ ۵۸

لباس پہننے کے باوجود ننگے ہونے سے مراد یہ ہے۔ ۱۔ بدن کا کچھ حصہ ڈھانچیں گی اور کچھ نکال رکھیں گی۔ ۲۔ اتنا باریک کپڑا پہنیں گی کہ بدن کے رنگ کو نمایاں کرے گا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا لباس پہننے کے باوجود اس کے شکر سے عاری ہوں گی۔
عروسی لباس کی حفاظت:

عروسی لباس کی بہت حفاظت کی جاتی ہے خصوصاً جلنے سے اسے ہر ممکن محفوظ رکھا جاتا ہے جلنے کی صورت میں بدشگون لیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر دلہن کے لباس پر چھوٹی سی چنگاری بھی پڑ جائے تو پھر عمر بھر اس دلہن کا لباس آگ سے محفوظ نہیں رہ سکتا بلکہ دلہن سے عداوت رکھنے والی عورتیں چوری اور چھپ کر عروسی لباس جلانے کی کوشش کرتی ہیں۔ تاکہ تازست اس کا لباس آگ سے محفوظ نہ رہے عروسی لباس اور ”وری سوئی“ کے سامان میں سرخ رنگ کو ترجیح دی جاتی ہے اور سیاہ رنگ سے بدشگون لیا جاتا ہے۔ اگر بھول کر بھی ”وری سوئی“ کی سوہ ڈیڑھ سواشیاہ میں سے ایک سیاہ رنگ کی آجائے تو اسے فوراً الگ کر دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دلہن کے بناؤ ستھار کے وقت ایسی عورت کو قریب نہیں آنے دیا جاتا جو بیوہ ہو چکی ہو یا بانجھ۔ اس کام کے لیے خوشحال عورت کا تعین نیک فال اور بد حال خاتون کا قریب آنا بدشگون سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ بالا نظریات عند الشریعہ نا پسندیدہ ہیں۔ ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

دلہن روانہ کرنے کی رسم:

کہیں کہیں یہ ناجائز رسم اور رواج بھی ہے کہ دلہن کو رخصت کرتے وقت دلہن کے محارم میں سے کوئی ایک آدمی دلہن کو اپنی گود میں لے کر تمام باراتیوں کے سامنے آ کر سواری میں بٹھاتا ہے۔

سلمان عروکی اور "وری سوئی" کا اہم جزو ناخن پالش ہے۔ اگر ناخن پالش "وری سوئی" میں نہ ہو تو اسے نامکمل سمجھا جاتا ہے۔ ناخن پالش کے متعلق کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ یہ خیر کی چیز ہے یا شر کے تیار ہوتی ہے اس لئے حرام ہے۔ یہ غلط مشہور ہے۔ بغیر تحقیق کے کسی چیز کے متعلق یہ کہنا جائز ہے کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہے البتہ اس کے استعمال میں ایک بڑی یہ قیاحت ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کے ناخنوں پر اسے لگانے سے اور ان پر وائر پروف مواد کی تہ جم جانے سے وضو کا پانی ناخنوں تک نہیں پہنچتا۔ ایسی صورت میں ناپاک عورت اگر غسل کرے گی تو وہ پاک نہیں ہوگی۔ اگر بے وضو ہو جائے تو وضو بھی اس کے ہوتے ہوئے نہیں ہوگا۔ جب تک عورت ناخن پالش کو اپنے ناخنوں سے نہیں کھر پے گی اس وقت تک غسل اور وضو اسے حاصل نہیں ہوگا۔ لہذا اگر بازار میں ایسی ناخن پالش دستیاب ہے جو پانی کے لئے مانع نہیں تو اسے استعمال کرنا چاہیے اور اگر وائر پروف کے علاوہ میسر نہیں تو پھر بہتر ہے کہ اسے استعمال نہ کیا جائے۔ اگر استعمال کریں تو پھر وضو اور غسل کے وقت اسے کھر چنا لازم ہوگا کیونکہ بدن سے ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں جس خاتون کے میں ناخن خشک رہ جائیں وہ کیسے طہارت اور پاکی حاصل کرے گی۔ غفلت کی صورت میں نہ نماز جائز نہ مس قرآن۔ فرضیکہ جن عبادات کے لئے غسل اور وضو ضروری ہے ناخن پالش کے ہوتے ہوئے نہ وضو ہوگا اور نہ غسل نہ صرف ایسی عبادات بے سود ہوں گی بلکہ گناہ بھی ہوگا اور جب تک ایسی عورت گھر میں رہے گی تو وہ گھر رحمت سے محروم رہے گا۔ نیز ناخن پالش کے ہوتے ہوئے اگر عورت مر جائے تو پھر اس کی میت کا غسل بھی نہیں ہوگا۔ جب غسل نہ ہوگا تو نماز جنازہ بھی نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے تو بال دھوؤ اور جلد صاف کرو۔ ۴۹

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص غسل جنابت میں ایک بال بے دھوئے چھوڑے گا اس کے ساتھ آتش سے ایسا ایسا کیا جائے گا یعنی عذاب دیا جائے گا۔ ۵۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ فرشتے اس گھر

میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر، کتا اور جنابت والا ہے۔ ۵۱

روغنائی اور دلہن کے محاسن و نقائص بیان کرنا:

شب زفاف کے بعد روغنائی کی قبیح رسم ادا ہوتی ہے۔ دلہن پٹنگ یا چارپائی پر چہرہ اوزد کر بیٹھ جاتی ہے۔ دولہا اور دلہن کے سب رشتہ دار، محارم اور غیر محارم عورتیں، مرد اپنے، پرانے سب کے سب باری باری دلہن کا چہرہ دیکھتے ہیں اور دلہن کو کچھ نقدی دیتے ہیں۔ اسے "منہ ڈھاوی" کہتے ہیں۔ بعد ازاں دلہن اپنے رخ سے نقاب ہٹا لیتی ہے۔ اگرچہ یہ رسم کسی قدر سکرگنی ہے لیکن پھر بھی شرعی دائرے سے کافی کچھ خارج ہے کیونکہ اس وقت اگرچہ غیر کفو کے لوگ دلہن کا چہرہ نہیں دیکھتے لیکن برادری اور کفو کے لوگ تو حسب دستور دیکھتے ہیں، حالانکہ دلہن کے محارم و زوج کے علاوہ جتنے مرد ہیں، خواہ رشتہ دار کیوں نہ ہوں ان کیلئے بلا حذر قصد دلہن کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، اور دلہن کا انہیں چہرہ دکھانا منع ہے۔

جو عورتیں دلہن کا چہرہ دیکھ کر واپس جاتی ہیں ایک گناہ و بھی کماتی ہیں۔ اپنے خاوند سے دلہن کا حسن و جمال خوب بیان کرتی ہیں یا دلہن بد صورت ہو تو پھر اس کے عیب، نقائص و بد صورتی بیان کرتی ہیں حالانکہ عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اجنبی عورت کا حسن و جمال یا بد صورتی اپنے خاوندوں سے بیان کریں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ ہو کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ رہے۔ فَتَتَعَثَّهَا لِزَوْجِهَا كَالَّذِیْ یَنْظُرُ الْبَنَاتِ۔ پھر وہ عورت اس کا حال اپنے خاوند سے بیان کرے گویا یہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۵۲

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیور کے متعلق کیا حکم ہے۔ فرمایا: اَلتَّحْنُوتُ اَنْتُوْتُ دِیورِ مَوْتِ ہے۔ یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے۔ ۵۳

بھابھی اور دیور کے درمیان فتنے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اور اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ دیور کا جب بڑے طریقے سے اختلاط ہو تو بھابھی نے دیور کے ساتھ ٹکان کرنے کی خواہش سے اپنے شوہر کو موت کی گھاٹ اتار دیا۔ اگر خاوند نے ٹھک آ کر بیوی کو خلاق دے دی تو اس عورت نے دیور

کے ساتھ نکاح کرنے کا مطالبہ کیا۔ بہر حال مذکورہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ دلہن کا چہرہ دیکھنے والی عورتیں اپنے شوہروں سے اس کا حسن و جمال بیان نہ کریں اور نہ ہی بد صورتی بیان کریں کیونکہ عیب بیان کرنے کی صورت میں غیبت، لگہ اور شکوہ ہوگا جو کہ زنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وَلَا يَلْبِسُ بِلَبْسِهَا وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا إِلَّا لِيَتَفَقَّهَ فِيهَا وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهَا إِلَّا لِيَتَفَقَّهَ فِيهَا۔

نیک اور پاکدامن عورت کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو بدکار عورت کی نگاہ سے بچائے کیونکہ وہ مردوں کے ہاں اس کی شکل و صورت بیان کرے گی۔ لہذا پاکدامن عورتوں کے لیے بہتر ہے کہ بدکارہ کے سامنے اپنا دوپٹہ بھی نہ تاریں۔

مرد، عورت ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں:

کچھ جبلا اور غیر مہذب لوگ ایسے بھی ہیں جو شب زفاف کے تمام تر راز اپنے دوستوں کو بے تکلف بتا دیتے ہیں۔ شب اول میں بیوی سے جو کچھ گفتگو ہوئی اور حقوق زوجیت ادا کیے تمام تر مخفی امور برسر مجلس اگل دیتے ہیں۔ کچھ احمق ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی یا بیوی کے چہرے کے خور ہو جاتے ہیں۔

شب زفاف ہو یا اس کے علاوہ حقوق زوجیت کا دوست احباب کے سامنے بیان یا اس حوالے سے احباب کا فرمائش کرنا بہت بڑی نااہلی ہے۔ قرآن پاک میں سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَهُنَّ لِبَاسٌ قَلْبٌ وَأَلْبَسْنَهُنَّ لِبَاسًا قَلْبًا (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

وہ تمہارے لیے پردہ اور لباس ہیں اور تم ان کے لیے پردہ اور لباس۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کا یہ حصہ بہت توجہ طلب ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں۔ لباس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ لباس انسان کے لیے ایسا پردہ ہے کہ انسان کے ہر عیب کو چھپاتا ہے۔ ایسے ہی نیک خاوند اور صالح بیوی ایک دوسرے کے لیے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے پردہ ہیں۔ جو عورت اور مرد ایک دوسرے کی پردہ پوشی کی بجائے پردہ وری کرتے ہیں وہ آیت کریمہ کے اس حصہ پر نظر ڈالیں کہ کیا واقعی ہم ایک دوسرے کے لیے لباس ہیں یا

نہیں؟ اپنی غلطی کا احساس کریں۔ شرم و حیا کے دائرے کے اندر رہ کر زندگی گزاریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عورت اور مرد کے لیے بہت کچھ ارشاد فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَشْبَهَ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَثَلَةَ تَيَوْمَرِ الْبَيْتِ الْمَمْنَةِ الرَّجُلُ يُغْضِي إِلَى امْرَأَتِهِ وَتُغْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ بَيْنَهُمَا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین درجہ والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس کے پاس آئے پھر خاوند اپنی بیوی کا راز ظاہر کر دے۔ ۵۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حیا اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔ ۵۶

ولیمہ یا قرض وصول کرنے کا بہانہ؟

شادی بیاہ کے موقع پر دولہا، دلہن اور ان کے والدین کو نقدی کی صورت میں جو رقم دی جاتی ہے اسے نیوتا، منیدر۔ سلامی اور ”روٹی“ کہتے ہیں۔ وصولی کے وقت رقم دینے والے کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے ہاں منعقد ہونے والی ایسی ہی کسی تقریب میں یہ قرض واپس کر دیا جائے۔ صوبہ پنجاب میں رہنے والی اکثر برادریوں میں یہ پیسہ قرض کی حیثیت رکھتا ہے نیز ولیمہ اور ”منجھ“ کا بدل ہوتا ہے، اگر کسی آدمی کو نیوتا اور سلامی دیے عرصہ دراز گزر گیا ہو اور اس کا بیٹا یا بیٹی جوان بھی نہ ہو جس کی شادی رچانے سے اپنی دی ہوئی رقم واپس لے سکے تو وہ کسی بچے کے ختنہ پر شادی کا اہتمام کر لیتا ہے۔ آمد خرچ کا احساس کرتے ہوئے کہتا ہے ”کافی عرصہ سے برادری اور وسیب والوں کی شادیوں پر پیسے دے رہے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ کوئی ہمارے پیسے واپس کرنے کو تیار بھی ہے یا نہیں۔“ اگر کسی طرف سے رقم کی وصولی نہ ہو تو آئندہ کے لیے اس کے ہاں شادی پر جانا گوارہ نہیں کیا جاتا۔ اسی بنا پر نیوتا اور سلامی کو غلط اور بری رسم کہنا ہے جانہ ہوگا۔

نیوتا کی رسم قطع تعلقی، لڑائی جھگڑے اور نفرت کی جز ہے اس لیے اسے متروک کرنا بہتر ہے۔ راقم الحروف کی دید و شنید سے نیوتا کے متعلق جو واقعات گزرے ہیں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ نیوتا قرض ہے تحفہ نہیں اور جن برادریوں میں نیوتا بطور تحفہ دیا اور لیا جاتا ہے ان کے بارے قائم کردہ اس

رائے میں کچھ کلام نہیں۔

(۱) کچھ خاندانوں میں یہ اصول ہے کہ اگر ایک شخص نے یکے بعد دیگرے پانچ چھ بیویاں اور بیویوں کی شادی کی اور شادی پر آنے والا ہر آدمی تمام تقریبات میں ہر مرتبہ نیوتا، نیندر اور سلائی دینا رہا، تو پانچ مرتبہ پیسے دینے والا جب اپنے بیٹے اور بیٹی کی شادی پر اسے بلائے گا تو ایک سی مرتبہ ساری دی ہوئی رقم وصول کرے گا ورنہ آئندہ کے لیے اس آدمی کے ساتھ خوشی کی تقریبات میں شمولیت کا علاقہ نہیں رہیگا کیونکہ جتنی رقم اس نے وصول کی تھی وہ ساری کی ساری واپس نہیں کی۔

(۲) اگر کسی شخص نے ایک آدمی کے ولیمہ پر 500 روپے دیئے تو وہ اپنے ولیمہ پر اسے ضرور دعوت دیتا ہے تاکہ دی ہوئی رقم وصول ہو۔

(۳) نیوتا کی وصولی اور لین دین تمام برائیوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے۔ ولیمہ پر آنے والے مہمان اگر رقم مکمل جمع نہ کرائیں تو میزبان علانیہ کہتا ہے کہ ہم نے اتنے پیسے دیئے تھے اور تم تقوٰنہ دے دے رہے ہو۔ برائے مہربانی ایک مرتبہ تو واپسی مکمل کرو آئندہ کے لیے ہمارے ساتھ شادی خوشی رکھنے کا آپ کو اختیار ہے۔ وہ بیچارے ذلت اور ہتک کا سامنا کرتے ہوئے شادی میں شامل ہونے والوں سے کچھ قرض لے کر اس میزبان کا کھانا پورا کر دیتے ہیں۔

(۴) نیندر وصول کرنے کے لیے کچھ شادی والے کھانا کھانے کے دوران مہمانوں کے درمیان پرات، کاپی اور قلم لے کر چنڈ جاتے ہیں تاکہ دی ہوئی رقم میں سے کوئی کمی بیشی نہ کر جائے۔ اگر کوئی مہمان 30/40 روپے کم دے تو اس کا لیت و لعل اور مال منول نے بغیر نقدی وصولی کی کوشش کی جاتی ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص نیوتا اور سلائی وصول کرنے کے باوجود نیوتا اور سلائی دینے والوں کی شادی میں شامل نہ ہو اور انکا نیوتا واپس نہ کرے تو بعض گھنیا لوگ پیغام بھیج کر اپنا دیا ہوا پیسہ طلب کرتے ہیں، بلکہ مشہور کی بات ہے کہ ایک زمیندار نے اپنے بھتیجے کے غصہ پر شادی رچائی اور جو حضرات شامل نہ ہو سکے اور لیا ہوا پیسا واپس نہ دیا تو دوسرے دن اس نے اپنا لگی روایت کیا کہ جا کر فلاں فلاں سے جو ہمارا لیا ہوا "نیندر" نیوتا واپس کر دو۔ "مرواپسی کا مطالبہ نہ ہو تو کم از کم یہ کلمات ہر محفل میں انکی زبان پر رہتے ہیں کہ فلاں فلاں آدمی دعوت کے باوجود نہیں آئے ہمارے پیسے ضبط کر

گئے، بڑی غلطی کی تھی جو انہیں نیوتا دیا تھا۔ آئندہ کے لیے ایسے آدمی سے کسی صورت میں بھی شادی، خوشی کا تعلق رکھنا رو انہیں سمجھتے۔ اگر ناوبندہ کسی مجبوری کے تحت پھر انہیں شادی میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائے تو اولاد وہ ان سے معافی مانگتا ہے پھر اصل رقم واپس کرتا ہے بعد ازاں انکا قصہ سر ہوتا ہے اور وہ نیم زبان سے کہتے ہیں "ہماری فکر نہ کرو ہم شامل ہو جائیں گے"۔

(۶) ولیمہ اور "جنگ" میں شامل ہونے والے صاحبان اگر کھانا کھانے کے بعد کچھ دیئے بغیر واپس چلے جائیں تو ان سے خاص طور پر نیندر کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے "انکی حالت دیکھو کھانا کھالیا اور نیوتا نہیں دیا"۔ اگر شادی والے مطالبہ کرنے میں عار محسوس کریں تو پھر کم از کم انہیں دیگر تقریبات میں دعوت دینا گوارا نہیں کرتے۔

(۷) اگر کوئی آدمی بیٹے وغیرہ کی شادی پر ملحقہ سے نیوتا اور سلائی وصول کر کے دوسرے علاقہ میں منتقل ہو جائے تو پہلے علاقہ والے اپنی دی ہوئی رقم وصول کرنے کی غرض سے اسے ضرور شادی میں بلواتے ہیں۔ اگر اسے دعوت نہ دے سکیں یا اطلاع کے باوجود وہ نہ آئے تو پھر کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ہم سے پیسے لے کر یہاں سے چلا گیا ہے آئندہ ایسے غیر مستقل رہائشیوں کے ساتھ خوشی وغیرہ نہیں رکھنی۔

(۸) ولیمہ پر مدعو صاحبان یا امر مجبوری حاضر نہ ہو سکیں تو کسی آدمی کے ہاتھ سلائی اور نیوتا بھیج دیتے ہیں تاکہ بعد میں شادی والے قیل و قال نہ کریں اور آئندہ کے لیے تعلق بھی قائم رہے۔

(۹) اکثر برادریوں میں دی جانے والی رقم اشیاء خورد و نوش کی قیمت کے حساب سے ہوتی ہے۔ بعد ازاں قریب قریب تھل میں نیوتا ۵ روپے سلائی ۵ روپے تھی۔ مہنگائی کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہا۔ اس وقت شہروں سے بہت کر جتنی آبادیاں ہیں ان میں بالعموم نیوتا ۵۰۰ روپے سلائی ۳۰۰ روپے قدرے کمی بیشی کے ساتھ مروج ہے۔ اگر برادری اور خاندان کے ایک ایسے فرد کو ایک ماہ میں دس شادیوں میں شمولیت کی دعوت مل جائے جو چھ سات بچوں کی پرورش کرنے کے لئے محنت و مزدوری میں مبتلا ہو تو اس بیچارے کے لیے ایک صدمہ اور تشویش کا معاملہ بن جاتا ہے۔ اگر شامل نہیں ہوتا تو ہمیشہ کے لیے برادری کی طرف سے گالی گلوچ، لعن و طعن اور ہر محفل میں تداامت و شرمساری۔ فرض کہ ایسے آدمی کے لیے اولاد کے رشتوں کا معاملہ بھی تکلف ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص برادری اور علاقہ میں

رہنے کے لیے رقم کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔ ہر ملنے والے سے سوال کرتا ہے کہ مجھ پر منت و احسان کرو اتنے وقت کے لیے 8/10 ہزار روپے دے دو۔ لیکن مال دار اور دنیا دار ایسے لوگوں کو قرض دینا مال ضبط ہونے کے مساوی سمجھتے ہیں۔ آخر کار وہ بے بس آدمی گھر میں کھانے کے لیے محفوظ گندم یا معصوم بچوں کے لیے دودھ دینے والی بکری فروخت کر کے برادری اور علاقہ کا نبوت، نیندر، سلامی اور نیکیں جمع کرواتا ہے۔ یہ ہوئی شادی خانہ آبادی بلکہ خانہ برادری۔

(۱۰) نبوت طعام کی نوعیت کے مطابق دیا جاتا ہے۔ شادی والے جس قدر زیادہ دشمن اور کھانے پیش کریں گے اسی قدر رقم وصول کرنے کے خواہاں ہوں گے۔ ولیمہ اور ”جج“ کے مختلف پہلو:

موجودہ دور میں اکثر ولیموں اور ”جج“ میں فقط برادری، دوستوں اور امیر کبیر لوگوں کو بلایا جاتا ہے، غریب اور کم پیر دینے والوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے حالانکہ ایسے ویسے کے طعام کے متعلق نبی کریم ﷺ نے بہت بڑی وعید ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت ابو حریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ثُمَّ الطَّعَامُ طَعَامُ التَّوَلَّيْتُهُ يُدْخِلُنِي الْغَنَاءَ وَ يُخْرِجُنِي الْفَقْرَ أَوْ مَن تَرَكَ الدُّعَا فَفَقِدَ عَفِيَّةَ اللَّهِ وَ رُسُولَهُ.

بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لیے مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی۔ ۷۵ ذکر کردہ حدیث کی روشنی میں غریب اور امیر دونوں کو ولیمہ میں بلوانا چاہیے اور ان سے ہاروا سلوک نہیں کرنا چاہیے جس طرح بعض لوگ کرتے ہیں کہ غریب لوگوں کے لیے ایک لاغر بھیئس ذبح کر کے سمندر میں بہا دی تاکہ عمر بھر شور باختم نہ ہو، دنیا دار اور زیادہ نبوت دینے والوں کے لیے اعلیٰ و مرغین اور مکلف کھانے تیار کر لیے۔ ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں غریبوں کو ذلت اور حقارت سے کھانا کھانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی مولیٰ لیتا ہے۔

عصر حاضر میں اکثر و بیشتر لوگ ولیموں میں ماحضر پر قناعت نہیں کرتے اور نہ سادگی سے کام لیتے ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مسابقت اور بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، ناموری اور شہرت حاصل

کرنے کے لیے ناجائز ذرائع سے قرض حاصل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ رسول اکرم ﷺ نے جس طرح ولیمہ کا حکم دیا، یا خود ولیمہ فرمایا اس طرح ولیمہ کرنے سے اجز بھی ہے اور سودی قرض لینے سے بھی نجات۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اُولَئِمٌ وَلَوْ بِشَاةٍ۔ تو ولیمہ کر اگر چہ ایک بکری سے ہو۔ ۷۸ حضرت صفیہ بنت شیبہ فرماتی ہیں کہ: اَوَّلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيَّ بَعْضَ نِسَائِهِ بِشَتَيْنِ مِنْ شَعِيرٍ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعض بیویوں کا دودھ (سوا و سیر) جو سے ولیمہ کیا۔ ۷۹ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اَوَّلَمَ عَلَيَّ صَغِيْرَةٌ بِسَوِيْقٍ وَ شَعِيْرٍ۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ پر ستوا اور چھواروں سے ولیمہ کیا۔ ۸۰

دور حاضر میں کئے جانے والے ولیموں کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک سوال آیا کہ ایک آدمی ولیمہ بارادہ سنت نہیں کرتا بلکہ نام وری و برادری سے سرخ روئی مقصود ہے اور کہتا ہے چونکہ اس دفعہ لوگوں کے ہاں کھانا کھا آئے ہیں لہذا برادری کو کھانا ضروری ہے۔ ہمارے پاس کچھ ہوند ہو، دعوت ضرور کرنی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

”شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت کرنا ولیمہ ہے۔ رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں۔ یوں ہی بعد رخصت اور قبل زفاف اور ریادنا موری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے۔ جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتدائے نیت محمود نہیں۔“ ۸۱

بعد حاضر بارات جب ولیم والوں کے گھر جاتی ہے تو دولہا والے اپنے ساتھ کافی تعداد میں باراتی لے کر جاتے ہیں اور ان سب کو کھانا ولیم والوں نے پیش کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات پہلے طے ہو جاتی ہے کہ دولہا کے ساتھ اتنی تعداد میں لوگ آئیں گے، لیکن بعض اوقات طے شدہ سے بہت زیادہ بھی چلے جاتے ہیں اور اس بات کا ساتھ جانے والوں کو علم بھی ہوتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے ۱۰۰ آدمی کی اجازت تھی اور ہم ۲۰۰ جا رہے ہیں۔

دوسرے صورت میں بعض اوقات دونوں طرف سے باراتوں میں مقابلہ ہو جاتا ہے۔ اگر پہلی بارات میں مقررہ حد سے لوگ زیادہ آجائیں تو دوسرے دن ان کے ہاں جب بارات جاتی ہے آنے والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم اتنے باراتی ساتھ لے جائیں کہ ان کا کھانا ختم ہو جائے اور وہ

خوب شرمندہ ہوں۔

علاوہ انہی ولیمہ کے موقع پر بھی دعوت ایک آدمی کو ہوتی ہے لیکن مدعو حضرات اپنے مہمانوں اور دوستوں کو کھانا کھلانے کے لیے گازی بھر کے ضیافت والوں کے گھر پہنچ جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا شرع کے بالکل خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو چور اور لیسرا کہا ہے اور ایک مرتبہ آپ کے ساتھ بھی مقررہ تعداد سے فقط ایک آدمی زادہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت مانگی اور فرمایا ورنہ ہم اسے (واپس) بھیج دیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔
وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِهِ دَعْوَةً دَخَلَ سَارِقًا وَغَيْرُهُ مُعْتَدِلٌ۔

اور جو شخص بغیر دعوت کے پہنچ جائے وہ چور ہو کر گیا اور لیسرا اور ربن ہو کر نکلا۔ ۶۲

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انصاری شخص تھا جس کی کنیت ابو شعیب تھی۔ اس کا ایک غلام گوشت فروخت کرتا تھا۔ اس نے اپنے نام سے کہا میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ کے لیے کافی ہو، تاکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں۔ چنانچہ غلام نے اس کے لیے کچھ کھانا تیار کیا۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک (اور) شخص آگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے ابو شعیب

إِنْ دَخَلْتُ بَعْضًا فَبِإِنِّ شِئْتَ أَذْنُ لَكَ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ قَالَ لَا بَأْسَ أَذْنُ لَكَ۔

ایک شخص ہمارے ساتھ آگیا تم اگر انہیں اجازت دو تو تمہارا اگر چاہو تو چھوڑ دو۔ عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے اجازت دی ہے۔ ۶۳

مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی سے بہت سارے مسائل اخذ ہوئے۔ (۱) کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے۔ (۲) بلا یا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی طفلی اور ناخواندہ کو نہ لے جائے، الا بالعرف۔ چنانچہ بادشاہ کی دعوت میں اس کا محافظ عملہ جاسکتا ہے۔ (۳) من بلائے جانے والے کے لیے اجازت لی جائے۔ (۴) ناخواندہ بغیر اجازت داعی کے گھر میں داخل نہ ہو۔ (۵) مہمان کھانا کھاتے وقت کسی آنے والے آدمی کو مدعو نہ کرے کہ آؤ کھانا کھا لو کیونکہ مہمان کھانے کا مالک نہیں ہوتا۔

بعد ماقبل قریب تین دہائی سال تھل میں تھی دست و غریب لوگ ولیمہ اور "ہنج" پر آنے والے مہمانوں کو فقط چاول پیش کرتے تھے۔ مدعو حضرات نیوٹا وغیرہ ۱۵ سے ۲۰ روپے تک لکھواتے تھے۔ اب صورت حال دیگر گوں ہے۔ اگر غریب آدمی آنے والے مہمانوں کو چاول پیش کرے تو اس کی دعوت قبول کرنے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں۔ کچھ برادر یاں چاول پکانے والوں سے گوشت کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اگر غیر کے دسترخوان پر چوب و شیریں لقمے نظر آئیں تو مسابقت کے ساتھ جاتے ہیں لیکن غریب اور چاول پیش کرنے والا خواہ کتنا ہی قریبی ہو وہاں جانا گوارہ نہیں کرتے۔ غریب بچارے میں پہلے تو گوشت دینے کی طاقت نہیں ہوتی، اگر حسب توفیق دے بھی تو پھر بھی پریشانی، کیونکہ جن احباب کو حالات کے پیش نظر دعوت نہیں دے سکتا وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور طرح طرح کے طعنے کستے ہیں۔ اور اس غریب کو ہر مشکل مقام پر کہتے ہیں "جنہیں شادی پر بلایا تھا انہیں اپنی مدد کے لیے بلاؤ" حالانکہ میزبان جس قدر بھی عام سے عام کھانا پیش کرے اسے رو نہیں کرنا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ فقط جو سے بھی فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَلْدَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا یعنی برا نہیں فرمایا۔ مناسب سمجھتے تو تناول فرمالیتے ورنہ نہ کھاتے۔ ۶۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی میری دعوت کرے تو میں ضرور قبول کروں گا اگرچہ (جانور کے) پائے (کا سالن) ہو۔ ۶۵

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے فقد عصی اللہ ورسولہ تو تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ ۶۶

حوالہ جات باب ۱

1	الترغیب والترہیب	506/3	ذی الدین محمد بن عبد الصمد رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
2	تفسیر نور العرفان	نور آیات نمبر 31 سورہ نور	مفتی محمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
3	مکتبہ	379	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
4				
5	فتاویٰ رضویہ	91/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
6	تفسیر نور العرفان	نور آیات 35 سورہ انفال	مفتی محمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ	
7	فتاویٰ رضویہ	89/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
8		89/24		
9		89/24		
10		90/24		
11		91/24		
12		88/24		
13		88, 93/24		
14		75, 79/24		
15				
16	مکتبہ بخاری	837/24	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
17	فتاویٰ رضویہ	141/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
18		83/24		
19		83/24		
20		123/24		
21		123/24		
22		490/23		
23	سُنی ان نامہ	48	امام ابو محمد بن محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
24	مکتبہ	269	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
25				
26	تہذیب الفقہ	298	شیخ نصر بن محمد عمر شافعی رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
27				
28	فتاویٰ رضویہ	319, 20/23	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
29	تفسیر نسیمی	42/3	مفتی محمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
30				
31				
32				
33		44/1		

34				
35	مکتبہ بخاری	حدیث نمبر 1477	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
36	مکتبہ	269	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
37		270		
38		269		
39				
40				
41	دارالحدیث	228/2	امام ابو داؤد و ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
42	مکتبہ	378	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
43	مکتبہ مسلم	رقم الحدیث 2090	امام مسلم بن الحجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
44	شعبۃ الاسلام	8	رکن الاسلام محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
45	دارالحدیث	212	امام ابو داؤد و ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
46	مکتبہ	377	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
47	دارالحدیث	383/2	مدرسہ حکیم ابو شامہ صاحب	مکتبہ کتب خانہ کراچی
48	دارالحدیث	324/2	شیخ ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
49	ترجمہ	29/1	امام ابو یوسف یزید بن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
50	مکتبہ	50	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
51	دارالحدیث	42/1	امام ابو داؤد و ترمذی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
52	مکتبہ بخاری	رقم الحدیث 5240	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
53		رقم الحدیث 5232		
54	ذی الدین نسیمی	327/5	شیخ احمد بن محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
55	مکتبہ مسلم	رقم الحدیث 1437	امام مسلم بن الحجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
56	مکتبہ	432	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
57	مکتبہ مسلم	رقم الحدیث 1432	امام مسلم بن الحجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
58	سُنی بخاری	142/2	علاء الدین محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
59	مکتبہ بخاری	رقم الحدیث 5172	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
60	مکتبہ	278	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
61	فتاویٰ رضویہ	256/11	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
62	مکتبہ	278	ذی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ کتب خانہ کراچی
63				
64		364		
65	مکتبہ بخاری	رقم الحدیث 5178	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالحدیث لاہور
66		رقم الحدیث 5177		

باب ۲

وفات کے موقع پر کی جانے والی رسومات اور روایتی کاموں کی شرعی حیثیت

غیر شرعی وجوہات کی بنا پر میت دفنانے میں تاخیر کرنا:

عام طور پر میت کو متعدد غیر شرعی وجوہات کی بنا پر کافی تاخیر سے دفن کیا جاتا ہے۔

۱۔ کچھ لوگ میت کا چہرے دیکھنے کا اس قدر جذبہ رکھتے ہیں کہ اگر میت ایک ملک میں ہے اور اس کا بیٹا، باپ یا کوئی رشتہ دار دوسرے ملک میں ہے تو اس کی انتظار میں میت کو کئی گھنٹے گھر میں رکھا جاتا ہے۔ مزید غیر ملک سے آنے والا لیٹ ہو جائے تو پھر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد میت کو قبرستان میں قبر کے کنارہ پر اس غرض سے لوگ لیکر بیٹھے رہتے ہیں تاکہ اس کا رشتہ دار وغیرہ آخری مرتبہ میت کا چہرہ دیکھ لے۔

۲۔ اندرون ملک بھی مزدور طبقہ اور دور دراز رہنے والے ملازمین کی انتظار میں میت کو کئی پہر گھر میں رکھا جاتا ہے، ان کے پہنچنے کے بعد نماز و دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۳۔ ساکین صوبہ پنجتون خیبر، میانوالی اور ان کے دائیں بائیں اضلاع وغیرہ سے دوسری جگہ میں عارضی یا مستقل طور منتقل ہونے والے لوگوں کا اکثر و بیشتر یہ معمول ہے کہ میت کو اپنے خاندانی قبرستان میں لیجا کر دفن کرتے ہیں، ملا و دوازیں بھی کافی لوگ اس نظر یہ کے پیروکار ہیں کہ میت کو قریبی قبرستان میں دفن نہیں کرتے بلکہ دور دراز مقبرہ میں فقط اس غرض سے دفن کرتے ہیں کہ وہاں میت کے باپ، بھائی وغیرہ کی قبریں ہیں۔

۴۔ بیرون ملک میں وفات یا فتنگان کو اندرون ملک اس غرض سے لایا جاتا ہے تاکہ اس کی قبر اپنے ملک اور خویش و اقارب کے قبرستان میں بنے، ان مقاصد کے تحت بھی کئی دنوں تک نعش ایئر پورٹ اور اڈوں پر رکھنے کے باعث پھٹ جاتی ہے، اگر پرواز کو ایک دو دن دیر ہو تو پھر میت کو کولڈ سنوریج میں رکھا جاتا ہے۔

۵۔ کئی متوفی وصیت کرتے ہیں کہ میری نماز جنازہ فلاں پیر یا شیخ الحدیث پڑھائے لیکن یہ حضرات بروقت نہیں پہنچ سکتے۔ تو ان کے آنے تک کئی پہر میت کو گھر میں رکھا جاتا ہے۔

۶۔ کچھ صاحبان امانت بھی میت کو دفن کرتے ہیں پھر وہاں سے میت کو نکال کر کسی خاص مقبرہ میں دفن کر دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا اندروں کی وجہ سے میت کے دفن کرنے میں تاخیر کرنا خلاف سنت اور مکروہ

ہے۔ شرع شریف میں ایسے عذروں کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں، احادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا مجموعہ اس بارے میں ہے کہ میت کے دفن کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے کئی ایسے واقعات ملتے ہیں کہ وہ کسی کے شامل ہونے کیلئے میت کو گھر میں نہیں روکتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ ایسی قبر سے گزرے جس میں میت کو رات میں دفن کیا گیا۔ فرمایا! یہ کب دفن کیا گیا؟ صحابہ کرام نے عرض کی آج رات تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ صحابہ کرام نے عرض کی ہم نے اسے رات کے اندھیرے میں دفن کیا تو آپ کو بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنائیں تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔ (ف) اس حدیث مبارکہ سے کئی مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۔ دفن میں جلدی کی جائے اگر رات میں دفن ممکن ہو تو بلا وجہ دن ہونے کا انتظار نہ کیا جائے۔ دیکھو صحابہ کرام نے حضور ﷺ کی نماز کے انتظار میں سویرے تک میت کو نہ رکھا بلکہ خود اس پر نماز پڑھ کر دفن کر دیا ۲۔ قبر پر نماز جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جنازہ کو تیز لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جس کی طرف تم اسے لے جا رہے ہو اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو وہ ایک بری چیز ہے۔ جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔ ۳۔ تیزی سے مراد، عام رفتار سے زیادہ اور دوڑنے سے کم ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نیک آدمی کا جنازہ لوگ اٹھاتے ہیں تو وہ کہتا ہے مجھے لے چلو۔ ۴

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی) نے مقام جثی میں وفات پائی تو وہ مکہ مکرمہ میں لا کر دفن کیے گئے پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئیں اور چند اشعار پڑھے (جن کا خلاصہ یہ ہے)

”ہم تو دراز زمانہ تک جذیرہ کے وزیروں کے طرح رہے حتیٰ کہ کہا گیا کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ مگر جب ہجڑے تو میں اور مالک اتنا دراز ساتھ رہنے کے باوجود گویا ایک

رات بھی ساتھ نہ رہے۔“

پھر آپ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا! وَاللّٰهُ لَوْ خَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتُ إِلَّا حَيْثُ مَثُّ وَلَوْ شِئْتُ لَكُ مَاؤُتُكَ۔

رب کی قسم اگر میں موجود ہوتی تو تم وہیں دفن کئے جاتے جہاں تم فوت ہوئے اور اگر میں اس وقت ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔ ۵۔ (ف) مقام جثی مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور ہے مگر برکت کیلئے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ لا کر دفن کیا گیا باوجود اس کے آپ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ تمہاری میت کو مکہ مکرمہ نہ آنے دیتیں کیونکہ بلا وجہ میت کو منتقل کرنا درست ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک متقی نوجوان تھا وہ اتنی عبادت کرتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس کی عبادت سے حیران ہوا کرتے تھے۔ اس کا رات میں انتقال ہو گیا تو اس کے والد نے رات ہی میں اس کو کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ حالانکہ حاکم اسلام اس وقت جنازہ پڑھایا کرتے تھے اگر وہ نہ ہوتے تھے پھر محلہ کے امام۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس متوفی کے والد کو فرمایا ہمیں نہیں بلایا۔ ۶

میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے یہ وصیت باطل ہے ولی پر لازم نہیں کہ اس سے پڑھوائے بلکہ اس کو اختیار ہے خود پڑھے یا کسی سے پڑھوائے۔ ۷ جس جگہ آدمی کا انتقال ہو وہاں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب اور بہتر ہے ایک دو میل لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ۸

دفن کے بعد میت نکالنا اور دوسری جگہ دفن کرنا بالکل ممنوع ہے۔ ۹ لہذا امانتاً دفن کرنا بالکل ناجائز ہے کسی صورت میں بھی امانتاً دفن کرنے کا جواز نہیں۔ جہاں بھی میت دفن کریں مستقلاً دفن کریں۔

جن اشیاء سے زندہ آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اذیت پہنچتی ہے انہیں سے فوت شدہ کو بھی تکلیف پہنچتی ہے چنانچہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا! كُنْتُ عَظِيمَ النَّيْتِ كَكُنْهٖ وَحَيَاتِہٖ میت کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔ ۱۰ لہذا میت کے پھولنے اور پھٹنے کے تدارک کیلئے میت پر گرمیوں میں کئی من برف رکھنا یا میت کو کولڈ سنورتج میں رکھنا میت کو اذیت اور درد پہنچاتا ہے اس کا

حل یہ ہے کہ اسے جلدی دفن کیا جائے نہ کہ کئی دن برف میں رکھ کر اسے درود المہینچا یا جائے۔ لہذا دور دراز سے آنے والے صاحبان کو چاہیے کہ دفن کیلئے اجازت دے دیں نہ کہ چہرہ دیکھنے کے غرض سے بار بار کال کریں کہ ہماری انتظار میں میت کو گھر میں رکھو یا قبرستان میں۔ دور سے آنے والے میت کے رشتہ دار خاص طور پر غیر ملک سے لاکھوں روپے نکت پر خرچ کرنے والوں کو چاہیے کہ یہ پیر نکت پر خرچ نہ کریں بلکہ میت پر اگر قرض ہے یا حج فرض تھی نہیں کر سکا یا اس کے ذمہ روزے اور نمازیں تھی تو اس پیر سے قرض اتاریں۔ حج بدل کرائیں اور روزے نمازوں کا فدیہ ادا کریں یا ایصالِ ثواب کر دیں تو اس میں میت کا نفع اور فائدہ ہوگا۔

خاندانی قبرستان میں دفن کرنا یا کسی رشتہ دار کے پہلو میں دفن کرنے میں میت کیلئے نفع نہیں ہے بلکہ میت کیلئے نجات اور فائدہ اس میں ہے کہ کسی نیک اور صالح کے پڑوس اور بغل میں دفن کریں اگرچہ وہ کتنا ہی اجنبی ہو۔ احادیث مبارکہ کا ایک عظیم مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول ﷺ نیک اور صالح کے قرب و جوار میں میت دفن کرنے کا حکم ارشاد فرماتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا اپنے فوت شدگان کو نیک اور صالح لوگوں کے درمیان دفن کرو کیونکہ فوت شدہ کو برے ہمسائے سے اس طرح تکلیف ہوتی ہے جس طرح زندہ کو برے ہمسائے سے۔ ۱۱

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی اس دار فانی سے انتقال کر جائے تو اس کو کفن اچھا دو، اس کی وصیت جلدی پوری کرو، اس کی قبر گہری کھودو اور اس کو برے پڑوسی سے علیحدہ رکھو۔ قَبِيلُ بَنِي إِسْمَاعِيلَ اللَّهُ هَلْ يَنْفَعُ الْبَجَارُ النَّصَابِيَّةَ فِي الْآخِرَةِ؟ تو آپ ﷺ سے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول ﷺ کیا نیک ہمسایہ آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا دنیا میں نیک ہمسایہ فائدہ دیتا ہے عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ دیتا ہے۔ ۱۲

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا، اپنے فوت شدگان کو کفن اچھا دو، اس پر نو حد نہ کرو، وصیت میں تاخیر کرنے سے اور قطع رحمی سے میت کو تکلیف نہ دو۔ وَعَجَلُوا بِقَضَائِهِمْ وَاعْدِلُوا فِي عِيَانِ جِزَائِهِ الشُّؤْ

اور اس کا قرض جلدی ادا کرو اور اسے برے پڑوسی سے بچاؤ۔ ۱۳

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وَالْأَفْضَلُ الدَّفْنُ فِي الْمَقْبَرَةِ الْبَقِيَّةِ فِيهَا قَبْرُ الصَّالِحِينَ۔ ۱۴ (میت) کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے جس میں نیک لوگوں کی قبریں ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مافع مرنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص فوت ہو گیا تو اسے کسی نے عالم خواب میں جہنم میں دیکھا تو وہ بہت رویا اور غم زدہ ہوا چنانچہ سات آنحضرتؐ دن بعد پھر اسے جنت میں دیکھا۔ فَسَأَلَهُ قَالَ دُفِنَ مَعَ الصَّالِحِينَ فَشَقَّ عَمِّي أَوْ بَعِيْنٌ مِنْ جِبْرِائِيلَ فَكُنْتُ فِيهِمْ۔ تو اس سے جنتی ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے قریب ایک نیک و صالح دفن کیا گیا تو اس نے اپنے ہمسایہ میں سے چالیس آدمی کی سفارش کی تو میں بھی ان چالیس میں تھا۔ ۱۵

کفن:

قفل میں اکثر و بیشتر عقیدت مندوں کا یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ حرمین شریفین میں حاضر ہونے والوں کو کفن کا کپڑا اس غرض سے خرید کر ساتھ دیتے ہیں تاکہ حجاز کرام اس کپڑے کو آب زم زم میں ڈبو کر وہاں لائیں پھر ایسا تبرک کپڑا ہمارا کفن بنے۔ اگرچہ ایسی آرزو والے کی زندگی نصف صدی بھی باقی ہو تو وہ کپڑا اس کے کفن کیلئے پڑا رہتا ہے۔ اس گھر میں کسی اور مرنے والے کو اس کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ زیادہ عرصہ گزرنے سے اس کپڑے پر بد نما داغ پڑ جاتے ہیں اور اس حد تک کمزور پڑ جاتا ہے کہ محض مس کرنے سے بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غریب و امیر متوفی کو جس کپڑے میں کفن دیا جاتا ہے وہ اس درجہ کم قیمت و گھٹیا ہوتا ہے کہ غریب سے غریب آدمی بھی اس کپڑے کو زیب تن کرنا عار و شرم محسوس کرتا ہے۔

حسن یہ ہے کہ کفن اچھا ہونا چاہیے نہ بالکل کم قیمت اور نہ بہت ہی قیمتی، مرد جمعہ اور عیدین کیلئے جو کپڑے پہنتا تھا اور عورت والدین کی زیارت کیلئے جو کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اس قیمت کا کفن ہونا چاہیے۔ ۱۶

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفن دے فَلْيُخَيِّسْ كَفَنَهُ۔ تو اس کو اچھا کفن دے۔ ۱۷

رسول ﷺ نے فرمایا! مردوں کو اچھا کفن دو کیونکہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اپنے اچھے کفنوں سے تفاخر کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ ۱۷

نہایت قیمتی کفن بھی نہیں دینا چاہیے کیونکہ اس میں اسراف ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کفن میں غلو نہ کرو۔ ۱۸

کفن پہنانے میں غلطی:

عورتوں کو کفن دینے میں ایک اہم غلطی یہ بھی ہے کہ عورت کو اوڑھنی اسی طرح پہنائی جاتی ہے جس طرح کہ زندگی میں عورتیں اوڑھنی کرتی ہیں یا پھر اوڑھنی کے درمیانی حصہ کی اس طرح سلامتی کر کے پہنائی جاتی ہے کہ وہ ایک ٹوپی بن جاتی ہے۔ اوڑھنی کا باقی حصہ دائیں بائیں اور پیچھے لٹکا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ عورتوں کو اوڑھنی پہنانے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ اوڑھنی نصف پشت سے سینہ تک ہونی چاہیے اور نصف پشت کے نیچے سے سر پر لا کر چہرہ پر مثل نقاب کے ذال دینی چاہئے۔ اس کا کل طول نصف پشت سے سینہ تک ہے اور عرض ایک کان کی نو سے دوسرے کان کی نو تک۔ مروجہ طریقہ بالکل بے جا اور خلاف سنت ہے اس سے احتیاط چاہیے۔ ۱۹ قیض جسے کفنی کہتے ہیں یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہونی چاہئے کئی بار دید کا اتفاق ہوا کہ کفنی کا پچھلا حصہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے میت کی سرین تک آتا ہے یہ سراسر جہالت ہے۔

”اوچھاڑ“

میت کو کفن مسنون پہنانے کے بعد رشتہ دار اور دوست احباب میت پر اس کے قد کے برابر ایک بعد دیگر قیمتی لنگی یا سفید کپڑا، اگر میت عورت ہو تو پھر رنگین کپڑے ڈالنے شروع کر دیتے ہیں جنہیں مقامی زبان میں اوچھاڑ کہتے ہیں، سات اوچھاڑ تو میت پر ڈالنے روا سمجھتے ہیں، سات سے زائد کی صورت میں یہ میت کے سر ہانے دائیں بائیں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ بعض احباب نقدی کی صورت میں بھی اوچھاڑ دیتے ہیں۔ نقدی کی صورت میں اوچھاڑ دینے کا رواج ختم قل خوانی کے بعد ادا کیا جاتا ہے۔ نقدی کی صورت میں اوچھاڑ دینے والوں کا نام و پتہ تفصیل کے ساتھ لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے ہاں وقوع پذیر ہونے والے ایسے موقع پر متوفی کے ورثہ یہ قرض ادا کر سکیں۔ اوچھاڑ،

نیوٹ اور سلامی کی طرح قرض کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ کئی بار تنازعہ کی صورت میں، اوچھاڑ دینے والے قتل از وقت اپنا قرض (اوچھاڑ) مانگ لیتے ہیں۔ بہر حال اوچھاڑ کی شرعی اصل بالکل نہیں ہے نیز سات اوچھاڑ ڈالنے اور باقی کے رکھنے کا حکم بلاوجہ ہے۔

میت پر استعمال ہونے والی اشیاء سے پرہیز کرنا:

کچھ لوگ میت سے لگنے اور مس ہونے والی تمام تر اشیاء سے پرہیز کرتے ہیں، انہیں ضائع کر دیتے ہیں اور ان سے بدشگون لیتے ہیں۔ میت کو جن برتنوں سے غسل دیا جاتا ہے انہیں بعد میں استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ توڑ دیتے ہیں، میت کے بدن سے مس ہونے والے صابن کو دوبارہ استعمال نہیں کیا جاتا، میت کے جو کپڑے اتارے جاتے ہیں انہیں ایک گڑھے میں دفن کرنا شنیع میں آیا ہے۔ میت کو جس جگہ غسل دیا جاتا ہے وہاں پر تین رات تک چراغ جلا یا جاتا ہے۔ میت کو دفن کر کے واپس آنے والوں کے آگے ایک طویل خط کی شکل میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ جس جگہ میت کو غسل دیا جاتا ہے وہاں پر اگر کوئی موتی مکھی نظر آئے تو میت کی روح سے تعبیر کرتے ہیں۔

غسل کے بعد مٹی کے برتنوں کو توڑنا یا استعمال میں نہ لانا میت سے مس ہونے والی تمام تر اشیاء کو خس سمجھنا یا وہاں پر تین رات تک چراغ جلا نا اور مکھی کی صورت میں میت کی روح کا واپس آنے کا گمان کرنا یہ سب کچھ جہالت، حماقت، ناجائز حرام، مال کو ضائع کرنا اور ہندوؤں کے طریقہ ہائے کار ہیں مزید کتاب کے آخری باب میں جبلاء، عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات، رسوم و رواج کا مطالعہ کریں۔ ۲۰

میت کو تین منزل (صحیح) دینا اور چالیس کرم پر رکھ کر دعا کرنا

متعدد مقامات پر یہ ناجائز رسم دیکھنے اور سننے میں آئی ہے کہ جنازہ کی نماز کے بعد چار آدمی میت کی چار پائی ہاتھوں میں پکڑے ہوئے چلتے ہیں، کندھوں پر نہیں اٹھاتے اور تین تین قدم پر میت کو رکھتے ہیں اور اسے تین صحیح دینا اور منزلیں دینا کہتے ہیں۔ علاوہ انہیں چالیس قدم پر بھی میت رکھنے کا رواج ہے۔ چالیس قدم چلنے کے بعد میت کی چار پائی وغیرہ رکھ کر میت کیلئے دعا کرتے ہیں پھر چلتے ہیں، دس قدم چل کر بھی میت رکھنے کا رواج ہے اور اسے وہ قدمی کہا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں طریقوں کے مطابق میت کو اٹھانا اور رکھنا بالکل خلاف شرع، مکروہ، خود ساختہ، من گھڑت اور بے اصل ہے حدیث شریف میں ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: **اِنَّكُمْ عُوا بِالنَّجَازَةِ**۔ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ ۱۲ جنازہ اٹھانے کے بعد قبرستان پہنچانے کیلئے درمیان میں ٹھہرنا مکروہ ہے۔ ہند یہ میں ہے **يَكْفَرُ مَنْزِلُ النَّبِيِّ مَلْعُونًا**۔ ۲۲ جنازہ ہاتھوں پر لے کر نہیں چلنا چاہیے۔ تین منزلیں دینے والے ہاتھوں پر رکھ کر چلتے ہیں نیز جنازہ لے چلنے کے بعد بار بار محض دعا کی خاطر میت رکھنا جائز ہے۔

قبر کس قدر گہری ہونی چاہیے؟

قبر کی گہرائی کے متعلق کافی سستی کی جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قبر کے آس پاس پانی گزر نہ یا تیز ہوا چلنے سے مٹی اڑ جاتی ہے اور قبر گر جاتی ہے، کم گہری قبر اگر کھل جائے تو درندے آسانی سے قبر میں داخل ہو کر میت کو کھا جاتے ہیں۔ جن وفات یا فیضان کے جسم گل، پھٹ جاتے ہیں تو عنونت اور آلودگی کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، پھٹنے پھولنے والا جسم جس قدر زیر زمین ہوگا اتنا ہی تحفظ ہوگا۔ قبر کی لمبائی میت کی قد کے برابر اور چوڑائی نصف قامت کے برابر، گہرائی نصف قامت کے برابر اور گہرائی قد کے برابر ہو تو بہتر بلکہ ہند یہ میں ہے **كُنْزًا اَوْ فَتْرًا اَوْ فَتْرًا**۔ جس قدر قبر گہری ہو افضل ہے۔ ۲۳

تلقین میت میں سستی:

علمۃ الناس میت دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنے میں کافی حد تک سستی کرتے ہیں۔ بعض صاحبان میت دفنانے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اذان کہنا تلقین میت کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین شروع ہے۔ اذان اگر چہ تلقین کو مطمئن ہے مگر صراحۃً تلقین نہیں۔ صراحۃً تلقین میں میت کیلئے بہت خیر و بھلائی ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارا کوئی بھائی فوت ہو جائے اور تم اس پر مٹی برابر کر لو تو تم میں سے ایک قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے اے فلاں بن فلاں پس وہ سنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے اے فلاں بن فلاں تو پھر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر وہ کہے اے فلاں بن فلاں تو میت اسے کہتا ہے۔ ہمیں ارشاد کر اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے مگر قسمیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ کہے۔ **اَذْكُرْ مَا خَلَقْتَ عَلَيْهِ مِنْ الدُّنْيَا شَهِادَةً اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ اَنَّكَ رَضِيْتَ بِاَلِهٍ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ**

وَبَشِّرْهُ بِنَجَاتٍ اِنْ اَمَّا صَاحِبُ الطَّبَرَانِ فِي الْكَبِيرِ (جب تلقین کرنے والا ان کلمات سے تلقین کر لیتا ہے) تو مگر تکبیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں چلیں اس آدمی کے پاس کیا شخص جسے حجت سکھادی گئی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے عرض کی یا رسول ﷺ اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کی نسبت حواء کی طرف کرے یعنی اے فلاں بن حواء کہے۔ ۲۴

تعزیت اور افسوس کرتے ہوئے ناجائز کلمات زبان پر لانا:

موجودہ رواداری کے عالم میں اور دین سے دوری کی وجہ سے کچھ صاحبان تعزیت کرتے ہوئے اتنی بھی احتیاط نہیں کرتے کہ مرنے والا خواہ کافر، مرتد، قادیانی (مرزائی) گستاخ رسول، اور گستاخ نساہ ہو اس کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں اور پسماندگان جس عقیدے کے بھی حامل ہوں ان کیلئے اجر و ثواب کے خواستگار ہوتے ہیں۔ حالانکہ کافر میت اور اس کے کافر وارث کیلئے تعزیت کے الفاظ میں میت کیلئے مغفرت اور پسماندگان کیلئے اجر و ثواب کا ذکر کرنا حرام ہے۔ لہذا اگر میت کافر ہے اور اس کے عزیز و رشتہ دار بھی کافر ہیں تعزیت میں صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو جو صدمہ پہنچا ہے ہمیں اس کا افسوس ہوا جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ آپ لوگ صبر کریں۔ کافر میت کیلئے مغفرت اور کافر زندوں کیلئے اجر و ثواب کا ذکر نہ کریں۔ اگر کافر میت کے رشتہ دار مسلمان ہیں تو انہیں کہا جائے اللہ تعالیٰ تمہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور صبر پر تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ مسلمان میت کے کافر رشتہ داروں کو کہا جائے صدمہ پر صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہارے میت کی مغفرت فرمائے۔ اگر میت اور اس کے عزیز رشتہ دار دونوں مسلمان ہوں تو پھر مصیبت زدہ آدمی کو کہا جائے اللہ تعالیٰ تجھے صبر جمیل عطا فرمائے اور اس مصیبت پر اللہ تجھے اجر عظیم عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ ۲۵

کچھ لوگ وفات کے دن، سوم پر اور قیل خوانی کے روز ایک دوسرے کو گلے مل کر روتے ہیں اور جین کرتے ہیں مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے گلے مل کر پندرہ پندرہ منٹ روتے رہتے ہیں۔ محرم اور غیر محرم کی تمیز نہیں ہوتی۔ پھر خواتین نیم عریاں لباس میں ہوتی ہیں۔ ننگا سر، ناف آستین، نیم پشت اور نیم سینہ کا ننگا ہونا عام فیشن ہے ایسی حالت میں مردوں کا عورتوں کے گلے ملنا اور رونا نہایت قبیح اور کبیرہ گناہ ہے۔ البتہ مرد آپس میں اور عورتیں آپس میں گلے لگ کر رومیں لیکن عین نہ کریں تو جائز ہے۔ ۲۶ اگر مرد کا عورت سے گلے مل کر رونے کے دوران آل انتشار میں ہو یا لذت محسوس ہو تو حرمت مصاہرہ ثابت

ہو جائیگی۔ اگر عورت ساس ہے اور گلے ملنے والا داماد ہے تو اس پر بیوی ہمیشہ کیلئے حرام جائیگی۔

وفات کے موقعہ پر بولے جانے والے کفریہ کلمات:

نوجوان اور عزیز کی وفات پر کچھ لوگ زبان پر کفریہ کلمات لانے سے بھی دریغ نہیں کرتے حالانکہ ان کلمات کی وجہ سے تجدید ایمان، توبہ اور اگر نکاح ہے تو تجدید نکاح احتیاجاً کرنا بہتر ہوتا ہے۔ مرگ کے موقعہ پر بولے جانے والے کفریہ کلمات کی ایک طویل فہرست ہے بطور مثال کچھ ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ نوجوان آدمی کی موت پر یہ کہنا۔ یا اللہ تجھے اس کی جوانی پر رحم نہیں آیا، اگر مارنا اور لینا تھا تو اسکے بوڑھے ماں باپ کو لے لیتا۔

۲۔ اگر صاحب اولاد فوت ہو جائے اور اولاد چھوٹے چھوٹے بچے ہوں تو پھر کچھ لوگ کہتے ہیں۔ اے اللہ تجھے معصوم بچوں پر بھی تڑس و رحم نہیں آیا۔

۳۔ صالح، نیک، نوجوان اور بلوغت سے قبل وفات پانے والوں کی مرگ پر کفریہ کلمات زبان پر لائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، پتہ نہیں اللہ تعالیٰ کو اس کی کیا ضرورت پڑ گئی۔

۴۔ ”چنگاں دی اگھاں وی لوڑ ہے“ یعنی نیک لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو بھی ضرورت ہے اس لیے انہیں جلد اٹھا لیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی ضرورت (لوڑ) اور حاجت نہیں اللہ تعالیٰ کیلئے ضرورت اور حاجت کے کلمات لانا اس ذات پاک کو محتاج قرار دینا ہے، کفریہ کلمات سن کر ہاں میں ہاں ملانے والوں پر بھی حکم کفر ہے۔

میت اگر عورت ہو تو اسے قبر میں کون اتارے؟:

علمۃ الناس عورت کی میت قبر میں اتارتے وقت نہایت ہی غفلت و سستی کرتے ہیں۔ عورت کی میت قبر میں اتارتے وقت محارم، غیر محارم کا لحاظ نہیں رکھتے۔ محارم کے ہوتے ہوئے غیر محارم عورت کی میت اتارتے ہیں اور رشتہ داروں کی موجودگی میں اجنبی اتارتے ہیں۔ حالانکہ عورت کی میت اتارنے کیلئے محارم ہونے چاہیں یعنی عورت کا بیٹا، بھائی، باپ، چچا وغیرہ اگر یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ

دار، یہ بھی نہ ہوں تو پھر پرہیزگار اجنبی اتاریں۔ ۲۷۔

میت کی حجامت، زریب و زینت کرنا:

علاقہ قحط میں بعد ما قبل قریب دو دو حائے سال لوگ میت کی حجامت کرنا استعد ضروری خیال کرتے تھے کہ میت کے موئے زیر ناف مونڈنا لازمی سمجھتے تھے لیکن الحمد للہ قحط میں قل خوانی کے مواقع پر وعظ و نصیحت کرنا اور سننا کافی حد تک رائج ہے ایسے مواقع پر ان مسائل سے عوام کو آگاہ کرنا بندہ کیلئے ایک سنبری موقع ہوتا ہے۔ کافی محافل میں ایسے مسائل سے عوام کو خبردار کیا پھر بھی ممکن ہے خال خال یہ حرکت باقی ہو۔ علاوہ ازیں میت کے بالوں میں کنگھا کرنا، ناخن اتارنا، سرمہ اور مہندی پر ابھی تک عوام کا اکثریت کیسا تھ معمول چلا آ رہا ہے۔ سالہا سال کے متواتر عمل کی وجہ سے ان عادات کو اپنانا عوام کی مجبوری و بے بسی بن گئی ہے حال ہی مورخہ 2010-11-29 برطانیق 22 ذوالحجہ 1431ھ بروز سوموار راقم ایک قصبہ میں ایک نوجوان کی فوجیدگی پر گیا۔ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد جب میت کا چہرہ دکھایا گیا تو اس کی آنکھیں سرمہ سے بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اس کے علاوہ اگر میت جو عورت ہو تو کچھ لوگ دلہن کی طرح اس کا میک اپ و زینت روا رکھتے ہیں۔ ایام طفولیت کی یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ہماری بستی کی عورتیں ایسی عورت کا چہرہ دیکھ کر واپس آتیں تو ارمان اور افسوس سے کہتی تھیں کہ چہرہ ایسا سجا ہوا تھا کہ دلہن ہے اور ابھی کلام کرنے والی ہے۔

تِلَاوِی مَاتِیْغِیْرِی مِیْن ہِی۔ وَلَا یُسْتَرْحُ شَعْرُ الْبَیْتِ وَلَا لِحِیَّتُہُ وَلَا یُقَشُّ ظُفْرُہُ وَلَا شَعْرُہُ کَذَا فِی الْہِدَایَةِ وَلَا یُقَشُّ شَارِبُہُ وَلَا یُتَشَفُّ بِظُلْمَہُ وَلَا یُخْلَقُ عَائِشُہُ وَ یُذَقُّ بِحَبِیْبِہِ مَا کَانَ عَلَیْہِ۔ یعنی میت کے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے، اس کے ناخن اور بالوں کو بھی نہ کاٹا جائے، اس طرح ہدایہ میں ہے اور میت کی مونڈنی جائیں، اسکے موئے زیر بغل نہ اکھیرے جائیں اور نہ موئے زیر ناف مونڈے جائیں بلکہ سب کچھ سمیت اسے دفن کیا جائے۔ ۲۸۔

البتہ میت کے سر اور داڑھی کے الجھے ہوئے بالوں کو آرام کے ساتھ سیدھا کیا جائے۔ اور اس دوران بھی بالوں کے نوٹنے اور اکھیرنے کا خیال رکھا جائے۔ میت کا میک اپ کرنا اور مہندی لگانا بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ زینت ہے اور میت زریب و زینت سے بے پرواہ ہو چکا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم اپنے میت کی پیشانی کس وجہ سے پکڑ کر کھینچتے ہو۔ وَلَا تَقْضِیْہِ الْأَشْیَاءَ

لَيُؤْتِنَا وَلَقَدْ اسْتَشْفَى النَّبِيُّ عَنْهَا۔ اور کیونکہ یہ چیزیں تو نہ سنت کیلئے ہیں اور میت نہ سنت سے ہے پرواہ ہو چکا ہے۔ ۲۹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کنگھا کرنے کو پیشانی پکڑ کر کھینچنے سے تعبیر فرمایا۔

متفرق مسائل:

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ہر وقت دعا مانگنا جائز ہے۔ میت لے چلنے کے بعد چالیس قدم پر میت رکھ کر دعا مانگنے کی خصوصیت بلا وجہ ہے۔

میت دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر آ کر دعا مانگنے کی خصوصیت بھی بلا وجہ ہے۔

میت کو کچھ عرصہ کیلئے امانتاً دفن کرنا پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ لے جانا حرام ہے۔ دفن کے بعد قبر کھولنا جائز نہیں۔

اگر کسی وجہ سے قبر کی چھت گر جائے تو قبر کھول کر دوبارہ بنانے کی اجازت نہیں بلکہ اسی پر قبر کا تعویذ بنا لیا جائے۔

جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی کیونکہ نماز جنازہ میں پاؤں کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے اور اکثر خور پر راستوں کی گندگی سے جوتے تاپاک ہوتے ہیں۔ البتہ جوتے پاک ہوں تو نماز ہو جائے گی۔

دیہاتوں میں عورت کے جنازہ پر چھتری یا گہوارہ بنا کر پردہ کرنے کی بالکل عادت نہیں ہے۔ حالانکہ مردوں کے سامنے جب عورت کی میت ہوتی ہے تو واضح طور پر اعضا کی ساخت نظر آرہی ہوتی ہے۔ انہیں بہتر ہے کہ عورت کی میت پر گہوارہ اور چھتری وغیرہ سے پردہ کریں تاکہ عورت کی میت جب ہزار ہا اجنبی مردوں کے سامنے رکھی جائے تو اس کے کسی عضو کی ساخت و ضخامت محسوس نہ ہو۔

قبر پر حلوہ، مشائی اور میوہ جات رکھنا بے فائدہ اور ممنوع ہیں یہ اشیاء اگر میت کی طرف سے صدقہ کردی جائیں تو اسے فائدہ ہوگا۔

میت کے پیٹ پر کوئی وزنی چیز رکھنی چاہیے تاکہ اس کا پیٹ نہ پھوٹے کیونکہ اگر وزن نہیں رکھیں گے تو ہوا سے پیٹ پھول جائیگا لیکن وہ چیز زیادہ وزنی بھی نہ ہو جو میت کیلئے باعث تکلیف بنے۔ خاوند اپنی زوجہ کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے۔

آئمہ احناف کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز

جنازہ جب ادا فرمائی تھی تو جبرائیل علیہ السلام نجاشی کی میت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا۔ اگر کوئی شخص رشتہ دار کی قبر کے پاس جانا چاہتا ہے لیکن راستہ نہیں دوسری قبروں پر پاؤں رکھ کر گزرنے کے سوا چارہ نہیں تو ایسی صورت میں جانا منع ہے۔ دور سے فاتحہ پڑھ کر چلا جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک انگاروں پر بیٹھے پس انگارے اس کے پیرے جلاویں پھر آگ اس کی جلد تک پہنچ جائے اس کیلئے قبر پر بیٹھنے سے (آگ پر بیٹھنا) بہتر ہے۔ بعض مقامات پر رواج ہے کہ جس گھر میں فوسیدہ ہو جائے اس گھر والے آنے والی پہلی عید نہیں مناتے۔ عید کے دن نیا یا صاف ستھرا اچھا لباس وغیرہ نہیں پہنتے، نہ اچھا کھانا پکاتے ہیں اور نہ عورتیں زیب و زینت کرتی ہیں بلکہ مکمل گھر سوگ مناتا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تر باتیں غیر شرعی ہیں۔ شرع شریف میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ایسا رو یہ قابل ترک ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوائے بیوہ عورت کے کسی کو میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا حلال نہیں ہے۔ البتہ بیوہ عورت اپنے شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

اہل میت کے گھر جب میت دفن کرنے والے خالی چار پائی اور آلات کھدائی لے کر واپس آتے ہیں تو بعض جگہ پر ایک آدمی پانی کا لونا لیکر ان کے آگے نیم دائرہ کی شکل میں پانی گراتا ہے۔ سب آنے والے اسی دائرہ سے گزر کر تعزیت والوں کے پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسا کرنا بالکل خلاف شرع و خلاف اصل ہے اور ہندوؤں کے طریقہ ہائے کار سے ہے۔

پہلے دن میت کے گھر والوں کی طرف جو کھانا بھیجا جاتا ہے فقط اہل میت کیلئے پکا یا جائے اور بھیجا جائے دوسروں کیلئے کھانا نہ بھیجا جائے اور نہ انہیں کھانا جائز ہے۔

تیجے، قفل خوانی اور چہلم کے موقع پر کھانا اکثر میت کے ترکہ سے کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ ضروری ہے کہ سب ورثاء و راضی اور بالغ ہوں اگر ایک وارث بھی بالغ ہو تو ایسا کرنا حرام ہے۔

اہل میت کو ایک دن کا کھانا جو بھی چاہے بھیجا سکتا ہے۔ اگر فوت ہونے والی شادی شدہ عورت ہو تو اس کے میکے پر لازم نہیں کہ اہل میت کیلئے دور دراز سے کھانا بھیجوائیں۔ بعض برادر یوں میں اہل میت کے دروازہ پر پیٹ بھرنے کیلئے ایک میلہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ جب تک عورت کے میکے چار پانچ دہائیں گوشت کی انہیں نہ کھلائیں اتنے تک برادری اور وسیع کا دھڑا ختم نہیں ہوتا۔ حالانکہ عورت کے میکے یعنی اس کی ماں باپ، بھائی اور ہم شیرگان غم میں ہوتے ہیں۔ ان سے ایک میٹھی کی روٹی لینے کی رسم بالکل ناجائز ہے۔

حوالہ جات باب ۲

1	مکتبہ	145	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
2	"	144	"	"
3	"	144	"	"
4	"	149	"	"
5	ادبیت	17	علامہ قاسم مصطفیٰ صاحب	اکبر بک پبلشرز لاہور
6	فتویٰ رضویہ	163/1	مولانا فتح کلام الدین رحمۃ اللہ علیہ	جروت لیٹن
7	"	167/1	"	"
8	"	"	"	"
9	مکتبہ	149	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
10	جامع البیور	15/1	علامہ جمال الدین سیاحی رحمۃ اللہ علیہ	جروت لیٹن
11	"	"	"	"
12	"	"	"	"
13	فتویٰ رضویہ	166/1	مولانا فتح کلام الدین رحمۃ اللہ علیہ	"
14	شرح الصمد	42	علامہ جمال الدین سیاحی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ براہظم کراچی
15	فتویٰ عالمگیری	161/1	مولانا فتح کلام الدین رحمۃ اللہ علیہ	جروت لیٹن
16	مکتبہ	143	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
17	مرآۃ المفاتیح	474	امام حسن شربانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ انصاریہ ہرات افغانستان
18	"	475	"	"
19	فتویٰ فیض الرسول	438/1	مفتی جمال الدین احمد صاحب	شعبہ برادر لاہور
20	فتویٰ رضویہ	98/9	امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
21	مکتبہ	144	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
22	فتویٰ خفیہ	277/1	مفتی جمال الدین احمد صاحب	شعبہ برادر لاہور
23	فتویٰ عالمگیری	166/1	فتح کلام الدین رحمۃ اللہ علیہ	جروت لیٹن
24	جامعہ المآب شرح ادب الکتاب	134	مصطفیٰ مائشہ	"
25	فتیٰ العالیین	107	مفتی محمد رفیع الحسن صاحب	جامعہ اسلامیہ کراچی
26	"	108	"	"
27	فتویٰ عالمگیری	166/1	فتح کلام الدین رحمۃ اللہ علیہ	جروت لیٹن
28	"	158/1	"	"
29	جامعہ	190/1	فتح الاسلام رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ عباسیہ لاہور

باب ۳

غلط فہمیوں کی شرعی حیثیت

اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ:

عام طور پر جس طریقہ سے اونٹ ذبح کیا جاتا ہے وہ خلاف سنت ہے اور اونٹ کو دو ہری تکلیف دینا ہے۔ مشاہدہ کی بات ہے کہ اونٹ کو لٹا کر کم از کم دو مقام سے ذبح کیا جاتا ہے جبکہ بعض لوگ دو سے بھی زائد مقامات سے ذبح کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ رقم الحروف، کو سندھ سے آئے ہوئے لوگ۔ میل عنایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ (واقع فتح پور لہ) اس لیے لے گئے کہ انہوں نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا جس کے ذبح میں انہیں شک تھا۔ میں جب وہاں پہنچا تو اونٹ تین مقام سے ذبح کیا ہوا دیکھا۔ ازراہ تعجب دریافت کیا تو وہ کہنے لگے۔ مولوی صاحب دراصل اونٹ تو سات جگہ سے ذبح کیا جاتا ہے ہم نے اسی پر قناعت کی۔

اونٹ حلال کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کو کھڑا کیا جائے اور اگلا پاؤں باندھ دیا جائے پھر نیزہ گردن کے اگلے حصہ پر مار کر رگیں کاٹی جائیں۔ قرآن پاک میں ہے: **وَالْمُذْنَبُ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَاءٍ ۚ وَاللَّهُ لَكُم فِيهَا حِمْلٌ ۚ فَأَذْكُرُوا لَاسْمِ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَآفَ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَاَطِيعُوا الْقَانِئَةَ وَالْمُعْتَصِرَ ۚ كَذٰلِكَ يَسَخِّرُ لَهَا لَكُمْ تَسْخِرُونَ ۝۱۰**

اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لیے اللہ (کے دین) کی نشانیوں میں سے مقرر کئے۔ ان میں تمہارے لیے بھلائی ہے۔ پھر (قربانی کیلئے) انہیں قطار میں کھڑا کر کے (نیزہ سے حلال کرتے وقت) ان پر اللہ کا نام لو تو جب وہ کروٹ کے بل زمین پر گر جائیں تو ان میں سے کھاؤ اور صبر سے خاموش بیٹھنے والے محتاج اور بقراری سے مانگنے والے کو اس میں سے کھاؤ۔ اسی طرح ہم نے ان (جانوروں) کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ تم شکر ادا کرو۔

تمام مستند تفاسیر میں ہے:-

لان البدنة عند الذبح تعقل احدى يديها فتقوم على ثلاث، وعقلها عند النحر سنة۔

اونٹ کا بوقت ذبح ایک پاؤں باندھ دیا جائے اور وہ تین پاؤں پر کھڑا ہو اور اس کو نحر کے

وقت یوں باندھنا سنت ہے۔ ۲

تفسیر قرطبی میں ہے:- والبعير اذا ارادو نحره تعقل احدى يديه فيقوم على ثلاث

قوانم۔ لوگ اونٹ کو جب نحر کر نیکا ارادہ کریں تو اس کا ایک پاؤں باندھا جائے اور باقی تین پاؤں پر کھڑا ہو۔

روح البیان میں ہے۔ ۳۱

والآیة دنت علی ان الابل تنحر قائلة مذکورہ آیت کریمہ اسی پر دلالت کرتی ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ اونٹ کی ذبح میں سنت یہ ہے کہ اس کا ایک پاؤں ران سے باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے گردن لمبائی میں چیرے۔ اسے نحر کہتے ہیں۔ گائے، بکری میں یہ نہیں ہے۔ ۳۲

حضرت زیاد بن جبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ابْنِي عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَتَاهُ بَدَنَةٌ يَنْحُلُهَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ قِيَامًا مُّقْبِلَةً مُّخْتَلِفَةً عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَاللَّهُ وَسِعَهُ

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ ایسے آدمی کے ہاں تشریف لے آئے جس نے قربانی کا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھایا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے کھڑا کر۔ پاؤں باندھ، یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ ۳۳

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔ ان النبی ﷺ واصحابہ کانو ینحرون البدنة معقولة الیسری قائلة علی ما یقبل من قوائمها۔

بیشک نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اوت کو اس طرح نحر کرتے تھے کہ اس کا پایاں ہاتھ (اگلا پاؤں) باندھا ہوا ہوتا تھا اور باقی تین پاؤں پر اونٹ کھڑا ہوتا۔ ۳۴

عن الحسن قبل نہ کیف تنحر البدنة؟ قال تعقل یدھا الیسری اذا ارید نحرھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ اونٹ کس طرح نحر کرتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اونٹ نحر کر نیکا ارادہ کرتا ہو تو اس کا پایاں ہاتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ۳۵

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہتھ اندام کے موقع نحر ثلثا و ستین بیدہ ثم اعطی علیہا فنحر ما الفجر پر ترستجو اونٹ اپنے ہاتھ مبارک سے نحر

فرمائے۔ باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نحر کئے۔ ۳۶

جب نبی اکرم ﷺ نحر کرنے کے لیے نحر ہاتھ میں لیکر اونٹوں کے سامنے آئے اور اونٹ پاؤں پانچ، چھ چھ کی ٹوٹی میں آپ کے پاس لائے جانے لگے تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی زبان آگے کرتے تاکہ سب سے پہلے اسے ذبح کیا جائے۔ ۳۷

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔ اما لا اختیاراً فرکنھا الذبح فیما یدبہ فیما یدبہ من الشاة والبقرة والنحر فیما ینحر وهو الابل۔

یعنی ذبح اختیاری کا رکن ان جانوروں کو ذبح کرنا ہے جنہیں ذبح کیا جاتا ہے، جیسے بکری۔ گائے اور ان کو نحر کرنا ہے جنہیں نحر کیا جاتا ہے اور وہ اونٹ ہے۔ ۳۸

وفی المضمرات السنة ان ینحر البعید قائلاً۔

اور مضمرات میں ہے۔ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا سنت ہے۔ ۳۹

شارح مشکوٰۃ علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ السنة ان ینحر ہا قائلة معقولة

البدی الیسری۔ سنت یہ ہے کہ اونٹ کا پایاں ہاتھ باندھ کر کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔ ۴۰

تویر الابصار میں ہے:۔ وحسب نحر الابل وکمرہ ذبحھا۔

اونٹ کو نحر کرنا مستحب ہے اور ذبح کرنا مکروہ ہے۔ ۴۱

بہار شریعت حصہ ۱۵ میں ہے:۔ طلق کے آخری حصہ (گور بند باندھنے والی جگہ) میں نیزہ

بھونک کر رگیں کاٹ دیئے کو نحر کہتے ہیں۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کیا جائے

نہی ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ با فائدہ دیا ہے:۔ ۴۲

طلق کے آخری حصہ کی بجائے دیگر دو مقام سے ذبح کرنا بلا ضرورت ہے اور جانور کو دوسری

تکلیف دینا ہے۔ در مختار میں ہے:۔ کمرہ کل تعذیب بلا فائدة مثل قطع الناحی والسدخ قبل

ان تہجد۔

جو با فائدہ تکلیف مکروہ ہے مثلاً (ذبح کی وقت) سر ہڈی سے جدا کر لینا اور جانور غصہ ہونے

سے قبل چہرہ تارنا۔ ۴۳

کیونکہ ذبح اور نحر میں اصل تو یہ ہے کہ چار رگیں مری جلتوم و دو جان کافی چاہیں۔ ان سے

مردار جانور کی کھال فروخت کرنا:

اگر خاطر خواہ قیمتی چیز سے والا حلال جانور ذبح کئے بغیر مر جائے تو کچھ لوگ اسکا چمڑا اتار کر فروخت کرتے ہیں۔ قدیمی مالداروں کے پاس حرام جانوروں کی کھال اتارنے کے لئے الگ چھری ہوتی ہے جسے باقی چھریوں سے الگ رکھا جاتا ہے اور بوقت ضرورت فقط اس سے حرام جانور کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اس چھری کو حرام چھری کہتے ہیں۔

احتیاط اس میں ہے کہ دباغت سے قبل چمڑا فروخت نہ کیا جائے۔

ہدایہ میں ہے: «وَلَا يَجُوزُ (يَجُوزُ) بَيْنَهُمْ جُلُودُ النِّبْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُذْبَحَ»۔ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا تَشْتَقُّوْا مِنَ النِّبْتَةِ بِأَحَابِلِہِ یعنی مردار کی کھال دباغت (رنگنے) سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مردار کی کچی کھال سے نفع مت اٹھاؤ۔ صحیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: «إِذَا ذُبِحَ الْأَنْعَابُ فَقَدْ طَهِّرَ» جب کھال پکائی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ صحیح

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی کو بکری بطور صدقہ دی گئی۔ پھر وہ بکری مر گئی۔ نبی اکرم ﷺ اس پر گزرے تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتاری تم اسے (یعنی کھال کو) پکا لیتے اور نفع اٹھاتے۔ تو میں نے عرض کی وہ تو مردار ہے۔ فرمایا فقط اس کا کھانا حرام ہے۔ صحیح

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہیں فرماتی ہیں: «ہماری بکری مر گئی۔ ہم نے اس کا چمڑا پکالیا، پھر ہم اس میں خیزہ بناتے رہے حتیٰ کہ وہ پرانی مشک بن گئی۔ صحیح

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگ تبوک کے موقع پر ایک گھر تشریف لے گئے۔ وہاں مشک لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے پانی مانگا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ مردار کی کھال ہے۔

فَقَالَ ذَبَحْتُهَا طَهَّرْتُهَا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا پکالینا اس کی پاکی ہے۔ صحیح

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قریش سے کچھ لوگ نبی اکرم ﷺ کے سامنے

سے گزرے جو اپنی مری ہوئی بکری کو گدھے کی طرح کھینچ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اس کی کھال لے لیتے تو انہوں نے عرض کی یہ مردار ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: يُطَهَّرُهَا اللَّهُ وَنَفَعُهَا۔ پانی اور بول کے پتے اسے پاک کر دیتے ہیں۔ صحیح

مندرجہ بالا احادیث و روایات سے یہ بات صراحت سے واضح ہو جاتی ہے کہ مردار جانور کے چمڑے کو دباغت اور پکانے کے بعد ہر طرح کے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔

دباغت اور پکانے کی کئی صورتیں ہیں۔ کھال کو دھوپ میں ڈال کر خشک کر لیا جائے۔ نمک یا مٹی لگا کر خشک کر لیا جائے یا نیکرونیہ کی چھال ڈال کر رنگ دیا جائے۔

لیدر یا چمڑے کی قیمتی مصنوعات ہیں خواہ پاکستانی ہوں یا غیر ممالک کی سوائے انسان اور خنزیر کے چمڑے کے سب کا پہننا اور استعمال میں آتا جائز ہے۔

نقد اور ادھار کے بھانڈوں میں کمی، بیشی:

عام طور پر تا جراثیماء کے ادھار فروخت کرنے پر نقد سے نسبتاً کچھ اضافی رقم وصول کرتے ہیں مثلاً چٹا، گندم، کھاد وغیرہ کی "بوری" کی نقد قیمت اگر تین ہزار روپے ہے تو ادھار پر ساڑھے تین ہزار روپے کی فروخت کی جاتی ہے۔ ایسی خرید و فروخت کو عوام سودی کاروبار کہتی ہے اور ایسے کاروبار کو سودخور۔ شریعت کی رو سے کوئی بھی سامان اس طرح بیچنا کہ اگر نقد قیمت ادا کی جائے تو نسبتاً کم اور اگر ادھار یا آسان قسطوں پر دے تو کسی قدر زیادہ رقم وصول کرنا جائز ہے سو نہیں۔ نقد اور ادھار کا الگ الگ بھانڈا شریعت میں جائز ہے لیکن اتنا طوطا خاطر رکھا جائے کہ زیادہ حصول نفع اور کثرت مال کی تمنا انسان کو مستکدل نہ بنادے اور وہ کسی کی مجبوری سے نہ جائز فائدہ نہ اٹھائے۔

ایسے کاروبار میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر معینہ تاریخ اور وقت پر قسط اور رقم وصول نہ ہو اور خریدار مزید مہلت کا طلبکار ہو تو پھر مہلت اور وقت میں توسیع کی وجہ سے مزید اضافہ حرام اور سود ہوگا، اگرچہ مقروض رضا مند ہو۔

اخلاقی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «فروخت اگرچہ نرخ بازار سے کیسا ہی متفاد (فرق) ہو حرام یا ناجائز نہیں۔۔۔ بلکہ اپنے مال کا ہر شخص کو اختیار ہے۔۔۔ مشتری (خریدار) کو غرض ہوئے۔ نہ ہونے۔۔۔ صحیح

شرع شریف نے کم از کم یا زیادہ سے زیادہ منافع کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی۔ لہذا مذکورہ بالا صورت کے مطابق خرید و فروخت کرنے والے تاجروں کو سود خور کہنا گناہ ہے اور ایسا کاروبار کرنا جائز ہے۔

کیا لاوارث سامان کا مالک اٹھانے والا ہے؟

اگر عام گزرگاہ یا کسی اور جگہ سے لاوارث سامان ملے تو اکثر اوقات پر سامان اٹھانے والا اسے اپنی ملکیت اور ذاتی مال کے برابر سمجھتا ہے۔ دوسرے لوگ اسے خوش بخت اور اچھے مقدر والا انسان کہتے ہیں کہ کتنا بابت بخت ہے، بغیر مشقت، محنت اور مزدوری کے مفت سامان ہاتھ میں آ گیا ہے۔ کئی بار اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جس شخص کو پڑا ہوا سامان ملے اگر اس کے ساتھ پانچ، دس آدمی رفیق سفر ہوں تو تمام کے تمام برابر کا حصہ لیتے ہیں ورنہ تنازع اور لڑائی کی نوبت آ جاتی ہے۔

اس صورت حال کے برعکس کئی ایمان دار اور حلال کمائی پر یقین رکھنے والے لوگ اس مال کا مالک تلاش کرتے ہیں اور حق، حقدار تک پہنچاتے ہیں۔

امرداقت یہ ہے کہ جو مال کہیں سے ملے اور اس کا مالک معلوم نہ ہو تو وہ مال امانت کے حکم میں ہوتا ہے اور اٹھانے والے پر لازم ہے کہ جہاں سے مال ملا ہے وہاں پر اور اسکے دائیں بائیں اعلان کرائے اور لوگوں سے کہے فلاں قسم کا مال مجھے ملا ہے۔ اگر کوئی شخص تلاش کرتا ہو نظر آئے تو اسے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ اگر مالک آجائے اور سامان کی نشانیاں درست بتائے تو اسے سپرد کر دے۔ ورنہ اتنی مدت تک مال اپنے پاس محفوظ رکھے کہ غالب گمان ہو جائے کہ اب مالک نہیں ملیں گے اور تلاش میں نہیں ہوگا۔ اب اسے اختیار ہے کہ اس مال کی حفاظت کرے یا صدقہ کر دے۔ اگر خود اٹھانے والا مسکین ہو تو خرچ بھی کر سکتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَوْى صَالَةً فَهُوَ صَالٌ مَالَهُ يُعْرِقُهَا۔

جو (کسی کی) گم شدہ چیز کو اپنے پاس جگہ دے وہ گمراہ ہے جب تک اس کا اعلان نہ کرے۔ ۳۱

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ضَالَّةُ النَّسِيمِ حَرَامٌ النَّادِر۔

مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کی چنگاری ہے۔ ۳۲

در مختار میں ہے۔ وَإِنْ أَخَذَهَا لِتَنْفِيسِ غَرْمٍ۔ یعنی اگر گم شدہ چیز کو اپنے لیے اٹھائے تو یہ حرام

ہے۔ ۳۳

مکمل درود شریف کے مقام پر ”ص“ ”صلم“ ”علیہ“ لکھنا:

کثرت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ کاغذ اور وقت کی بچت کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ پورا جملہ جلالہ لکھنے کی بجائے ”ج“ لکھتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کیساتھ مکمل درود شریف کی جگہ ان اشارات پر اکتفا کرتے ہیں ”“ ”صلم“ ”علیٰ“ ”ق“ ”ع“ ”م“ ”ص“ ”صلم“ ”علیہ“ اور رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ لکھنے کی بجائے ان اشارات پر قناعت کرتے ہیں ”“ ”ع“ ”م“ ”ص“ ”صلم“ ”علیہ“۔ نیز کسی کے نام کی نسبت اسم رسالت کی طرف ہے تو اس نام پر بھی ”“ ”لکھا جاتا ہے مثلاً اگر کسی کا نام غلام محمد ہو تو یوں لکھتے ہیں ”غلام محمد“

اصلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ ”صلم“ یا ”ع“ ”م“ ”ص“ وغیرہ لکھنا ممنوع اور سخت بیدہوشی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پہلا شخص جس نے اختصار کیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ درود پورا لکھنا لازم ہے۔ ۳۴

مفتی جلال الدین احمد مجددی فرماتے ہیں:-

(۱) اکثر لوگ درود شریف کے بدلے ”صلم“ ”علیہ“ لکھتے ہیں۔ یہ ناجائز، حرام ہے اور اگر معاذ اللہ شان میں کمی کرنے کا قصد ہو تو قطعاً کفر ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام اور اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے مبارک کے ساتھ رضی اللہ عنہ کی جگہ ”“ ”لکھنا مکروہ اور باعث محرومی ہے۔

(۲) جن کے نام محمد، احمد، علی، حسن، حسین، وغیرہ ہوتے ہیں بعض لوگ ان ناموں پر ”“ ”بتاتے ہیں۔ یہ بھی ممنوع ہے اس لیے کہ اس جگہ تو یہ شخص مراد ہے اس پر درود کے اشارہ کا کیا معنی؟۔ ۳۵ اگر پہلی بار ذبح غیر صحیح ہو تو کیا دوسری مرتبہ ذبح سے جانور حلال ہوگا؟

بعض مرتبہ علت الناس کو یہ صورت حال پیش آ جاتی ہے کہ ایک مرتبہ جب جانور ذبح کر لیں اور ہنوز جانور پھڑک رہا ہو اور حرکت میں ہو اسی دوران علم ہو جائے کہ ایسی ذبح سے جانور تو حلال نہیں ہوتا تو پھر جلدی سے درست مقام سے جانور کو ذبح کر ڈالتے ہیں۔ ایسے جانور کو کھانا روا سمجھتے ہیں، کہتے ہیں کیونکہ ابھی جانور کی زندگی باقی تھی اور ہم نے پھر اسے درست مقام سے ذبح کر لیا ہے۔

جانور اس طرح حلال نہیں ہوتا کیونکہ پہلی ذبح سے جانور کی زندگی ختم ہو رہی ہوتی ہے اور جانور کو موت نسبتاً دوسری ذبح کے پہلی ذبح سے بعد واقع ہوتی ہے۔ لہذا حکم بھی پہلی ذبح پر لگایا جائیگا۔ ۳۶

عورت کی ذبح:

عورت کے حلال کئے ہوئے جانور کو کھانا بھی نامناسب اور قرین ممنوع سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر مرد گھر میں نہ ہو اور جانور مرد مر رہا ہو تو خود قس اسے ذبح نہیں کرتیں، بلکہ بطور کبوت یہ کہا جاتا ہے کہ ”اگر جانور کے مردار ہونے کا اندیشہ ہو اور مرد گھر میں نہ ہو تو عورت کسی بچے کے ہاتھ میں چھری تھما کر اس کے ہاتھ کو پکڑ کر جانور ذبح کرے تو جانور حلال ہو گا ورنہ نہیں“ حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ ذبح کرنے والے کیلئے مرد ہونا کوئی شرط نہیں۔ جس طرح مرد ذبح کر سکتا ہے اسی طرح عورت اور بچہ بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

والسختی والسختی تجوز ذبیحتہما۔۔۔ البراقہ السنہ۔۔۔ فی الذبح کالمرد۔

بچہ اور مختہ دونوں کی ذبیحہ حلال ہے اور مسلمان عورت ذبح کرنے میں مرد کی مثل ہے۔ ۳۷ جس جانور کے مردار ہونے کا خطرہ ہو اس کا قبلہ شریف کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں بلکہ جس طرف بھی آسانی سے ہو سکے ذبح کرنا چاہیے۔ کئی لوگ ایسے جانوروں کو مردار کر بیٹھتے ہیں۔

یہ بات بھی اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ چھری کا دست تیزی کا ہونا ضروری ہے اور اس میں تین میخ دار سوراخوں کا ہونا بھی، حالانکہ ذبح کیلئے مخصوص وضع اور ساخت کی چھری شرط نہیں۔ برائے آئہ سے جانور ذبح کرنا جائز ہے جس سے شرعی حکم کے مطابق جانور ذبح کیا جاسکے۔ خواہ وہ آلہ باقاعدہ ذبح کیلئے تیار کیا گیا یا کسی اور ضرورت کیلئے بنایا گیا ہو لیکن ذبح کا کام دیتا ہو۔

نظر بد سے بچنے کیلئے اختیار کئے جانے والے ٹوکے:

نظر بد سے بچنے کیلئے لائینی، گونا گوں اور متنوع ٹوکے رائج ہیں۔

۱: سنے اور خوبصورت مکانات تعمیر کرنے کے بعد مٹی کی استعمال شدہ سیاد باندی مکان کی چھت کے سامنے واسے کو نہ پراوندگی کر کے رکھ دیتے ہیں تاکہ ہر نظر بد واسے کی نگاہ پہلے باندی پر

پڑے، بعد میں مکانوں پر۔ یہ بے فائدہ عمل پنجاب بھر کے اکثر اضلاع میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ۳۲ نئی گاڑی پر پرانا جوتا بھی اسی مقصد کیلئے باندھا جاتا ہے۔ جانوروں کے گلے میں جوتے سے کچھ حصہ کاٹ کر یا ویسے چمڑے کے ایک ٹکڑے میں سوراخ کر کے، اس میں دھاگہ ڈال کر باندھتے ہیں۔

۳: راست کے سامنے اگر فصل اچھی ہو تو بعض نادان چار، پانچ فٹ کی عمری زمین میں گاڑ کر اس پر پرانا، پھٹا ہوا جوتا لٹا کر کے لٹکا دیتے ہیں۔

تاثر نظر حق ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بے شک نظر آدمی وقیر میں داخل کر دیا ہے اور اونٹ کو باندی میں۔“ نظر بد سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں پناہ لینے اور حقوق کے برشر سے امان طلب کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے عنود سلامتی کا خواستگار ہونا چاہیے۔ نظر بد سے بچنے کیلئے رسول اللہ ﷺ سے جو دعا منقول ہے وہ پڑھنی چاہیے۔ وہ یہ ہے: ”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الشَّافِعَہُ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَآثِیَۃٍ وَ عِلَیْنِ لَا مَیْقَہَ۔“

علاوہ ازیں اگر انسان کو کوئی اچھی صورت، نمونہ نظر آئے، جو دل کو لہجائے اور دل اس کی طرف مائل ہو تو ”مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ“ اور ”قَلْبُہَا اِنَّ اللّٰہَ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ“ پڑھ لینا چاہیے۔

رہا مسئلہ مذکور بالا ٹوکے، ٹوکے وغیرہ کا تو ان چیزوں کو بالذات موبکر ماننا شرک ہے اور ان کی تاثیر ذاتی کا ایمان و اعتقاد رکھنے بغیر انہیں اختیار کرنا گمراہی، ضعیف الاعتقاد اور توہم پرستی۔ ۳۸ عمر رسیدہ لوگوں کا بیٹے وغیرہ سے موئے زیر ناف منڈوانا:

اگر انسان اس قدر لاغر اور بوڑھا ہو جائے کہ خود موئے زیر ناف (ناف کے نیچے سے بال) نہیں مونڈ سکتا تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بیٹے یا حجام وغیرہ سے منڈوائے مناسب یہ ہے کہ بال صفا پاؤں کریم سے صفائی کر لے۔ یہ بات غلط ہے کہ ہاں صفا پاؤں کو رقیقہ عورتیں استعمال کر سکتی ہیں مرد کیلئے ممنوع ہے۔ عورت، مرد، بچہ سب کیلئے ہر ایسی چیز کا استعمال جائز ہے جس سے بدن سے بال دور اور الگ ہو جائیں البتہ استرے سے مونڈنا مستحب ہے۔ طہنی وہی میں ہے اور جس سنت بتا دی ہو بکل مزیل لحصول المقصود وهو النفاقة۔ یعنی (موئے زیر ناف میں) اصل سنت تو ہر ایسی چیز

سے ادا ہو جائیگی جو بال صفا ہو کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو جائیگا جو کہ نظافت و صفائی ہے۔ ۳۹
اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیر ناف بال بنانے کیلئے زیادہ بہتر عمل موندنا ہے
البتہ کترنا، اکھیرنا، نورہ (چونہ اور ہڑتال سے مرکب چیز کو نورہ کہتے ہیں بدن پر لگانے سے بال
از جاتے ہیں۔) لگانا بھی جائز ہے۔ ۴۰

اندازہ اور قیافہ سے کسی بچہ پر حرامی ہونے کا حکم لگانا:

کچھ صاحبان شک و شبہ اور قیافہ کی رو سے کئی بچوں کے نسب میں طعن کرتے ہیں اور انہیں
حرامی اور ولد الزنا کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں بچے کی شکل و صورت اپنے باپ سے نہیں ملتی، فلاں
آدمی سے جڑتی ہے لہذا اس کا باپ بھی وہی آدمی ہے۔ یاد رہے یہ قیافے اور قیاس آرائیاں بدنام
گھرانوں کے متعلق زیادہ ہوتی ہیں۔ کئی جاہل باپ ازراہ مذاق اپنی اولاد کا انکار کر دیتے ہیں کہ فلاں
بچہ میرا بیٹا نہیں کیونکہ اس کا رنگ، مذہب اور عادات مجھ جیسی نہیں ہیں۔

ایسے نظریات اور قیافوں کے مالک، عادت کفار عرب کے درپے ہیں اور حد تہمت کے
تھدار ہیں۔ کفار عرب کا قیافہ پر بڑا اعتقاد تھا اور انکی جڑ ملی قیافہ لگانے والا تھا۔ اس کی عام عادت
تھی کہتا تھا کہ فلاں کی شکل فلاں سے ملتی جلتی ہے اس لیے اس کا بھائی یا بیٹا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ
عنہ کے نسب میں بھی اس لیے کفار نے طعن کیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بہت سیاہ قام تھے اور ان کے
والد گورے اور سفید۔ ۴۱

یہ بات عقلاً اور کلاً محال ہے کہ جس بچے کی شکل و صورت اپنے باپ سے نہ ملے اس پر حرامی
ہونے کا حکم لگایا جائے۔ دیکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے
لگا: اِنَّ اَمْرًا بِيٍّ وَلَدْتُ غُلَامًا سَوْدًا۔

میری بیوی نے سیاہ رنگ کا لڑکا جنا ہے۔ اور میں نے اس کا (اپنا بیٹا ہونے سے) انکار کر دیا
ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اُنکے رنگ کیا ہیں۔ عرض کی سرخ۔ فرمایا: ان میں کوئی چکبرہ بھی ہے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا: تو اسے
کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا۔ قَالَ عِرْنِيْ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هَذَا عِرْنِيْ نَزَعَهُ۔

وہ بولا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (بھی ہو سکتا ہے) کہ

اسے بھی رگ نے کھینچ لیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کی اجازت نہ دی۔ ۴۲

بدوی نے انکار اس وجہ سے کیا کہ میں گورا ہوں اور میرا بچہ کالا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ باپ کا
رنگ گورا، سفید اور بچہ سیاہ قلم ہو لہذا یہ بچہ کسی اور کا ہے۔ اس کے اس شک کو رفع کرنے کے لئے نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا حکیمانہ جواب دیا کہ جو تاویل تو اونٹ کے بچے میں کھرتا ہے اپنے بچے میں کیوں نہیں
کرتا؟ اونٹ کے بچے کے بارے کہتا ہے کہ کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہے ایسے ہی انسان کے بچے کو بھی
ماں، باپ کے خاندان کی رگ کھینچ سکتی ہے۔

حمل گرانے کا جرم انسان قتل کرنے کے برابر ہے:

احناف کے نزدیک ایک سو بیس دن گزرنے کے بعد حمل میں روح آ جاتی ہے۔ اس کے
بعد بچہ انسانوں کی فہرست میں آ جاتا ہے۔ بعد ازاں ایسے حمل اور بچے کو اس وجہ سے ساقط کرنا اور گرانا
کہ یہ ناجائز حمل ہے اور کنواری لڑکی اور اسکے پورے خاندان کیلئے ذلت و رسوائی، بدنامی اور بے عزتی
کا باعث ہوگی یا حمل تو جائز ہے لیکن میڈیکل رپورٹ سے معلوم ہو گیا کہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ہے، میاں
بیوی دونوں اس بات پر رضامند ہو کر حمل گرا لیں تاکہ ان کے ہاں لڑکی پیدا نہ ہو، ان دونوں صورتوں
میں حمل گرانے کا جرم اور جیتے جاگتے انسان کو قتل کرنے کے مترادف ہے، چار ماہ کے بعد زندہ انسان کو
تنگ و شرمساری کی وجہ سے ادویہ استعمال کر کے مارنا اور ساقط کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ البتہ چار
ماہ سے قبل حمل گرانے کا جرم ہے۔ زندگی اور روح پڑ جانے کے بعد تو بچہ کی زندگی کا تحفظ اس قدر لازم اور
ضروری ہے کہ اگر حاملہ عورت مر جائے تو فوراً اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک ایسی عورت حاضر ہوئی جس نے درخواست کی کہ میں
ناجائز عمل سے حاملہ ہوں مجھ پر حد جاری فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ جتنے تک صبر کرے کیونکہ جو
بچہ پیٹ میں ہے وہ قصور دار نہیں۔ (چنانچہ وہ عورت واپس چلی گئی)۔ جب بچہ پیدا ہوا تو پھر حاضر ہو گئی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ چھوٹا ہے اگر عورت کو سنگسار کریں تو اسکی پرورش کون کرے گا؟ اس کام کیلئے ایک
انصاری صحابی تیار ہو گئے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کمال شفقت و رحم فرماتے ہوئے) پھر بھی بچہ اس
عورت کو دے دیا تاکہ (اس کی ماں) دودھ پلائے۔ جب دودھ پلانے کی مدت مکمل ہو گئی تو:-

”پارچہ نان بردست فرزند جہاد و در مجلس شریف آنحضرت سنی پند آمدہ طلب اقامت حد نمود و گفت یا رسول اللہ فرزند را از شیر یا زرد و طعام سے خورد“

وہ عورت بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک تھکڑا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں (اپنے اوپر) حد قائم کروانے کیلئے حاضر ہوئی اور عرض کیا اے پیغمبر خدا میں نے بچہ کو دودھ پینے سے منع نہ کر دیا ہے اور وہ (اس وقت) کھانا اور روٹی کھا رہا ہے۔ تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو سید تک دفن کر کے سسار کر دیا۔ ۳۳

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانہ کثرت شریعت میں نے ایک عورت کو سسار کرنے کا حکم دیا لیکن وہ عورت حاملہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توجہ دلائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ایسی عورت کو بچہ جنم کے بعد سسار کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **لَا تُولَدُ حَتَّى تُهَيَّئَ لَهَا مَرْجِلًا** نہ ہوتے تو مر بلاک ہو جاتا۔ ۳۴

گویا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناجائز حمل کو ضائع کرنا اور شرعی حکم کی مخالفت کو بلائیت قرار دیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ابتدا شافعی المذہب تھے۔ ایک دن انہوں نے تب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ نکالنے کے لیے اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائیگا۔ برخلاف مذہب ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واقعہ یہ تھا کہ حاملہ ہونے کی حالت میں والدہ کی وفات کے نتیجے میں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کو مذہب حنفی پر عمل کرتے ہوئے پیٹ چیر کر نکالا گیا تھا۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پڑھ کر کہا: میں اس شخص کے مذہب سے راضی نہیں جو میری بلائیت پر راضی ہو۔ پھر انہوں نے شافعیہ کو چھوڑ دیا اور حنفی مسلک اختیار کیا اور اس مسلک کے عظیم مجتہد بن گئے۔ ۳۵

اسی حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **انہا ان پڑ جانے کے بعد اسقاط حمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویہ قاتل ہے۔** ان پڑنے سے پہلے اگر کوئی ضرورت ہے تو حرج نہیں۔ ۳۶

موجودہ دور میں یہ تصور کرنا ممکن ہے کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ صحت مند ہے یا بیمار۔ سب معلوم کیا جاتا ہے یہ اعضا۔ میں سے کوئی عضو نہیں تو مذکورہ بموجب پر اسقاط کو والدین چاہتے ہیں

کہ ایسے بچہ اور حمل کو ضائع کر دیا جائے تاکہ بعد میں بوجہ اور پریشانی نہ ہو۔ ایسے حالات میں بھی ایک سو میں دن گزرنے کے بعد حمل ضائع کرنا حرام ہے اور زندہ آدمی قتل کرنے کے برابر گناہ ہے۔ کیونکہ ایسے ماں باپ اپنی صحت مند اولاد کے بارے میں یہ نظریہ روار کھتے ہیں کہ اگر انکا کوئی عضو کسی حادثہ میں ختم ہو جائے تو اب معاشرہ پر انکے بوجہ بننے کے سبب انہیں قتل کر دیا جائے؟ یا انکا کوئی ذاتی عضو ضائع ہو جائے تو کیا وہ یہ حکم دیں گے اب ہم معذور ہو گئے ہیں مزید معاشرہ پر بوجہ نہیں بنتے ہمیں قتل کر دو۔ ہرگز نہیں۔

ناجائز حمل گرانا لڑکیوں اور بیٹیوں کی کثرت کی وجہ سے حمل ساقط کرنا اور ناقص الحالت بچہ کو ضائع کرنا بالکل حرام اور قتل کے برابر گناہ ہے۔

مہر کے تعین میں اہم غلطی:

دریائے سندھ و چناب کے درمیانی علاقہ میں اکثر و بیشتر یہ بات رائج ہے کہ مہر کا صحیح معنی میں محفل نکاح کے دوران ذکر اور پورا پورا مطالبہ عار محسوس کیا جاتا ہے۔ البتہ نکاح رجسٹر کے رجسٹر میں خانہ مہر ہوتا ہے جسے پڑ کرنے کے لیے اپنی اور حاضرین کی رائے سے ۵، ۱۰، ۲۰ سو روپے تجویز کرتے ہیں۔ جبکہ مہر لینے، دینے اور سٹے کرنے کا جنہیں حق ہوتا ہے انہیں اس رائے اور تجویز کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اگر وہ موجود ہوں تو یہ سمجھتے ہیں کہ مقدار مہر، نکاح خواں اور باراتی جو تجویز کریں وہی ہم پر لازم ہوگا۔ یہ طریقہ کار بالکل خلاف شرع ہے۔ لڑکی اور لڑکے کے ماسوائی کو اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے مقدار مہر متعین کریں۔

نکاح اور منکوحہ کو اختیار ہے اپنی مرضی سے مہر جتنا مقرر کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس کی انتہائی حد شریعت میں غیر مقرر ہے۔ البتہ مہر کی کم از کم مقدار شارع علیہ السلام نے مقرر فرمادی ہے جس سے کم مقرر کرنا ناجائز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مہر میں وہ کم نہیں ہے۔** ۳۷ اور اس کا وزن دو تولہ ساڑھے سات ماشہ جتنا ہے۔ لہذا اگر زہین کم از کم مہر مقرر کرنا چاہیں تو مذکورہ مقدار میں چاندی کا وزن مقرر کریں یا اس کی قیمت جو کہ آج مورخہ 19-02-2011 کو چاندی کے نرخ کے مطابق 2428 روپے بنتی ہے۔ نکاح خواں اور دوسرے باراتی مہر مقرر کرنے میں کوئی حق نہیں رکھتے۔

وصح الشفی فصاعدا من الثلاثة والشفی هو ابن خمس من الابل وحولین من البقر

والنجا موس وحول من الشاة والمعز۔ ۵۱

ام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟

امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے متعلق بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی نے زہر دیا اور زہر کھلانے کا سبب ”معاذ اللہ“ یزید کے ساتھ ساز باز تھی یہ بات بعض کتابوں میں بھی درج ہے۔ اس امر کی تحقیق حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد نے فرمائی ہے جو مذکر قارئین ہے۔

”مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طبع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا اس روایت کی کوئی صحیح سند دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سند صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا حوالہ کے لکھ دیا ہے یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وفات کے قریب تھے آپ کے بھائی حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیشک میں اسے قتل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر حقیقت میں وہی زہر دینے والا ہے تو خدائے ذوالجلال منتقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت بہت سخت ہے اور جس کے بارے میں میرا گمان ہے اگر وہ زہر دینے والا نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل کیا جائے۔ اس مکالمہ سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ زہر دینے والے کا نام امامین کریمین رضی اللہ عنہما کو معلوم نہ تھا، حالانکہ واقعات کی تحقیق واقعہ برپا ہونے کے زمانہ میں آسان ہے قطع نظر بعد کے۔ نیز ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو بغیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی تہمت کے ساتھ کیا جاتا ہے جو ایک بدترین جبر ہے۔“ ۵۲

اجنبی مرد کا غیر عورت سے مصافحہ اور سر پر ہاتھ رکھنا:

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ غیر عورت سے ملاقات ہو تو اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہیں یا ہاتھ سے ہاتھ ملا تے ہیں۔

ملاقات اور میل ملاپ کے یہ دونوں طریقے ناجائز ہیں۔ اجنبی آدمی ہر اس عورت کے بدن کو نہیں چھو سکتا ہے جس سے اس کے لیے نکاح کرنا جائز ہے اگرچہ چچا زاد بہن ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عورت جوان ہے تو اس کے ننگے سر پر ہاتھ رکھنا یا ہاتھ سے ہاتھ ملانا حرام اور بد انجام ہے۔ اگر سر پر دوپٹہ ہو تو پھر بھی ہاتھ رکھنا ناجائز ہے اور یہ حکم پیر، استاد سب کے لیے برابر ہے۔ البتہ ان میں سے ایک جوان اور دوسرا بوز حاء ہو تو پھر ہاتھ ملانے میں حرج نہیں کیونکہ اس صورت میں شہوت کا خوف نہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیہ نے حصول برکت کے لیے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّی لَا اَصَافُحُ النِّسَاءَ۔ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وَ اَللّٰهُ مَا مَشَتْ بِذُرِّ سُوْلِ اَللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِذُرِّ امْرَاَتٍ فَقَطَّ مَا كَانَ یُسَافِیْہُنَّ اِلَّا بِاَلِّ الْکَلَامِ۔

مجھے اللہ کی قسم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی (غیر محرم) عورت کا ہاتھ نہیں چھوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فقط کلام کے ذریعے بیعت لیتے ہیں۔ ۵۳

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ مَنْ مَسَّ کَفَّ امْرَاَتَ لَیْسَ مِنْہَا بِسَبِیْلِ وَضْعِ صُلَّی کَفِّہِ جَمْرَةِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

جس نے کسی عورت کا ہاتھ چھوا حالانکہ مرد کے لیے اس میں کوئی راء نہیں تو اس کے ہاتھ پر قیامت کے دن انگارہ رکھا جائے گا۔ ۵۴

ہدایہ میں ہے:۔ وَلَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّسَّ دَجَہَہَا وَکَفَّہَا۔

مرد کے لیے عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو چھونا جائز نہیں۔ ۵۵

اگر داماد نے اپنی ساس کو چھوا تو دیگر چند شرائط کے ساتھ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی یعنی اس کی بیٹی داماد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائیگی۔ نیز اور کسی بیٹی سے بھی نکاح جائز نہیں ہوگا۔ اگر ساس نہ ہو تو تب بھی بعض دیگر شرائط کے ساتھ مسور عورت کی بیٹیوں سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

عصر حاضر میں عورتوں کے دوپٹے اس قدر باریک ہیں کہ ان کے سر کا بال بال نظر آتا ہے ایسے دوپٹے کے سر پر ہونے کے باوجود سر کو چھوٹا اور نیچے سر پر ہاتھ رکھنا اور چھوٹا برابر ہے۔ فسق و فجور سید کے نسب کو منقطع نہیں کرتا:

کچھ لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ سید کے لیے متقی اور پرہیزگار ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی آدمی اپنے آپ کو سید کہلاتا ہے مگر علانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہے تو ایسے سید زادہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نقلی سید ہے۔ اس کے برعکس بعض صاحبان اس نظریہ کے مالک ہیں کہ سید ہونے کا دعویٰ ہر صورت واجب التعظیم اور پیر ہونے کے لائق ہے اگرچہ بد مذہب ہو اور اس کے عقائد گستاخانہ ہوں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ سید ہونے کیلئے معصوم ہونا شرط نہیں اور نہ ہی اس کا فسق و فجور نسب میں خلل انداز ہے۔

اہل حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سادات کی تعظیم لازم ہے جبکہ ان کی بد مذہبی حد کفر کو نہ پہنچے۔ بد مذہب ہونے کے بعد وہ سید ہی نہیں، نسب منقطع ہے۔ سید سنی المذہب کی تعظیم لازم ہے اگرچہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ ان اعمال کے سبب اس سے تقیر (نفرت) نہ کی جائے بلکہ نفس اعمال سے (نفرت) ہو۔ ۵۶

جس شخص کا نسب ثابت نہیں مگر وہ سید ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کا جھوٹا ہونا بھی ثابت نہیں تو اس کی تکذیب میں توقف (سکوت) کیا جائے۔ بلاشبہ اس کے سید ہونے کی نفی کرنا جائز نہیں۔

زیریں لب کے نیچے سے بال کاٹنا:

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ نچلے ہونٹ کے نیچے وسط میں ذرا سے بال چھوڑ کر ادھر ادھر منڈوا دیتے ہیں۔ یہ بال داڑھی میں داخل ہیں انکا مونڈنا جائز نہیں۔ ان بالوں کو عربی میں فٹیکین، ہندی میں کوٹھے کہتے ہیں۔

اہل حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بال بدھت سلسلہ ریش میں داخل ہیں کہ اس سے کسی طرح امتیاز نہیں رکھتے تو انہیں داڑھی سے جدا خنبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ غرائب میں ہے دونوں کوٹھوں کو اکھاڑنا بدعت ہے۔ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عدالت میں (کسی معاملے

میں) گواہی دی اور وہ شخص دونوں کوٹھوں کے بال اکھاڑنے والا تھا۔ آپ نے اسکی گواہی رد کر دی۔ ہاں اگر یہاں بال اس قدر طویل اور گھنے ہوں کہ کھانا کھانے، پانی پینے اور کھلی کرنے میں مزاحمت کریں تو انکا قینچی سے بقدر حاجت کم کر دینا روا ہے۔ ۵۷ داڑھی کے سفید بال اکھاڑنے سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

فرضی قبروں پر گنبد، شجر پرستی:

واں پھر اس کے نواح سے شروع ہو کر مظفر گڑھ تک، دریائے جہلم، چناب اور دریائے سندھ کے پانیوں کے درمیان واقع پٹی جو کم و بیش ۱۹۰ میل شمالاً جنوباً ۸۵ میل شرقاً غرباً ہے، انیسویں صدی کے نصف آخر سے قبل ایک عظیم صحرا پر مشتمل تھی۔ اس وقت زیر زمین پانی کی سطح بہت گہری تھی بعض مقامات پر ۱۵۰ فٹ گہرائی تک پانی کا حصول دشوار تھا۔ اس عہد میں صحرا اور ریگستان کے اندر پانی کے حصول کے ذرائع تالاب ”نوبے“ یا کنویں تھے۔ کنوؤں میں پانی کی گہرائی کی خبریں اس وقت کے سن رسیدہ بزرگ اس حد تک دیتے ہیں کہ۔ حار اور بھادوں کے مہینوں میں نصف النہار کے وقت کنویں کے کنارے پر کھڑے ہو کر جھانکنے سے پانی نظر آتا تھا۔ علاوہ ازیں دیکھنے والے کو بھی خطرہ لاحق ہوتا کہ زیادہ جھانکنے سے کنویں میں گر جائیگا۔ ایسے کنوؤں سے تیل جوتے کے علاوہ پانی نکالنا بہت مشکل تھا البتہ ایسا آدمی جس کا معدہ ایک وقت میں سالم بکرایا ایک کلو دیسی گھی ہضم کر لیتا، وہ اپنی پوری ہمت لگا کر ایک دو گھڑے پانی نکال سکتا تھا۔ والد صاحب فرماتے ہیں! متحدہ پاک و ہند کی آخری دہائی میں چاہ ماہی والا سے جب دو، دو تیل اکٹھے جوت کر ہزاروں پیاسے جانوروں اور کھیت کیلئے پانی نکالا جاتا تھا اس وقت کنویں پر ”ستارہ دیہاں“ 340 مٹی کے نوئے لکڑی کی ایک بڑی گراری پر چلتے تو پانی میسر ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے اس دور میں قحط کے پانی کی سطح زیر زمین ڈیڑھ سو فٹ سے بھی متجاوز تھی۔

چاباٹ کا یہ سلسلہ بھی بہت کم تھا۔ ایک کنویں سے دوسرے کنویں کی طرف جانے والا آدمی پیاس کے خوف سے پانی کی مشک بغل میں لیکر جاتا۔ اور مال مویشی چراگنے والوں کے پاس ہر وقت پانی کی ”کھلی“ مشک موجود رہتی۔ کنوؤں اور ”نوبوں“ سے دور بسنے والے لوگ وقت نکال کر دو چار دن کی ضرورت کا پانی جمع کر لیتے تھے۔

اس دور میں جس گھر سے مسافر کو پینے کے لیے پانی کے چند گھونٹ ملنے کی امید ہوتی یا کھانا تیار کرنے کے لیے کسی کو آگ کی چنگاری میسر ہوتی تو وہ گھر امیر ترین تصور کیا جاتا۔ پانی یا آگ کی چنگاری لینے والے تازیت ایسے گھر ان کے مرہون منت رہتے۔

اس دور میں بسنے والے لوگوں کی گزر اوقات مال مویشی پالنے اور چرانے پر منحصر تھی۔

جانور پالنے والے لوگ بارش اور چارہ کی تلاش میں ہر وقت نقل مکانی کی صعوبت میں رہتے تھے۔ غرضیکہ ایسے لوگوں کی رہائش گاہ وہاں ہوتی تھی جہاں بارش برسی اور جانوروں کے لیے چارہ، گھاس میسر ہوتا۔ اسی دوران ان لوگوں پر مرگ کا وقوع بھی ہوتا تھا ایسا ناگہانی وقت ان بے بس لوگوں کے لیے (نماز جنازہ، کفن، دفن) مشکل ترین مرحلہ تھا۔ کئی بار ایک رات دن گزرنے تک نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ملتا۔ باقاعدہ طور پر قبرستان کی سہولت بھی نہ تھی۔ جہاں مناسب ہوتا میت دفن کر دی جاتی۔ کئی بار صحرا سے گزرنے والے شدت پیاس سے سر راہ مرغ بسک کی طرح جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے۔ ان کی مرگ کی اطلاع کئی روز بعد میں پہنچتی تھی لیکن اس وقت میت اور نعش کی حالت بگڑی ہوئی ہوتی تھی جس کی بنا پر راستہ کے قریب لحد تیار کی جاتی تھی۔

مرور زمانہ سے روئے زمین سے ایسی قبروں کے نشانات ختم ہو جاتے تھے۔ زمین کو ہموار کرتے ہوئے یا کسی موسمی تغیر کے نتیجے میں بعض اوقات کوئی بے نام و نشان قبر نمودار ہو جاتی تھی جس کا کوئی وارث یا جاننے والا نہیں ہوتا تھا شومی قسمت سے انیسویں صدی کے نصف آخر میں آنے والی نسلوں نے ایسی قبروں پر فلک بوس گنبد اور محلات تعمیر کر دیئے اور جہالت سے ایسی قبر والوں کے غیر شرعی نام تجویز کئے اور مسند سجادگی بچھا کر دنیا کی حرص و ہوس میں بے خود ہو کر حیران طریقت کہلانے کے حقدار بن بیٹھے۔ العیاذ باللہ۔

کچھ لوگوں نے خوابوں اور بشارات کی بنا پر بھی بھڑکیوں یا ہموار جگہ پر فرضی قبریں تعمیر کر دیں اور بتویہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ میانوالی، بھکر، لیہ، مظفر گڑھ میں ہر سال کم از کم ایک فقیر، پیر، نکلنے کی خبر ضرور شائع ہوتی ہے۔

علاوہ انہی درختوں سے مرادیں مانگنے اور نذریں ادا کرنے والوں کی تعداد بھی فرضی قبروں پر میلے لگانے والوں سے کم نہیں۔ بے راہروی کا شکار ہونے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو کر

جنگل، بیابان کے بوسیدہ درختوں کو قبلہ حاجات ماننے ہیں اور ان پر طرح طرح کی فضول اشیاء باندھنا اور لٹکانا ادا نیگی منت کا رکن خیال کرتے ہیں مثلاً ناقابل استعمال بالکل چھوٹے سائز کے ٹکے، پتل جوتے والی چھوٹے سائز کی "پنجا لیاں" وغیرہ وغیرہ۔ ایسے درختوں کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر جنات کی رہائش ہے۔ رات کو وہاں جانا خطرہ سے خالی نہیں اور انہیں کاٹنا بلاکت تصور کیا جاتا ہے۔ نیز ایسے درخت کے خشک اجزاء اور ٹہنیوں کا جلانا بھی خلاف عقیدت اور نقصان کا باعث سمجھا جاتا ہے شجر پرستوں میں خال خال یہ بات بھی مشہور ہے کہ بعض درختوں پر کھلازی ماری جائے تو ان درختوں سے خون بہہ نکلتا ہے۔

فرضی قبریں بنانے والوں کے متعلق مفتی جلال الدین احمد کے ہاں ایک سوال آیا تو آپ نے جو فتویٰ دیا وہ مع سوال ملاحظہ فرمائیں:-

مسئلہ: ایک غیر مزرعہ زمین عرصہ دراز سے بیکار پڑی ہوئی تھی جس کے بارے میں غیر مسلموں کا یہ خیال تھا کہ وہاں "کچھ" ہے۔ اس علاقہ میں ایک پیر صاحب کا آنا ہوا جو بظاہر متقی پرہیزگار ہیں۔ انہوں نے اس زمین پر مراقبہ کیا، اس کے بعد کہا کہ یہاں ایک بزرگ کی قبر ہے۔ پھر قبر کی انہوں نے نشاندہی کی مگر اس علاقہ کے بڑے بوزحوں کا کہنا ہے کہ ہمارے علم میں یہاں کبھی کوئی قبر نہیں تھی اور اپنے بڑے بوزحوں سے بھی وہاں قبر ہونے کے بارے میں کبھی نہیں سنا گیا۔ پیر صاحب کی بتائی ہوئی جگہ پر لوگوں نے شاندار پختہ قبر بنادی ہے۔ عرس ہوتا ہے قوالیاں بھی ہوتی ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قبر پر فاتحہ پڑھنا، اس کے عرس میں شرکت کرنا اور کسی طرح اس کا تعاون کرنا اور علماء کا وعظ کیلئے اس عرس میں جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب حدیث شریف میں ہے: لعن الله من زاد ہلا مزار۔ یعنی فرضی قبر کی زیارت کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اب جبکہ مقام مذکورہ قبرستان نہیں اور نہ وہاں قبر کے ہونے کا بڑے بوزحوں سے کوئی ثبوت ملتا ہے تو صرف پیر صاحب کے مراقبہ سے وہاں پر قبر ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ الہام کی دو قسمیں ہیں ایک رحمانی، دوسری شیطانی، تو پیر صاحب کو مراقبہ میں جو الہام ہوا ممکن ہے کہ وہ الہام شیطانی ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الحسن علی رضی اللہ عنہ

جو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں ان کے خلیفہ حضرت ابوالحسن جو سنی رضی اللہ عنہ کے مرید کو چلے میں شب قدر نظر آئی اور ایسا معلوم ہوا شجر و حجر اور دیوار و در سب سجدے میں ہیں اور ہر طرف نور پھیلا ہوا ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ شیطان کا کرشمہ تھا۔ مسلمان کی قبر کا یقین نہ ہو اس کی زیارت کرنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ قبر نہ ہونے کی صورت میں خدائے تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوگا اور اگر حقیقت میں مسلمان کی قبر ہو تو زیارت نہ کرنے سے گناہ گار نہ ہوگا۔ لہذا قبر مذکورہ پر فاتحہ پڑھنا، اس کے عرس میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے اس کا تعاون کرنا جائز نہیں کہ اندیشہ لعنت و گناہ ہے۔ ۵۸

فوت شدہ جنم لینے والے بچے سے ناروا سلوک:

مردہ جنم لینے والا بچہ اگرچہ تمام اہلقت ہو اور اس کے اعضاء ظاہر ہوں، لڑکے اور لڑکی کا فرق واضح ہو تو لوگ ایسے بچوں کو بے گور و کفن و یران جگہ میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنے کی وجہ فقط آلودگی سے بچنا محسوس ہوتا ہے۔ بعض اوقات فوت شدہ پیدا ہونے والے بچوں کو ہسپتالوں کے در و دیوار کے قریب اور شاہراہوں پر پھینک دیا جاتا ہے جن کا گوشت جانور اور پرندے کھا لیتے ہیں۔ اگر بچہ چند سانس لینے کے بعد فوت ہو جائے تو نماز جنازہ اور دفن کا اہتمام کیا جاتا ہے مگر اسے قبرستان کے مشترکہ کنارہ پر دفن کرنا لازمی سمجھا جاتا ہے مزید برآں اس کا نام رکھنا بالکل بے فائدہ اور لغو تصور کیا جاتا ہے۔

شرع شریف کی روشنی میں حکم یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو یا فوت شدہ، اس کا نام رکھا جائے کیونکہ روز قیامت وہ اٹھے گا۔ اگر والدین نے نام نہیں رکھا تو والدین روز محشر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! سو اسقاطکم فانہم فی حکم۔

تم اپنے تمام بچوں (جو ماں کے پیٹ سے گر پڑیں) کے نام رکھو کیونکہ وہ بچے تمہارے شفیع (اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرنے والے) ہوں گے۔ ۵۹

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! روز محشر تمام بچے اپنے والد کو کہے گا تو نے مجھے ضائع کیا اور ایسی حالت میں مجھے چھوڑا کہ میرا نام بھی نہ رکھا۔ ۶۰

فوت شدہ جنم لینے والے بچے کو نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کریں۔

جن فوت شدگان کے دفن کرنا حکم ہے انہیں قبرستان میں دفننا چاہیے۔ اگر جانتے بوجھتے ہوئے حدود قبرستان پر دفن کیا اور غیر کی زمین میں قبر بن گئی تو یہ ناجائز ہے۔

تمام بچے جب روز قیامت انھیں گے اور والدین کیلئے شفیع ہوں گے تو لائق صد تحريم ہیں۔ انہیں بے گور و کفن، گڑھا کھود کر دفن کرنا تو جہن اولاد آدم ہے اور انہیں راستوں پر یا ہسپتالوں میں پھینک کر درندوں کی نذر کرنا ایسا ہے جیسا کہ جیتے جاگتے انسان کو مرنے کے بعد نہ دفننا اور کتوں کے آگے پھینک دینا۔

قحط باراں کے موقعہ پر روارکھی جانے والی رسومات جاہلیت:

گرمیوں میں قحط باراں کے موقعہ پر ان گنت رسومات جاہلیت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ عین دوپہر کے وقت سکھ اور آرام سے سونے والے آدمی پر پانی اور بعض اوقات پانی میں گوبر ملا کر ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے اس کا بدن، لباس اور چار پائی وغیرہ سب ناپاک ہو جاتے ہیں۔ جیب میں قیمتی کاغذات ضائع ہو جاتے ہیں اور اس کے مزاج میں بھی بہت خلل واقع ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ تلخ ہو کر پانی اور گوبر ڈالنے والوں کو خوب گالی گلوچ دیتا ہے سننے والے سب کے سب خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اب بارش ضرور بر سے گی۔

اڈے اور شہروں میں بسنے والے لوگ بھی بعض اوقات بارش کی خاطر مسافروں اور گائروں پر گندہ پانی ڈالتے ہیں۔

چند بے ریش لڑکے تو بے کی سیاهی اپنے منہ پر مل کر نقدی اور گندم کی بھیک لیکر اس کی مٹھائی یا اور کوئی چیز پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔

گرمی کی شدت میں گوبر کوری سے باندھ کر کسی درخت پر الٹا لٹکا کر لٹکی سے مارتے ہیں۔ قبل ازیں دو، تین دھائی سال کہیں کہیں یہ ظالمانہ حرکت بھی تھی کہ عین دوپہر کے وقت چند عورتیں مالک سے چھپ کر اس کے تیل کنویں پر جوت دیتی تھیں۔

مذکورہ رسومات اسلامی تعلیمات کے عکس خلاف ہیں۔ خشک سالی اور بارش کی ضرورت کے وقت نماز استسقاء پڑھنی چاہیے۔ یہ بات عقلاً اور نظراً محال ہے کہ کسی سونے والے کی نیند میں خلل ڈالنے سے یا اس کے کپڑے، بدن اور چار پائی کو گوبر سے ناپاک کرنے سے نیز مسافروں کو اذیت پہنچانے

سے رحمت الہی برے۔ یہ تو غضب الہی کو دعوت دینا ہے۔ سونے والے اور مسافروں کا جتنا سامان گندے پانی سے ضائع ہوگا اس کے ذمہ دار پانی ڈالنے والے ہونگے اور وہ عند اللہ جوابدہ ہونگے۔

بارش کی خاطر گوہ اور دیگر جانوروں کو مارنا یا انہیں تکلیف پہنچانا کفار عرب کی تہکید اور پیروی ہے کفار عرب کا دستور تھا جب انہیں بارش کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ بجائے دعا اور نماز استسقا کے کسی گائے، بیل اور اونٹ پر بھوسہ اور توڑی کی ایک بہت بڑی گھڑی باندھ کر اس میں آگ لگا دیتے تھے۔ جانور آگ لگنے سے جس قدر بھاگتا اسی قدر آگ ہوا سے تیز ہوتی تھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس جانور پر رحم فرما کر بارش برساتا جس سے آگ بجھ جاتی اور جانور کی جان بچ جاتی۔ علاوہ ازیں خشک سالی میں مبتلا ہونے پر بارش کے لیے گائے پہاڑ پر بھی چھوڑ آتے تھے۔ ۶۱۔

مقدس ناموں میں تبدیلی کرنا:

جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگ ناموں میں رد و بدل معمولی بات سمجھتے ہیں خاص طور پر اگر مسمیٰ سے نفرت ہو تو کبھی بھول کر بھی اس کا پورا نام لینا روا نہیں سمجھتے، حالانکہ نام میں اگر اسم رسالت اور اسم جلالت کی طرف نسبت ہو تو تبدیلی کفر، معاصی میں مبتلا کر دیتی ہے اس کی پاداش میں انسان ثریا جیسی رفعتوں سے اسفل السفلین کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زبان کی غلطی انسان کے ارتقاء اور انحطاط میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

اگر کسی کا نام عبد اللہ، عبد القیوم، عبد الرزاق، عبد الرحمن ہو اور عبد کو دور کر کے اسے ذال، خالق، رزاق، رحمن کہنا ناجائز ہے کیونکہ یہ ایسے نام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہیں۔ مزید برآں تبدیلی کرنا، مثلاً رحمو، رزاقو، رزاقی کسی حد تک کفر ہے کیونکہ فتاویٰ جات میں ہے۔

إذا أطلق على المخلوق من الأسماء المختصة بالخالق جل و علا نحو القدوس والرحمن وغيرها يكفر۔

یعنی جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً القدوس اور الرحمن ان ناموں کا مخلوق پر اطلاق کفر ہے۔ ۶۲۔ اسی طرح اگر کسی کا نام محمد، احمد، رسول، نبی سے منسوب ہو جیسے غلام محمد، غلام احمد، غلام رسول، غلام نبی تو ان ناموں سے غلام بننا کفر حقیر، احمد، رسول، نبی کہنا، مراسر خطرہ ایمان ہے۔ اس تبدیلی کے دو ہی سبب ہیں ایک تو یہ کہ جو لوگ کسی کی نظر میں گھٹیا ہوں ان کے ناموں میں تبدیلی لائی

جاتی ہے جبکہ امیر، دنیا داروں کے اصلی نام کے ساتھ چالیسی اور خوشامد سے مختلف اسلوب اور طرز سے خطابات لائے جاتے ہیں۔ لگتا ہے یہ نام کا ضخیم ہے۔ دوسرا سبب عربی گرامر سے عدم واقفیت ہے۔ جہالت کی بنا پر لوگ، جس قدر جی چاہے نام میں رد و بدل کر دیتے ہیں۔ اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ کبھی لوگ عربی میں نام رکھنے سے گریز کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ إِنْ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَيَّرُ إِلَّا سَمَ الْقَبِيلِ عَرَبٍ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک شخص ناموں سے) تبدیل فرماتے تھے۔ ایک شخص کا نام حزن تھا اسے فرمایا تو سہل ہے۔ ۶۳۔

خیال کرنا کہ سانپ مارنے والے سے دوسرا سانپ بدلہ لیتا ہے:

اکثر لوگوں کا یہ خیال خام اور وہم ہے کہ کالے اور گورے رنگ کے سانپ مارنے سے انکا بدلہ اور انتقام لینے والا اور سانپ ضرور آتا ہے، حتیٰ کہ تاگن ایک بار جتنے انڈے دیتی ہے اور ان انڈوں سے جتنے سانپ پیدا ہوتے ہیں وہ تمام تر سانپ اپنے مقتول بھائی کا بدلہ لینے کے لیے ضرور آتے ہیں۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر مارنے والے سانپ کی تاگن زندہ ہو تو وہ بھی اپنے خاوند کا بدلہ لینے کے لیے قاتل کو ڈسنے اور اس طرح بدلہ لینے کی کوشش کرتی ہے۔ حالانکہ جب سانپ مارا جاتا ہے تو اس وقت اور سانپ موجود نہیں ہوتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنی نسل کے قاتل کو کس طرح تلاش کر لیتا ہے؟ کہا جاتا ہے کہ جب انسان سانپ مارتا ہے تو مارنے والے کی تصویر اس سانپ کی آنکھوں میں محفوظ ہو جاتی ہے جسے پہچان کر بدلہ لینے والے سانپ اور تاگن آسانی سے اپنی برادری کے دشمن کو پالیتے ہیں۔ انہی توہمات کی بنا پر سانپ آگ میں جلا دیا جاتا ہے تاکہ اس کی آنکھوں میں نہ تصویر رہے اور نہ یہ وہ تاگن مارنے والے کو پہچان سکے کچھ لوگ جلانے کے بعد سانپ دفن کر کے اس کے اوپر غسل کرتے ہیں تاکہ بدلہ لینے والا سانپ ہم تک نہ پہنچے۔

مذکورہ بالا تمام تر توہمات اور باطل خیالات قدیمی جہلا کی بد شکونی کی پیروی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے خلاف ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

أَفْتَلُوا الْخِيَابَ كُنْهِنَ فَمَنْ خَافَ تَارَ هُنَّ فَلَيْسَ مِنْهُنَّ

تمام سانپوں کو مارو۔ جو شخص انکے بدلہ لینے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں۔ ۱۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ کی پھر صلح نہ کی۔

وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ غِيْفَةً فَلَيْسَ مِنَّا

اور جو شخص (بدلہ کے) خطرہ اور خوف سے (کسی سانپ کو) چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں۔ ۱۵

یعنی تاگن کے انتقام کے ڈر سے سانپ نہ مارنے والا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ

سے الگ ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سانپ مارنے کا حکم دیتے تھے اور فرمایا! مَنْ تَرَكَهُنَّ غَشِيَةً شَانِيَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔ جو شخص

انہیں بدلہ اور انتقام کے خطرے سے نہ مارے وہ ہم سے نہیں۔ ۱۶

حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ جَزَتْ الْعَادَةُ عَلَى نَهْجِ الْخِيَابِ بِأَنْ يُقَالَ: لَا تَقْتُلُوا الْخِيَابَ۔

زمانہ جاہلیت میں جہلا کا وطیرہ تھا کہ ایک دوسرے کو سانپ مارنے سے روکتے تھے کہ اگر تم

نے سانپ مارا تو اس کی بیوہ تاگن آکر تمہیں ڈسے گی اور بدلہ لے گی۔ ۱۷

وقت، زمانہ کو برا کہنا:

کچھ لوگ فحاشی، عریانی اور بے حیائی دیکھ کر کہتے ہیں، بہت برا وقت آگیا ہے۔ بہت گندا

دور ہے۔ بے ظالم زمانہ، اب بھیڑا دور ہے، غلط زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ برے وقت سے بچائے۔

زمانہ اور وقت کو برا بھلا کہنا اور گالیاں دینا حرام ہے۔ برا اور ظالم برائی کرنے والا اور ظلم و ستم

ڈھانے والا ہے۔ برائی انسان کرے اور آپ وقت کو برا کہیں یہ تو نا انصافی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔ انسان مجھے تکلیف اور ایذا دیتا ہے۔

يَسُبُّ الذِّكْرَ وَآتَا الذَّهْرَ۔

زمانہ کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ زمانہ (موثر) تو میں ہوں۔ رات اور دن کو تبدیل کرتا ہوں۔ ۱۸

بخار کو گالیاں دینا:

بعض لوگوں کی عادت ہے کہ عرصہ دراز تک رہنے والے بخار کو طرح طرح کی گالیاں اور

بکواسات دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بہت ظالم بخار ہے، بہت گندا بخار ہے، (بہوں کتا بخار ہے جی نہیں

چھوڑ دینا)۔

بخار کو گالیاں دینے کی حدیث مبارکہ میں ممانعت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام السائب کے ہاں تشریف لے گئے تو فرمایا تمہیں کیا ہوا ہے

کانپ رہی ہو؟ بولیں بخار ہے اس کا ستیا ناس ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لَا تُسَبِّحُ الْخُفَىٰ فَإِنَّهَا تُدْهِبُ غَطَايَا بَيْتِي أَدَمَرَ كُنَّا يُدْهِبُ الْبَيْتَ وَخَبَثَ الْخَدِيدِ۔

بخار کو گالیاں نہ دو اور برائے کہو، تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل۔ ۱۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بخار کا تذکرہ

ہوا تو ایک شخص نے بخار کو برا بھلا کہا اور گالیاں دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! لَا تُسَبِّحُوا۔ اسے برا نہ کہو

کیونکہ بخار تو گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل۔ ۲۰

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بخار جس

وقت نفس مؤمنہ کے پاس آتا ہے تو مسلمان بندہ کی روح پیٹ سے بخار کو آواز دیتی ہے۔ اے بخار!

نفس مؤمنہ کیساتھ تیرا کیا ارادہ ہے؟ بخار جواب دیتا ہے یہ نفس (جس میں تو ہے) پاک تھا اب گناہوں

کیوجہ سے ناپاک ہو گیا۔ میں اسے پاک کرنے آیا ہوں۔ تب روح کہتی ہے قریب آ جا اور یہ کلمات

تین مرتبہ کہتی ہے۔ اے

تیز ہوا کو گالی دینا:

بعض لوگ اپنے مشاغل، حالات، واقعات اور فضلات کے پکٹنے کے موقع پر بارش اور تیز

ہواؤں کو گالیاں دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو موسم سے تنگ آکر ایسے کلمات زبان پر لاتے ہیں جو باعث کفر

ہوتے ہیں۔ کئی لوگ تیز ہوا اور ڈال باری روکنے کے لیے ایسے ایسے نوٹے نوٹے کرتے ہیں جو حقیقتاً

غیر مسلم لوگوں کی تدابیر کو بھی شرمانے والے ہیں۔

سانس روک کر چار پائی کے ایک پائے کے نیچے مکہ یا حجاز ورکنے سے سمجھتے ہیں آندھی رک جاتی ہے۔

نیز جس طرف سے آندھی آنے کا خطرہ ہو اس سمت، ایسا شخص جس کی بہن نہ ہو، اپنے قبل اور چوڑے سے کپڑا بٹا کر کھڑا ہو جائے تو آندھی رک جاتی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ ڈالہ کو چھری یا چاقو سے دو ٹکڑے کرنے سے یا ڈالہ برسنے کے وقت مدحانی صحن میں رکھنے سے اگلے رک جاتے ہیں آندھی اور ڈالہ کے روکنے کے دیگر نوٹوں نے نوٹے ہر علاقہ میں متنوع طور پر رائج ہیں جو کہ زیادہ تر فضولیات، توہمات اور جہالت پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ ننگا ہوتا۔ ایسی حرکات کا مرتکب گناہگار ہے۔ اگر اس تیز ہوا میں اس کے لیے رحمت ہے تو یہ کیسا استقبال ہے یہ تو رحمت سے منہ موڑنا ہے۔ اور اگر ایسی حرکت کرنے والے کے لیے آزمائش ہے تو صبر کرے۔ اس امتحان کو ٹانے کا یہ ذریعہ نہیں بلکہ ایسے کر تو تومرید آزمائشوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ بہر حال تیز ہوا سے اگر کوئی تکلیف پہنچے یا نقصان ہو تو اسے نہ گالیاں دے اور نہ ہی ننگا ہو کر اپنی بے حیائی کا ثبوت دے بلکہ خیال کرے کہ ہوا تو مامور من اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سب کچھ لاتی ہے۔ مومن کے لیے رحمت، غافل کیلئے گوشالی اور کافر کیلئے عذاب لاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار (تیز) ہوا کو گالیاں دینے اور لعن طعن کرنے سے منع فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر ہوا پر لعنت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لَا تَلْعَنُوا الْبَرِّئِمَ فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ

ہوا پر لعنت نہ کرو یہ تو مامور ہے (اس پر حکم کیا جاتا ہے) اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی حقدار اور مستحق نہ ہو تو لعنت خود لعنت کرنے والے پر لوتی ہے۔ ۲

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لَا تَسُبُّوا الْبَرِّئِمَ۔ ہوا کو گالی نہ دو۔ ۳

نمازی کے آگے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹی:

بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ اگر نمازی گھر کے صحن میں یا کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو۔ سامنے سے انسان، بچہ یا حیوان غرضیکہ کوئی جامعہ چیز گزر جائے تو نماز توڑ دیتے ہیں۔ سلام پھیر کر از سر نو شروع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس طرح نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز بھی گزرے نماز نہیں ٹوٹی، البتہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا يَنْقُضُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ۔ کوئی شے نماز کو نہیں توڑتی۔ جہاں تک ہو سکے، رفع کرو اس لیے کہ گزرنے والا شیطان ہے۔ ۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی جان لے لے کہ اپنے بھائی کے سامنے سے گزرنے اور نماز کے درمیان حائل ہونے میں کتنا گناہ ہے تو اس کے لیے ایک صدی رکے رہنا ایک قدم اٹھانے سے بہتر ہوتا۔ ۵

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جان لیتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو اس کا زمین میں دھنس جانا سامنے گزرنے سے بہتر ہوتا۔ ۶

معصوم بچے کا پیشاب نجاست ہے:

عام طور پر عورتوں کی عادت ہے کہ شیر خوار بچے کے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتیں۔ بچہ اگر زیرب تن کپڑوں پر پیشاب کر دے تو ان کپڑوں کیساتھ عورتیں نماز روا سمجھتی ہیں۔ کبھی جس بچہ کی خوراک ماں کا دودھ ہو وہ دوسری کوئی چیز نہ کھاتا ہو تو ایسے بچے کا پیشاب کپڑوں کو ناپاک نہیں کرتا۔ اس گمان کے بالکل برعکس معصوم اور شیر خوار بچوں کا پیشاب نجاست غلیظ ہے۔ جن کپڑوں پر معصوم بچوں کا پیشاب لگ جائے ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا حرام اور گناہ ہے۔ اگر پڑھ لی تو عمر بھر اس کی قضا مذمہ ہے۔

حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے بچے کو، جو کھانا نہ کھاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا لیا اور اس پر پانی بہایا مگر خوب نہ دھویا۔ ۷۷
چونکہ شیر خوار بچے کا پیشاب پتلا اور کم بدبودار ہوتا ہے اس لیے آپ ﷺ نے فقط پانی بہا دیا مگر
دھونے میں مبالغہ نہ کیا۔

قطب ستارے کی طرف پاؤں کر کے نہ سونا اور سمت قبلہ پر ترجیح دینا:

کافی لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شمال کی طرف قطب ستارے کی وجہ سے پاؤں کرنا منع
ہے۔ اتنی احتیاط قبلہ شریف کی طرف پاؤں کرنے سے نہیں کرتے جتنی شمال کی جانب پاؤں کرنے سے
کرتے ہیں۔ خالی چار پائی رکھنے میں اتنا تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ چار پائی کی پابندی شمال کی طرف
نہیں کرتے۔ اگر بھول کر ایسا ہو جائے تو فوراً چار پائی پھیر دی جاتی ہے اور چار پائی رکھنے والے کو تنبیہا
کہتے ہیں "تیرا دماغ پکڑا تو نہیں گیا؟ چار پائی کی پابندی قطب ستارے کی جانب کر دی ہے"۔ بلکہ بطور
کہاوت کہتے ہیں! اگر کسی کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں تو انہیں پکڑ کر پھیر دو۔ اگر قطب ستارے کی
طرف ہوں تو پاؤں اور ٹانگیں کاٹ دو۔ الامان، التحفیظ۔

علاوہ ازیں پیشاب کرنے کے وقت شمال کی جانب منہ کرنا حرام سمجھتے ہیں، جبکہ قبلہ شریف کی
طرف پیچ کر کے قضائے حاجت نامناسب بھی نہیں سمجھتے حالانکہ سمت قبلہ کے علاوہ سب سمتیں یکساں
ہیں۔ ایک سمت کو دوسری سمت پر برتری نہیں۔ تینوں طرف پاؤں کر کے سونا اور چار پائی کی پابندی کرنا
جائز ہے۔ اگر قطب ستارے کی وجہ سے شمال کی جانب پاؤں کرنا منع ہو تو ستارے چاروں طرف ہیں
کسی جانب بھی پاؤں کرنا جائز نہ ہو۔ البتہ قضائے حاجت کے وقت قبلہ شریف کی طرف جس طرح منہ
کرنے سے احتیاط کی جاتی ہے اسی طرح پیچہ کرنے سے بھی احتیاط لازم ہے۔ چنانچہ حدیث مبارک
میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ شریف کی
طرف منہ کرو اور نہ پیچہ۔ ایسے ہی چھوٹے اور نا سمجھ بچوں کا حکم ہے کہ عورتیں جب انہیں پیشاب و
پاخانہ کے لیے پکڑیں اور بخائیں تو قبلہ کی طرف نہ لگی پیچہ کریں اور نہ منہ جیسا کہ فتاویٰ ہند یہ میں ہے!
یکبرہ السراۃ ان تسک ولدھا للبول والتغوط نحو القبلة۔

عورت کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے کہ جب اپنے بچے کو پیشاب و پاخانہ کے لیے پکڑے
(بخائے) تو بچہ کا منہ قبلہ کی جانب ہو۔ ۸۷ قبلہ کی طرف تھوکانا، بلغم ڈالنا اور کلی کرنا مکروہ بات

وضو سے ہیں۔

خنزیر کا نام ایمان کو خطرہ میں نہیں ڈالتا:

عوام میں ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ خنزیر کا نام نہ لو، اس کا نام لینے سے چالیس دن ایمان چلا
جاتا ہے اور کئی لوگ کہتے ہیں زبان ناپاک ہو جاتی ہے۔ یہ سراسر غلط ہے۔ بھلا ایسا لفظ جو ایمان کے
سلب ہونے کا باعث ہو قرآن پاک میں بھی آ سکتا ہے حالانکہ قرآن پاک میں لفظ خنزیر مذکور ہے۔
ماں کا معصوم بچے کو بددعا دینا:

عام طور پر عورتوں کی عادت ہے کہ معصوم اور نا سمجھ بچوں کی حرکات و سکنات سے تنگ آ کر
انہیں طرح طرح کی بددعائیں دیتی ہیں اور بددعا دینے کا جواز یہ نکالتی ہیں کہ ماں کی بددعا معصوم بچے
پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

حقیقت میں بات اس کے الٹ ہے۔ سب سے زیادہ اور جلدی قبول ہونے والی دعا ماں
کی، اپنے بچے کے حق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وہ گھڑی طلب نہ کر و جس میں دعا منظور ہو اور ماں ایسی
متبرک گھڑی میں اپنے معصوم بچوں کو بددعائیں دے رہی ہو اور دعا شرفِ قبولیت سے نواز دی جائے۔
ایک شخص سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اولاد میں سے ایک بچے
کی عادات کا شکوہ کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے بچے کو بگڑے ہوئے
بچے کو کبھی بددعا دی تھی تو اس نے جواب دیا ہاں آپ نے ارشاد فرمایا تم نے اس کو بگاڑا اور خراب کر دیا
ہے۔ ۹۷

نکاح، حمل، نسب اور عدت کے بارے غلط روایات:

عمومی افکار میں شامل نفائس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حاملہ بانزنا کا نکاح منع نہیں ہوتا۔
اگر نکاح اور رخصتی کے ۵، ۳ ماہ بعد عورت بچہ جنے یا رخصتی کے فوراً بعد حمل ظاہر ہو جائے تو عام طور پر
لوگ ایسے گھر سے پرہیز کرتے ہیں اور نشست و برخاست، خور و نوش ان کے ساتھ روا نہیں سمجھتے۔
کہتے ہیں کہ اس عورت کو پہلے ناجائز حمل تھا اور اس حمل کے دوران کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ ایسی
عورت گھر میں رکھنا بے نکاحی عورت کے برابر ہے۔

صورت حال اس کے برعکس ہے اگر کسی لڑکی کو ناجائز حمل ہے اور حمل کے دوران زانی سے یا اس کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لے تو نکاح ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر میں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ کافی لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ حمل کی مکمل مدت ۹ ماہ ہے نہ اس سے کم ہو سکتی ہے اور نہ زیادہ۔ یہ نظریہ کئی مفاسد اور فتنوں کی بنیاد ہے۔ مثلاً کسی لڑکی نے رخصتی اور شادی کے ۶، ۷ یا ۸ ماہ بعد بچہ جنا تو سب حضرات بچے کے حلالی ہونے کے منکر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بچہ نکاح اور شادی سے قبل ناجائز تعلقات کی بنا پر حاملہ تھی لہذا یہ بچہ اس کے خاوند کا نہیں۔ خاوند بھی جہالت اور نادانی کی وجہ سے اکثر اس رائے کی تائید کر دیتا ہے حالانکہ نکاح کے بعد اگر عورت نے ۶ ماہ سے قبل بچہ جنا تو وہ خاوند کا نہیں، اگر ۶ ماہ بعد یا اس سے زیادہ مثلاً ۸-۷ ماہ بعد جنا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ گویا ۶ ماہ بعد جنم لینے والا بچہ حلالی ہوگا۔ دائیں بائیں انکار کرنے والے اور زچہ پر تہمت زنا لگانے والے سزا کے مستحق ہیں۔ دیکھیں فتاویٰ ہند یہ میں ہے۔

وَإِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ امْرَأَةً فَجَاءَتْ بِالْوَلَدِ لِأَقَلِّ مِنْ سِتَّةِ أَشْهُرٍ مِنْذَ تَزَوَّجَ فَهِيَ حَالِمٌ يَشْتَبِ نَسَبُهُ وَإِنْ جَاءَتْ بِهَ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَصَاعِدَ إِشْبِثَ نَسَبُهُ مِنْهُ۔

اگر ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت نے نکاح کے بعد چھ ماہ گزرنے سے قبل بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر چھ ماہ یا زیادہ عرصہ (دو سال) گزرنے کے بعد بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت ہوگا۔ ۵۰

طلاق والی عورتوں کی عدت کی مدت کے بارے میں عام طور پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ہر مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے اور اس مدت کے بعد مطلقہ کا نکاح روا ہو جاتا ہے حالانکہ بعض اوقات تین ماہ تک بھی عدت نہیں گزرتی اور نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

در اصل عدت کی کسی قدر تفصیل اس طرح ہے کہ اگر مطلقہ کنواری ہے تو اس کی عدت بالکل نہیں۔ اگر شادی شدہ ہے یا خلوت صحیح ہو چکی ہے تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ حیض (ماہواری) آتا ہے تو عدت تین حیض ہوگی۔

۲۔ حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہوگی۔

۳۔ حاملہ ہے تو اس کی عدت بچہ جنم تک ہے۔

بیوہ کی عدت مطلقہ سے قدرے مختلف ہے۔ اگر غیر حاملہ ہے تو اس کی عدت چار ماہ و دس دن ہے۔ اگر حاملہ ہے تو پھر اس کی عدت وضع حمل (بچہ جنم تک) ہے۔

خیال رہے بیوہ ہونے والی عورت اگر معصوم بچی بھی ہو تو اس کی عدت چار ماہ و دس دن ہے۔ چنانچہ قرآن مبارک سے عدت کے مسائل ملاحظہ فرمائیں:

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (بقرہ: ۲۸۸)

اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رہیں۔

وَأَلَّا يَكُونَ مِنَ الْمُحْضِنِ مِنَ نِسَاءِ بِلْمٍ إِنْ امْتَنَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَأَلَّا يَكُونَ مِنَ الْأَحْصَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق: ۴)

اور تمہاری عورتیں جنہیں حیض کی امید نہ رہی اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور انکی جنہیں ابھی حیض نہ آیا ہو اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا (بقرہ: ۲۳۴)

اور تم میں سے جو مرد جاں بحق ہو جائیں اور بیویاں چھوڑیں تو وہ اپنے آپ کو روک رہیں چار مہینے دس دن۔ بیوہ ہونے والی عورت اگر نو جوان ہو اور قابل نکاح و شادی ہو تو عام طور پر اس کے سسرال عدت ختم ہونے سے قبل رشتہ تجویز کرنے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں اور مجوزہ خاوند کے لیے اس بیوہ عورت کو آمادہ کرنے کی کوشش شروع ہو جاتی ہے تاکہ بیوہ عدت گزارنے کے بعد میکے جا کر مکمل مرضی سے اپنے نکاح کا کسی اور کے ساتھ اختیار استعمال نہ کرے۔ شرع کے مطابق عدت گزرنے سے پہلے بیوہ کو صراحۃً نکاح کا کہنا اور اس بات پر آمادہ اور قائل کرنا کہ عدت کے بعد فلاں آدمی سے تیرا نکاح کرنا ہر لحاظ سے بہتر ہے اور متوقع خاوند تیرے قیمتی بچوں اور تیری اچھی طرح پرورش اور دیکھ بھال کر سکے گا حرام۔ اور گناہ ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ہے:-

وَلَا تَنْعَزْ مُؤَاهِدًا لِّلْكَامِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ (بقرہ: ۲۳۵)

اور (عدت والی عورتوں سے) عقد نکاح کی بات کہی نہ کرو یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی

انتہا کو پہنچ جائے۔ البتہ تعریض یعنی صراحت کے بغیر پیام نکاح دینے میں کوئی حرج نہیں۔

کوکھ پر ہاتھ رکھنا:

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ جب کسی کام سے تھک کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا ویسے کمر میں درد ہو تو کوکھ (مقامی زبان میں ڈھاک) پر دونوں ہاتھ رکھ لیتے ہیں اور کئی لوگ عائدہ دوران گفتگو نوبت نوبت دونوں ہاتھ کوکھ پر رکھتے رہتے ہیں حالانکہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا منع ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

الاختصار فی الصلوٰۃ راحة اهل النار۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کا آرام ہے۔

مراقۃ میں ہے کہ کوکھ پر ہاتھ رکھنا یہودیوں کا فعل ہے۔ ۱۱

اور یہ بھی ہے۔ ان ابلیس لساہط الی الارض بعد صیورہ ملعوناً نزل علی ہذہ الہیۃ وقبیل اذا مشی مشی کذاک۔

یعنی جب شیطان لعنتی ہو کر زمین پر آیا تو اس وقت اس کے دونوں ہاتھ کوکھ پر تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب بھی شیطان جس وقت چلتا ہے تو اسی طرح چلتا ہے یعنی اس کے دونوں ہاتھ کوکھ پر ہوتے ہیں۔ ۱۲

فتاویٰ ہند یہ میں ہے:-

وبکرۃ الشخص ایضا غار الصلوٰۃ۔ نیز نماز سے باہر کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ ۱۳

ورمختارہ تنویر الابصار میں ہے:-

وبکرۃ غار جہا تنسجھا۔ نماز سے باہر کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ۱۴

پہلو کی ہڈی جہاں ختم ہوتی ہے اور بالکل نرم حصہ شروع ہو جاتا ہے اسے کوکھ، جیرگاہ، کمر اور (ڈھاک) کہتے ہیں۔

اولاد کے درمیان تقسیم ترکہ اور ہبہ میں تفاوت:

وراثت اور ترکہ کی تقسیم میں اولاد کے درمیان ہبہ میں مساوات اور برابری کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ شرعی نقطہ نظر سے متوفی کے جتنے ورثہ ہوتے ہیں اور مرنے والے کے ترکہ کے حقدار ہوتے ہیں بعض اوقات انہیں اپنے حصہ اور سہام سے محروم رکھا جاتا ہے۔ وڈیرے ورثہ کمزور حقداروں کا حق کھا جاتے ہیں اور انہیں مقررہ حصہ دینا روکنا نہیں سمجھتے۔ زیادہ تر محرومی کا شکار ہونے والے افراد پہلی بیوی کی اولاد، بیٹیاں، نو بیٹیاں مرنے والی خاتون کا خاوند، تاقرمان اولاد اور بیوہ ہوتے ہیں۔ انہیں متعدد طریقوں سے وراثت میں ان کے جائز حصے سے محروم کیا جاتا ہے۔

بعض زمیندار اپنی وفات سے قبل تمام جائیداد بیٹوں کے نام منتقل کر دیتے ہیں اور بیٹیوں کو محروم رکھتے ہیں تاکہ نہ جائیداد ہمارے نام رہے اور نہ وفات کے بعد محکمہ مال ہماری بیٹیوں کو حصہ دے۔

کچھ لوگ جب زمین خرید کرتے ہیں تو اسی وقت بیٹوں کے نام لگا دیتے ہیں تاکہ جتنی کسی ذریعہ سے حق دار نہ بنے۔

اگر کوئی باپ اپنی زندگی میں جائیداد پر پیرہ دیتا ہے اور کسی بیٹی اور بیٹے کے درمیان ہبہ میں خیانت نہیں کرتا تا آنکہ اپنے نام جائیداد چھوڑ کر دار فانی سے دار بقا کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ تو اس طرح کے لوگ علاقہ کی مثال ہوتے ہیں۔ اہل علاقہ انہیں سلامتی ایمان کی شہادت سے یاد کرتے ہیں۔ مگر ایسے متوفی کے بیٹے کسی صورت میں اپنی ہمشیرگان کو باپ کی وراثت سے ملنے والا حصہ نہیں دیتے بلکہ مکمل جائیداد سب بھائی آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ خواہ ہمشیرہ پر فاقوں کی بھی نوبت رہے۔ اس کے برعکس سرکاری کاغذات میں متوفی کی اولاد کے درمیان جو تقسیم ہوتی ہے اس میں بیٹی کو محروم نہیں کیا جاتا بلکہ نسبتاً بھائی کے آدھا حصہ ہمشیرہ کے نام لگایا جاتا ہے۔ بے انصافی کی صورت میں ہمشیرہ قانونی لحاظ سے اپنا حق عدلیہ کے ذریعے وصول کر سکتی ہے مگر حقیقی بھائیوں سے بائیکاٹ اور قطع تعلقی کے خوف سے چارہ جوئی نہیں کرتی اور باہمی طور پر صلح صفائی سے حق وصول کرنے کی کوشش میں رہتی ہے۔ ادھر بھائیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہمشیرہ کو کسی طریقہ سے مالا جائے۔ کبھی تو ہمشیرہ کو خوشی و

عمی ختم کرنے کی دھمکی دے کر جائیداد حاصل کر لی جاتی ہے اور بعض اوقات دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے پٹواریوں کو دھوکہ دیکر ساری جائیداد اپنے نام لگوا لیتے ہیں اور ہمشیرگان کو مردہ لکھوا دیتے ہیں۔ زندہ کو مردہ لکھوانے کی شہادت کے لیے ادھر کچھ حضرات دفاتر میں حاضر باش رہتے ہیں۔ بغرض محال ہمشیرہ اپنا حصہ بھائیوں سے حاصل کر بھی لے تو پھر تازیت بھائی اپنی ہمشیرہ سے جائیداد کی غیرت سے علیک سلیک بھی رو نہیں سمجھتے۔

اگر نو بیاہتی لڑکی فوت ہو جائے۔ تو اسے میکے اور سسرال کی طرف سے مستحکم اندازہ عاریہ، جہیز میں ملنے والا سامان سارے کا سارا میکے والے اٹھا لیتے ہیں اور اس پر قبضہ جما لیتے ہیں۔ چلو یہ جینی چل بسی تو دوسری جینی کا جہیز بازار سے نہیں لینا پڑیگا۔

کافی لوگوں کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو چکی ہے کہ اگر بیوہ عورت شادی کر لے تو مرنے والے خاوند کی جائیداد اور ترکہ سے محروم ہو جاتی ہے۔ اسے حصہ نہیں ملتا۔ کہتے ہیں بیوہ اگر عمر بھر متوفی خاوند کے حق میں بلا شادی و نکاح زندگی گزار دے تو اس کے ترکہ سے حصہ پائے گی ورنہ نہیں۔

اگر باپ رحمہ گی میں مکمل جائیداد بیٹوں کے نام منتقل کر دے اور بیٹیوں کو محروم کر دے تو سب لڑکے باپ سے راضی اور خوش رہتے ہیں بلکہ باپ سے یہ جرم زیادہ تر بیٹے کر داتے ہیں۔ مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ بعض بیٹوں کو ساری کی ساری جائیداد حصہ کر دیتا ہے اور کچھ بیٹوں کو کسی جرم اور نافرمانی کی پاداش میں محروم رکھتا ہے۔ ایسے موقع پر محروم ہونے والے بیٹے اور ان کے خیر خواہان کہتے ہیں: "اپنے حوید یاں قبر انگاراں مال بھری میٹھا ہے۔"

مقام حیرت ہے اگر باپ ایک بیٹے کو محروم کر دے تو پھر محروم ہونے والا بیٹا اور دیگر چالیس بر محفل میں یہی ذکر کرتے نظر آتے ہیں کہ اسے قبر، حشر، حساب، کتاب نظر نہیں آتا، اگر سات لڑکیوں کو محروم کر دیں تو پھر سب کے سب جائیداد کے نشہ میں مست اور دھت نظر آتے ہیں۔ اب نہ اپنی قبر کی فکر نہ باپ کی قبر میں انگارے نظر آتے ہیں حالانکہ جینی ہو یا بیٹا ہر ایک کے محروم کرنے اور حق مارنے کا جرم برابر کا ہے۔

ہندوؤں اور آریاؤں کے دھرم میں لڑکی باپ کے مال سے محروم ہوتی ہے اور سارا مال لڑکا ہی لیتا ہے ان کی اندھی تقلید کرتے ہوئے کاشیاداز اور پنجاب کے مسلمانوں نے اپنے لیے ہندووانی

قانون قبول کیا اور حکومت کو لکھ کر دیا کہ ہم کو ہندووانی قانون منظور ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم زندگی میں تو مسلمان ہیں اور مرنے کے بعد نفوذ باللہ ہندو۔ ۱۵۵ موجودہ زمینداروں کی صورت حال بھی اسی طرح تشویشناک ہے۔

باپ اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان عطیات اور حصہ میں فرق کرے تو یہ ظلم اور نا انصافی ہے بلکہ بیٹے اور بیٹی کے درمیان برابری روار رکھے۔ بعض کو بعض پر ترجیح دے۔ بیٹے کے لیے جینی سے دو گنا حصہ والد کی وفات کے بعد ہے۔ اگر والد اپنی حیات میں اولاد کے درمیان ساری جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو مستحسن امر یہی ہے کہ سب کے درمیان خواہ بیٹیاں ہوں یا بیٹے، بعض پیارے اور بعض سے رنجش ہو تو ان کے درمیان جائیداد برابر تقسیم کرے۔ اس غرض سے بیٹوں کو جائیداد اور مال دے دینا کہ بیٹیاں محروم ہو جائیں نا جائز ہے اور بلا وجہ کسی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعیدات آئی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے وارث کو میراث پہنچانے سے بھاگے، راہ فرار اختیار کرے۔ قَطَعَ اللَّهُ مِنْهُ مِثْلَهُ مِنَ الْعَجَلَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی میراث جنت سے قطع فرما دے گا۔ ۱۶۱

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو اسے لوٹا دے۔ (غلام بیٹے سے واپس لے لے)۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ مکمل اولاد تمہاری خدمت میں برابر ہو۔ عرض کیا ہاں تو فرمایا نہیں۔ (یعنی اگر مکمل اولاد کے خدمت میں برابر ہونے کے خواہاں ہو تو پھر عطیہ اور حصہ میں ایک کو باقی اولاد پر فوقیت نہیں)۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس نے کہا مجھے میرے باپ نے کچھ دیا تو عمرہ بنت روادہ بولیں میں تو راضی نہیں جب تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز پر گواہ کر لوں تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا میں نے اپنے اس بیٹے کو جو کہ عمرہ بنت روادہ سے ہے ایک عطیہ دیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے بیٹے کے حصہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا لو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا! اَعْظَيْتُ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْبُدُوا اللَّهَ لَوْلَا دُكُّكُمْ۔۔۔ قَالَ لَا أَشْهَدُ عَلَى جَنُودِ۔

کیا تم نے تمام بچوں کو اسی طرح دیا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں انصاف کرو تو حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عطیہ اور ہبہ واپس لے لیا۔ لیکن ایک اور روایت میں ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! لَا أَشْهَدُ عَلَى جَنُودِ۔ میں قلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔ ۷۷

مذکورہ حدیث مبارک سے واضح ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد اور مال ہبہ کرنا چاہے تو مساوات اور برابری کو ملحوظ رکھے ورنہ تفاوت کی صورت میں قلم اور نا انصافی ہوگی اور اسی بنا پر امام احمد ثوری اور اسحاق نے فرمایا:-

اولادوں کے عطیوں میں کمی بیشی کرنا حرام ہے۔ نیز ایسے غیر شرعی سلوک پر گواہ نہیں بننا چاہیے۔ اس سے ان حضرات کو پرہیز کرنا چاہیے جو والدین کو اس قلم اور نا انصافی پر ترغیب دیتے ہیں کہ اپنی زندگی میں بائیں ادھیڑوں کو دے دو ورنہ تمہاری وفات کے بعد کچھ حصہ بیٹیاں لے جائیں گی اور بیٹے پریشان ہوں گے۔ وفات پانے والے شخص کی مرگ کے بعد حسب دستور شرع تجھیز و تکفین، قرض اور مہر ادا کئے جائیں اور ملٹ مال سے وصیت پر عمل کیا جائے۔ بعد ازاں مال متروکہ اور متوفی کے ترکہ کو تمام ورثاء اور حقداروں کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ کوئی حصہ دوسرے حقدار کی رضا کے بغیر اس کا حصہ اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ حتیٰ کہ اگر مرنے والا باپ ہو تو ایک بیٹا دوسرے بھائیوں اور ہمشیرگان کی رضا کے بغیر باپ کے ترکہ سے قل خوانی اور چہلہم وغیرہ کے موقع پر مساکین میں خیرات اور صدقہ بھی نہیں کر سکتا۔

سربراہ بھائی یا تو تمام ورثاء سے اذن لے لے یا اپنے حصہ سے صدقہ، خیرات کرے ورنہ عند اللہ جوابدہ ہوگا۔ کافی لوگ متوفی کے تمام ترکہ اور مال متروکہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ دوسرے حقداروں کو ان کا حصہ دینا رو نہیں سمجھتے ہیں۔ زیادہ تر عورتیں اور ہمشیرگان اپنے حصے سے محروم کی جاتی ہیں حالانکہ باپ یا کسی اور کی وفات کے بعد عورتوں اور ہمشیرگان کو محروم رکھنا اور ساری جائیداد پر قابض ہو جانا بالکل حرام، گناہ اور ظلم صریح ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی بھائی نے کچھ حصہ اپنی ہمشیرہ کو باپ کی جائیداد

سے ملنے والے حصے سے باز رکھا تو جب جائیداد سے اسے دے گا تو یہ بھی اس پر لازم ہے کہ باپ کی وفات سے لیکر تادم واپسی رقبہ اور دوکان وغیرہ کی جتنی آمد کھائی وہ بھی ساتھ واپس کرے۔ بصورت دیگر بروز قیامت اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہوگا۔ کسی شخص کی جائیداد پر ظلماً قبضہ کرنا اور متوفی باپ یا کسی اور مرنے والے کی جائیداد پر ایک وارث کا جبراً قبضہ کر لینا برابر ہے۔ جو وعیدات کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کے متعلق وارد ہوتی ہیں وہی وعیدات شخص کے بارے میں بھی جو دوسرے حصہ داروں اور ہمشیرگان کے حصہ پر ناجائز قابض ہوگا۔ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! مَنْ أَخَذَ مِنْ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرْضِينَ۔

جو شخص ناحق زمین کا کچھ حصہ دبائے تو اسے قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسیا جائیگا۔ ۷۸

حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ غُلْفًا۔۔۔

جو شخص کسی کی ایک باشت زمین ظلماً حاصل کر لے تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں کا حقوق پہنایا جائیگا۔ ۷۹

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! کیا تمہیں معلوم ہے مفلس اور غریب کون ہے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا ہم میں تمہی دست وہ شخص ہے جس کے پاس نہ پیسے ہوں نہ سامان۔ آپ ﷺ نے فرمایا! مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر اس حال میں آئے کہ اس نے کسی کو گالی دی ہو، کسی پر تہمت لگائی ہو یا کسی کا مال لیا ہو، کسی کا خون بہایا ہو اور کسی کو مارا ہو۔ (مطالبات والوں کو راضی کرنے کے لیے) اس شخص کی نیکیاں ان مظلوموں کے درمیان تقسیم کر دی جائیں گی۔ پھر اگر مظلوموں کے حقوق پورے ہونے سے قبل اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو اب ان مطالبات والوں کے گناہ اس کی گردن پر ڈالے جائیں گے۔ پھر اسے جہنم میں ڈالا جائیگا۔ ۸۰

بے اولاد فوت ہونے والی عورت کا ترکہ جو کہ بوقت شادی میکے اور سسرال والے دیتے ہیں اور جس کے بارے قتل میں یہی رواج ہے کہ اس کی مالک عورت ہوتی ہے اور وہ سامان ناقابل

والہی ہوتا ہے۔ ایسا سامان یا علاوہ ازیں جو مال اور جائیداد فوت ہونے والی عورت کی ملکیت ہو اس مال متروکہ اور تمام ترکہ میں سے 1/2 حصہ خاوند کا ہوتا ہے اور باقی حسب ضابطہ شرعی ورثہ رکاز۔ چنانچہ قرآن پاک کی سورۃ نساء آیت نمبر ۱۲ میں ہے:-

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ (نساء: ۱۲)

اور تمہارے لیے آدھا مال ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کی اولاد نہ ہو۔

مذکورہ آیت کریمہ سے واضح ہے کہ اولاد فوت ہونے والی عورت کے مال متروکہ سے 1/2 حصہ خاوند کا ہے۔ نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زائد۔ جس طرح میکہ والوں کے لیے یہ امر جائز نہیں کہ سارا مال اٹھالیں اور مکمل ترکہ کے اپنے آپ کو وارث سمجھیں اسی طرح خاوند کے لیے بھی جائز نہیں کہ مکمل مال متروکہ پر قابض ہو جائے اور کسی کو وارث تصور نہ کرے۔ وراثت میں گڑ بڑ کرنا اور بعض مستحقین کو بالکل محروم کرنا دراصل علامات قیامت سے ہے۔

ان الساعة لا تقوم حتى لا يقم ميراث۔ ۹۱

یہ عورت کے لیے یہ شرط بھی لغو ہے کہ اگر شادی نہ کرے تو متوفی خاوند کے ترکہ سے حق پائے گی ورنہ نہیں۔

شادی کرے یا نہ کرے بہر دو صورت خاوند کے مال متروکہ سے حصہ پائے گی۔

کھانا پینا:

بعض بظاہر روشن خیال مغربی تہذیب کی تقلید کرتے ہوئے سنت رسول اکرم ﷺ کے مطابق کھانا اور پینا ہلکا اور گھنیا پن سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں:

یونی اور ہڈی سے دانتوں کی مدد سے گوشت نوچنا معاذ اللہ کتوں کا طریقہ ہے۔ ہڈی سے آسان طریقہ اور ہاتھ سے جو گوشت علیحدہ ہو سکے کھالیا جائے اور باقی بجائے دانتوں سے نوچنے کے پھینکنا مناسب ہے۔

بوتل، گلاس اور کپ میں مشروب اور چائے کے دو تین گھونٹ بچانا اور ضائع کرنا آجکل کے وی آئی پیز کی تہذیب اور عادت بن چکی ہے۔ گرم چائے پھونک کر پی جاتی ہے۔

کھانا کھانے کے دوران اگر کوئی لقمہ ہاتھ سے گر جائے تو اسے اٹھانا اور کھانا ہلکا اور سفلہ پن شمار کیا جاتا ہے۔

مشروبات اور چائے کے برتن میں مکھی گر جائے تو سارا مشروب اور چائے ضائع کر دی جاتی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد انگلیوں اور سالن کے برتن کو چاٹنا تو بہت ہی معیوب سمجھا جاتا ہے بلکہ کھانا کھانے کے دوران اگر شکم سیری کا احساس ہو جائے تو سالن کے دو چار لقمہ کھانا اور برتن صاف کرنا غیر معمولی سمجھا جاتا ہے۔

کھڑے ہو کر کھانا اور پینا فخر محسوس کیا جاتا ہے۔ نیز اگر کرسی پر بیٹھ کر کھائیں یا پیئیں تو جوتے نہیں اتارے جاتے۔

امروا قہ یہ ہے کہ یونی سے دانت کے ذریعہ گوشت نوچ کر کھانا رسول اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں گوشت لایا گیا (تو اس گوشت سے) ذبی (اگلی ٹانگ) آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ ﷺ نے اسے پسند کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے اسے دانت سے نوچ کر کھایا۔ ۹۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! گوشت دانت سے نوچ کر کھاؤ کیونکہ یہ خوشگوار اور زود ختم ہے۔ ۹۳

گرے ہوئے لقمہ کو نہ اٹھانا، برتن وغیرہ صاف نہ کرنا، مشروب اور چائے کے ایک دو گھونٹ بطور فیشن باقی چھوڑنا برکت سے محرومی ہے اور انگلیوں پر لگا ہوا کھانا بجائے چائے کے دھو کر ضائع کر دینا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی بے ادبی۔ مشروب اور کھانے کو ضائع کرنا تکبر اور غرور کے ضمن میں بھی آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ ۹۴

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انگلیوں اور پیالے کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے۔ ۹۵

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جو کسی پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے استغفرت لہ

القصة تو یہاں اس کے لیے دعا و مغفرت کرتا ہے۔ ۹۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پیالہ میں کھائے پھر اسے چاٹ لے تو پیالہ کہتا ہے۔

أَفَعَبَلَ اللَّهُ مِنَ النَّارِ كَمَا أَفَعَسَ فِيهِ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ ۷۹۔ اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے آزاد کرے جیسے تو نے مجھے شیطان سے آزاد کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو ٹیکر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا: اے عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو۔ یہ چیز جب کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی۔ ۹۸ یعنی اگر ناشکری اور بے ادبی کی وجہ سے کسی قوم سے رزق اور روٹی چلی جائے تو پھر واپس نہیں آتی رزق سے محرومی کا ایک سبب اس کی توہین بھی ہے۔ اگر دس برتنوں میں تین تین چمچ کھانا چھوڑ دیا جائے تو یہ تیس چمچ کھانا بنتا ہے اور جس گھر سے صبح و شام ساٹھ چمچ کھانا اور سالن گندی نالیوں کے ذریعہ گھر اور گندے کنویں میں پہنچے تو ایسا گھر روزانہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی کتنی توہین کر رہا ہے یہی حال چائے اور دیگر مشروبات کا ہے۔ بوتلوں پر پٹی جانے والی چائے کے برتنوں میں اگر ایک ایک گھونٹ باقی رکھا جائے تو صبح سے شام تک کئی لیسرودو گندی نالیوں میں جا پہنچے گا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ روٹی کا احترام کرو کہ وہ آسمان و زمین کی برکات سے ہے۔ جو شخص دسترخوان سے گرمی ہوئی روٹی کھالے اس کی مغفرت ہو جائیگی۔ ۹۹

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تمہارے ہر کام میں حاضر ہوتا ہے۔ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے لہذا اگر لقمہ گر جائے اور اس میں کچھ لگ جائے تو صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔

جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو انگلیاں چاٹنے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصہ میں برکت ہے۔۔۔ ۱۰۰

اگر گرے ہوئے لقمہ میں پاک چیز لگ جائے تو اسے صاف کر کے لقمہ کھایا جائے۔ اگر دھونے کی ضرورت ہو تو پھر پانی سے صاف دیا کر کے کھالے ورنہ ویسے نہ چھوڑے بلکہ صاف

کرنا ممکن نہ ہو تو پھر جلی اور کتے کے آگے رکھ دے ضائع نہ ہونے دے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کھانے کو غنہ ذکر لیا کرو گرم کھانے میں برکت نہیں ہے۔ ۱۱۱

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے اور پانی میں پھونکیں مارنے سے منع فرمایا۔ ۱۰۲

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لیا کرو۔ یہ اچھا طریقہ ہے۔ - ۱۰۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا يَشْرَبُ بَيْنَ
أَحَدٍ مِنْكُمُ قَائِلَاتِنِ نَبِيٍّ فَإِنَّهُ يَفْتَنُ

تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے۔ جو ایسا کرے تو وہ قے کر دے۔ - ۴۱۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں قلم نسیان ایسے مست، در عمد بطریق اولیٰ خواہد بود

جب بھول کر پینے میں قے کرنے کا حکم ہے تو جان بوجھ کر کھڑے ہو کر پینے میں بدرجہ اولیٰ قے کرنے کا حکم ہوگا۔ ۱۰۵۔

نجمی، کاہن، بھوپے اور عامل:

بعض ضعیف الاعتقاد لوگ نجومیوں، کاحنوں اور بھوپوں کی بات پر اس حد تک یقین رکھتے ہیں کہ اگر کوئی قیمتی چیز گم ہو جائے یا مال چوری ہو جائے، دائمی مرض لاحق ہو جائے، اولاد نہ ہوتی ہو، فقط بیٹیاں ہوں بیٹا نہ ہوتا ہو غرضیکہ مسلسل ایک اہم کام میں ناکامی اور مایوسی ہو تو پھر لوگ نجومیوں، کاحنوں اور بھوپوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ ان کے فرمودہ غیب پر اس حد تک کامل یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ وہ کہہ دیں اس کے علاوہ بالکل چارہ جوئی نہیں کرتے ان کی بنا پر ایک آدمی کو اپنا چور ٹھہراتے ہیں، کام کی رکاوٹ اور مالی نقصانات کی صورت میں کسی آدمی کے گلہ میں پھنسنے والے دیتے ہیں کہ ساری حرکت اسی کی ہے۔ فلاں بھوپے نے ہمیں بتایا ہے اس نے ہم پر ناجائز تعویذات، نونے نوٹکے کیے

ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی کے دودھ کی دہی نہ بنتی ہو تو اس کا جرم اور الزام بھی، بھوپے کے کہنے پر کسی ہمسایہ عورت کے ذمہ لگایا جاتا ہے۔ اسی بنا پر کئی رشتہ داروں کے درمیان ہمیشہ کیلئے فتنے، فسادات کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ طلاقیں پر نوبت آ جاتی ہے۔ اور ایک دوسرے سے مالی نقصانات کے تاوان وغیرہ بھی وصول کئے جاتے ہیں۔

کاہن اور بھوپے کے پاس پوشیدہ معاملات، واقعات پوچھنے کیلئے جانا اور انکے ڈھکوسلے پر اعتقاد رکھنا حرام اور گناہ ہے۔ مزید برآں اس کی کسی بات کا یقین کرتے ہوئے کسی سے مالی نقصان وصول کرنا اور کسی کو چور و مجرم ٹھہرانا ستم بالائے ستم ہے عالموں کی تصدیق کرنا دین سے دوری ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ فَقَدْ بَرَّئَ مِنَّا أَنْزِلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٌ۔

جو شخص کاہن (بھوپے) کے پاس جائے، اس کے بیان اور جو کچھ وہ کہے اسے سچا جانے تو وہ شخص قرآن اور دین اسلام سے الگ ہو گیا۔ ۱۰۶

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَتَى عَزَافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تَقْبَلْ لَهُ صَلَوةً أَوْ بَعِثَ لَيْلَةً۔

جو شخص کاہن (بھوپے، عامل، نجومی) کے پاس جا کر کچھ دریافت کرے اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی۔ ۱۰۷

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ کا غلام کوئی چیز کھانے کیلئے لیکر آیا۔ جب آپ تناول کر چکے تو غلام نے کہا آپ جانتے ہیں یہ کیا ہے۔ یعنی جو چیز آپ نے کھائی ہے کہاں سے آئی ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بتاؤ کہاں سے لائے ہو؟ غلام نے کہا جس وقت میں مسلمان نہیں تھا۔ اس وقت کاہنوں کا صحیح علم مجھے نہیں تھا میں نے ایک شخص سے دھوکا کیا (ویسے ہی میرا انکل پچو لگ گیا) اور آج وہ بندہ مجھے ملا، کہانت کے پیسے دیئے تو میں نے پیسوں کے عوض آپ کیلئے وہ کھانا خریداجو آپ نے تناول فرمایا ہے۔

فَأَذْخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَدَهُ فَقَالَ كُلُّ شَيْءٍ فِي بَطْنِهِ

تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ (انگلیاں یا انگوٹھا) حلق میں داخل کیں اور

جو آپ کے پیٹ میں تھا مکمل کی تے کر دی۔ ۱۰۸

کاہنوں اور بھوپوں کے بارے میں کچھ لوگوں کے نظریات ہیں کہ جنات ان کے تابع ہوتے ہیں جن کی مدد سے وہ مخفی امور اور پوشیدہ معاملات کی خبر جنات سے لیکر لوگوں کو بتاتے ہیں اور ان کے مسائل حل کرتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے ان بھوپوں کے تابع جنات نہیں ہوتے۔ اگر تابع ہوں بھی تو جنات علم غیب نہیں جانتے۔ دیکھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کی، قیام کی حالت میں۔ ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح قبض کر لی تو آپ علیہ السلام ایک سال تک عصا کے آسرا پر حالت قیام میں اسی جگہ پر کھڑے نظر آتے رہے۔ جنوں اور انسانوں کے ذمہ آپ نے جو کام لگائے تھے وہ بدستور کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دیمک کو حکم دیا کہ آپ کے عصا کو کھائے جب دیمک نے عصا کو کھا کر کمزور کر دیا تو آپ علیہ السلام عصا کے نوٹنے سے زمین پر تشریف لے آئے۔ اس وقت جنوں اور انسانوں کو معلوم ہوا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہا اگر جن غیب کا علم جانتے تو اہانت آمیز عذاب میں نہ رہتے کیونکہ جنات کہا کرتے تھے کہ ہم غیب جانتے ہیں، جس کی وجہ سے انسانوں پر اپنا رعب جماتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی یا اللہ میری موت جنوں پر پوشیدہ رکھنا تاکہ سب کو علم ہو جائے جن غیب نہیں جانتے۔

سورۃ سبا کی آیت نمبر ۱۴ میں ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّكُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةٌ مِنَ الْأَرْضِ تَكَلَّمُ مِنَّا ثُمَّ فَنشَاهُ رَبِّيَنَّا إِلَٰهَ الْجِنَّ أَنَ لَوْ كَانَ يُدْعَىٰ الْقَبْرُ فَالْهَيْبُ الْعَذَابِ الْهَيْبُ

پس جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا فیصلہ نافذ کر دیا، جنات کو آپ کی موت کا نہ بتایا، مگر زمین کا دیمک جو کھاتا رہا آپ کے عصا کو۔ پس جب آپ زمین پر آئے تو جنوں پر یہ بات کھل گئی کہ اگر وہ غیب جانتے تو (اتنا عرصہ) اس رسوا کن عذاب میں نہ رہتے۔ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ جنات علم غیب نہیں جانتے۔

حضرت علامہ سید یوسف حسنین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تحفہ نصائح میں فرماتے ہیں!

تہدیق کا بن کفر شد از غیب چوں گوید خبر

نجمی اگر کہے مجھے غیب کا علم ہے تو اس کی تہدیق کفر ہے۔ ۱۰۹ کیونکہ غیب کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے یا اس کی عطا سے انبیاء علیہم السلام یا ان کے واسطے سے اولیاء کو۔

عورت کا غیر محرم کیساتھ حج، عمرہ ادا کرنا:

دور حاضر کا بہت بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ عورتیں ایک عظیم رکن حج و عمرہ کی ادائیگی کیلئے غیر محرم اور اجنبی مردوں کیساتھ سفر حج و عمرہ کرتی ہیں حالانکہ عورت پر اس وقت تک حج فرض ہی نہیں جب تک اس کے ساتھ خاوند یا محرم نہ ہو چونکہ حکومت کی طرف سے بھی تنہا عورت کو حج و عمرہ کی ادائیگی کیلئے اجازت نہیں اس لیے عورتیں کسی نامحرم، اجنبی مرد کو فرضی طور پر کاغذات میں اپنا محرم لکھوا لیتی ہیں۔ نامحرم مرد بھی لاعلمی سے یا عورت کے گھرانہ سے تعلقات کی بنا پر غیر عورتوں کے ساتھ متبرک سفر کرنا روا سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اب حکومت کی طرف سے کسی مصلحت کی بنا پر چالیس سال سے کم عمر والے مرد کو تنہا عمرہ کی ادائیگی کی اجازت نہیں۔ البتہ اگر بیوی یا محرمہ کوئی عورت مثلاً خال، پھوپھی، اور بھانجی وغیرہا ساتھ ہو تو پھر اجازت ہے۔ مرد اگر چالیس سال سے کم عمر ہو اور بیوی یا محرمہ عورت ساتھ نہ ہو تو پھر مرد صاحبان بھی دروغ گوئی کرتے ہوئے کسی غیر عورت کو محرمہ بنا لیتے ہیں اور عمرہ شریف کے کاغذات میں کذب بیانی سے کام چلا کر اس سعادت تک پہنچتے ہیں۔ ایسے متبرک سفر کے دوران انٹرپورٹ پر چھان بین کے دوران اعلانیہ عورت، مرد جھوٹ سے کام لیتے ہوئے عملہ کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے محرم ہیں۔ بعض ایجنٹ صاحبان بھی چار، پانچ ہزار روپے ہضم کرنے کیلئے ایسے مردوں اور عورتوں کو یہ راستہ لگاتے ہیں۔ کئی بار تاخواندہ اور سادے لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی کہ ان کے ساتھ اجنبی اور غیر عورت اپنا محرم بنا کر سفر عمرہ اور حج کر رہی ہے۔

حالانکہ شرع کی روشنی میں عورت کو تین دن سے زیادہ کی مسافت کیلئے شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں۔ فقہاء کرام نے اس کا تخمینہ 98.73 کلومیٹر لگایا ہے۔ اتنی مسافت کے

دوران، شوہر یا محرم کے بغیر عورت کا سفر کرنا خواہ حج و عمرہ کرنے کیلئے ہو یا کسی اور غرض کیلئے، حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لَا تُسَافِرُنَّ اِمْرَةً قَالًا وَ مَعَهَا مَخْرَجٌ

عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے۔ ۱۱۰

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا نام فلاں جہاد میں لکھا گیا ہے اور میری بیوی حج کیلئے جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔ حدیث پاک کی روشنی میں دیکھیں، مجاہدین کی صف سے ایک آدمی کو نکال کر اس کی بیوی کے ساتھ بھیج دیا گیا تاکہ وہ سفر تہانہ کرے کیونکہ ایک آدمی کی جگہ دوسرا شخص جہاد تو کر سکتا ہے مگر اس کی بیوی کو حج نہیں کرا سکتا اور نہ ہی فرضی محرم کا اہتمام کیا گیا کیونکہ محرم تو شارع کی طرف سے متعین ہیں۔ کسی آدمی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک سال غیر عورت کا بھتیجا، ماسوں اور چچا بن جائے اور دوسرے سال اتفاق ہو تو شوہر بننے کا متمنی ہو۔ خدا خوفی کریں۔ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مرد اور عورت کو ایک دوسرے کیساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا تو پھر ان کے دروازے پر احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے غیر عورت کو ساتھ لا کر جانا کتنی جسارت اور شرم کی بات ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر محرم کے بغیر کرے۔ ۱۱۱

قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے:

اگر ایک گھر میں دس، بارہ افراد صاحب نصاب ہوں تو وہ دو، تین قربانیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ہم پر اتنا گوشت کافی ہے۔ کچھ لوگ باری باری سے بھی قربانی کرتے ہیں حالانکہ اگر ایک گھر میں دس افراد صاحب نصاب ہوں تو ہر ایک پر اپنی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔ جو افراد صاحب نصاب ہوتے ہوئے قربانی نہیں کریں گے وہ گنہگار ہونگے۔ یونہی باری باری سے قربانی کرنا مثلاً کسی کا باپ صاحب نصاب ہے، دیگر افراد صاحب نصاب نہیں تو ایسی صورت میں ہر سال باری

باری قربانی نہیں کرنی چاہیے بلکہ صاحب نصاب اپنی طرف سے کرے۔ اگر اس نے ایک سال اپنی طرف سے کی، دوسرے سال صاحب نصاب ہوتے ہوئے بیوی کے نام سے، تیسرے سال بیٹے وغیرہ کے نام سے قربانی کی اپنے نام سے نہ کی تو وہ گنہگار ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کیلئے متعدد وعیدات ارشاد فرمائیں جو طاقت کے باوجود قربانی نہیں کرتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جسے قربانی کرنے کی طاقت ہو پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔ ایک اور روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے۔ ۱۱۲

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص (وسعت کے باوجود) قربانی نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔ ۱۱۳
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ قربانی کریں گے اور بدترین لوگ قربانی نہیں کریں گے۔ ۱۱۴

حوالہ جات باب ۳

1	قرآن	سورۃ الحج آیت 36	
2	تفسیر روح البانی	303/17	سید محمود آلوی رحمۃ اللہ علیہ
3	تفسیر قرطبی	60/12	ابو عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ
4	تفسیر قرآن العرفان	ذیل آیت 36، سورۃ الحج	مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ
5	مکمل بخاری	رقم الحدیث 1713	امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
6	ابو داؤد	258/1	امام ابو داؤد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ
7	تفسیر روح البانی	203/17	سید محمود آلوی رحمۃ اللہ علیہ
8	مکمل مسلم	399/1	امام مسلم بخاری رحمۃ اللہ علیہ
9	کوش الخیرات	359	علامہ شرف سیاحی
10	تذاریع الخیر	285/5	علامہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
11	تذاریع شامی	213/5	علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ
12	مرقاۃ	353/5	عالمی قاری رحمۃ اللہ علیہ
13	تواریخ اربعہ مع ما شیا ان ماجہ	213/5	شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
14	بہار شریعت	648/2	امام ابو علی رحمۃ اللہ علیہ
15	تذکرہ مع ما شیا ان ماجہ	213/5	شیخ محمد بن علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ
16	مرقاۃ	353/5	عالمی قاری رحمۃ اللہ علیہ
17	تذاریع عالمگیری	287/5	شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ
18	تذاریع رضویہ	95/17	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
19	مکاشفۃ القلوب	3	امام فزازی رحمۃ اللہ علیہ
20		195	
21		195	
22	حدیث	53/3	علامہ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ
23	حدیث	305/3	
24		57/3	
25	مشکوٰۃ	52	امام ابن حجر مہد رحمۃ اللہ علیہ
26	مکمل بخاری	5532, 1492	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ
27	مشکوٰۃ	52	امام ابن حجر مہد رحمۃ اللہ علیہ
28		53	
29			
30	تذاریع رضویہ	97/17	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
31	مشکوٰۃ	262	امام ابن حجر مہد رحمۃ اللہ علیہ
32			
33	تواریخ اربعہ مع ما شیا ان ماجہ	348/3	شیخ محمد بن علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ

34	فتاویٰ رضویہ	692/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	روضۃ قدس لاہور
35	انوار اللہ بیٹ	23	مفتی جلال الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ	
36	فتاویٰ عالمگیری	285/5	مولانا فتح علی محمد رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
37	فتاویٰ عالمگیری	286/5	فتح علی محمد رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
38	مجموع المسائل	385/1	مفتی شیبہ الرحمن صاحب	فیضان القرآن لاہور
39	عالمیہ المصنفات		عالم احمد علی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ انصاریہ افغانستان
40	فتاویٰ رضویہ	600/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	روضۃ قدس لاہور
41	مراۃ شرح مشکوٰۃ	163/5	مفتی احمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ لاہور
42	مشکوٰۃ	287	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
43	مدارج العلوم	242/2	فتح محمد الحق محدث صفوی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ نورانیہ رضویہ لاہور
44	تفسیر کبیر	380/7	امام خیر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ علوم اسلامیہ لاہور
45	تذکرۃ ائمہ شیعہ	144	عالم سید محمد رسول سعیدی	فریح کتب خانہ لاہور
46	فتاویٰ رضویہ	207/24	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	روضۃ قدس لاہور
47	نور اللامع	30	عالم بن رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ رحمانیہ لاہور
48	فتاویٰ ثانی	403/1	عالم سید ماجد بن ثانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پیکو
49		303/2		
50	مصائب	329/2	عالم فتح الاسلام مرغانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ رحمانیہ لاہور
51	فتاویٰ ثانی	266/5	عالم سید ماجد بن ثانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پیکو
52	مطبوعات عمر	279	مفتی جلال الدین احمد مہدی	فیضان حدیث لیسٹ لاہور
53	مکتبہ قادری	رقم اللہ بیٹ 5288	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
54	مصائب	460/4	فتح الاسلام مرغانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ رحمانیہ لاہور
55				
56	فتاویٰ رضویہ	422.21/22	امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	روضۃ قدس لاہور
57		597/22		
58	فتاویٰ فیض ابرار	470/1	مفتی جلال الدین احمد صاحب	شعبہ برادر لاہور
59	فتاویٰ ثانی	655/1	عالم سید ماجد بن ثانی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پیکو
60	شرح شریعت اسلام	459	عالم شمس الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	استنبول ترکی
61	فتاویٰ عالمگیری	348/1	فتح محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	فیضان القرآن لاہور
62	فتاویٰ غنیہ ملت	10/1	مفتی جلال الدین احمد مہدی	شعبہ برادر لاہور
63	مشکوٰۃ	408	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
64		362		
65				
66		361		
67	مرقاۃ	146/8	عالم سیوطی قاری رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ رحمانیہ لاہور

58	مشکوٰۃ	11	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
59		135		
70		138		
71	مجموع المسائل	230	فتح محمد سرمدی رحمۃ اللہ علیہ	امام اہل بیت بیروت لبنان
72	مشکوٰۃ	133	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
73				
74				
75				
76				
77				
78	فتاویٰ عالمگیری	50/1	فتح علی محمد رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
79	اسلام کا معاشرتی نظام	52	محمد بن صفی	فیضان القرآن لاہور
80	فتاویٰ ثانیہ	538	فتح علی محمد رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
81	مشکوٰۃ	91	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
82	مرقاۃ	16/3	عالم سیوطی قاری رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ رحمانیہ لاہور
83	فتاویٰ ثانیہ	106/3	فتح علی محمد رحمۃ اللہ علیہ	بیروت لبنان
84	درعی رنویں الاہیاء	475/1	فتح محمد صلیبی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پیکو
			رحمۃ اللہ علیہ	
85	اسلامی زندگی	102	مفتی احمد یار خان نسیمی رحمۃ اللہ علیہ	فیضان القرآن لاہور
86	مشکوٰۃ	266	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
87	مجمع مسند	632	امام مسلم بن حجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
88	مکتبہ قادری	رقم اللہ بیٹ 3198	محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب علمی بیروت
89		رقم اللہ بیٹ 3198		
90	کتبہ اہل بیت	199	امام ہادی رحمۃ اللہ علیہ	استنبول ترکی
91	بہار عالمگیری	591	یوسف بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ	دارالکتب العلمیہ بیروت
92	مشکوٰۃ	366	ولی الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
93				
94		363		
95				
96		366		
97		368		
98	سنتین جامعہ	240	امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ	قدوسی کتب خانہ کراچی
			رحمۃ اللہ علیہ	
99	کنز العمال	8/5	حسام الدین بن علی رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ صیہ

100	مشکوٰۃ	363	ولی العزیز محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
101	کنز العمال	5/8	محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
102	مشکوٰۃ	371	ولی العزیز محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
103	کنز العمال	3/8	محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
104	مشکوٰۃ	370	ولی العزیز محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
105	حدیث النعمان	522/3	شیخ محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
106	کتاب الکبائر	72	امام ابو نعیم محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
107	صحیح مسلم	2230	مسلم بن الحجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
108	ریاض المعرفۃ	171	محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
109	توضیح	16	علاء الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
110	صحیح ابن ماجہ	3006	محمد بن اسماعیل ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
111	صحیح ابن ماجہ	421	مسلم بن الحجاج قشیری رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
112	صحیح ابن ماجہ	310	علاء الدین محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ
113		311		
114				

باب ۴

نیک فالیں، بدشگون اور توہمات

علمۃ الناس میں ناخواندگی اور ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے مختلف اشیاء، ایام، تاریخوں اور مہینوں سے بے بنیاد نیک فالیں اخذ کرنے، بد شکونی مراد لینے اور وہم پرستی میں مبتلا ہونے کی ایک طویل فہرست ہے۔

۱۔ سفر پر روانہ ہونے والے آدمی کو پیچھے سے آواز دینا اور بلانا ناکامی کی فال سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کے روانہ ہونے کے بعد گھر والوں کو اس کے متعلق کوئی اہم کام یاد آ جائے تو حتی المقدور اسے بلانے سے گریز کرتے ہیں اور بلانے پر روانہ ہونے والا بھی ناراض ہوتا ہے کہ مجھے پیچھے سے کیوں بلایا ہے، جس کام کے لیے میں جا رہا تھا اب وہ نہیں ہوگا۔

۲۔ کسی کام پر روانہ ہونے کے بعد راستہ میں جو شخص مل جائے، کام کا انجام اس آدمی پر تصویب دیتے ہیں۔ اگر کام نہ ہو تو اس شخص کو نحوست (عقرب) کہتے ہیں اور رکاوٹ اس کے ذمہ لگاتے ہیں۔ بعض دفعہ تو کچھ آدمیوں کو محلہ والے نامزد کر دیتے ہیں کہ فلاں فلاں آدمی سے اگر ملاقات ہو جائے تو کسی صورت میں بھی کامیابی نہیں ہوتی خواہ وہ بیچارے کتنے ہی نمازی، پرہیزگار اور راست باز ہوں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جانے والا اپنے کرتوت پر نظر نہیں رکھتا۔ راقم الحروف سردیوں کے موسم میں رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک زمیندار کے پاس بطور مہمان قیام پذیر تھا اس کے پاس دونو جوان صحت مند لڑکے آئے کہ فلاں مقام پر ہمارا لوڈ ٹریکٹر بھنسن گیا ہے۔ آپ کے پاس بڑا ٹریکٹر ہے ہماری امداد فرمائیں۔ اس زمیندار نے ٹریکٹر بھیج دیا زمیندار کا ٹریکٹر انکو نکال کر واپس آ گیا۔ کچھ دیر بعد دوبارہ وہ لڑکے آ گئے اور دوبارہ امداد کے خواستگار ہوئے۔ پھر اس بعد رو اور خیر خواہ زمیندار نے اپنا بیٹا اور ٹریکٹر بھیج دیا۔ غلی بذا القیاس جب تیسری مرتبہ ٹریکٹر لینے کے لیے آئے تو مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو خیر ہے تیسری چوتھی مرتبہ ناکام ہو کر واپس آ رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ آج کسی عقرب اور نحوست سے ملاقات ہوئی ہے جس کی وجہ سے ہم بھنسن گئے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کیا آپ لوگوں کو روزہ ہے تو وہ کہنے لگے نہیں۔ بندہ نے ازراہ تفہیم ان سے کہا آپ نے تندرست اور صحت مند ہو کر پوہ کے مہینہ میں روزہ نہیں رکھا۔ نحوست و بد بختی کسی اور کے ذمہ کیوں لگاتے ہو؟ اگر نحوست ہے تو تم میں ہے جس کی وجہ سے زمین میں بھنسن گئے۔

۳۔ روانہ ہونے والے آدمی کی حجام سے ملاقات ہو جائے تو بدعنوانی سمجھتے ہیں۔ راستہ میں گیدڑ نظر آ جائے تو نیک قال لیتے ہیں۔ جھنگ کے بعض ملاقوں میں رہائش پذیر لوگ علی الصبح کہار سے ملاقات ہونے پر ناکامی کا شگون سمجھتے ہیں۔

۴۔ اگر کسی گھر میں مسلسل حادثات اور نقصانات واقع ہوں تو کہتے ہیں کہ فلاں بھائی کی جب سے شادی ہوئی ہے اور اس کی بیوی نے ہمارے صحن میں قدم رکھا ہے نقصانات ہی نقصانات ہو رہے ہیں۔ یہی نحوست ہے اور کوئی وجہ نہیں۔

۵۔ اگر کسی بچے کی ولادت کے قریب اسکی ماں یا باپ فوت ہو جائے تو اس معصوم بچے کو خواست سمجھ جاتا ہے اسی طرح اگر نو جوان میاں بیوی میں سے ایک فوت ہو جائے تو زندہ کو خواست اور بد بخت کہتے ہیں اور زیادہ تر دوسری بیوی یا دوسرے خاوند کی موت پر یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی پہلی بیوی بھی فوت ہوگئی اور دوسری شادی کی تو پھر دوسری بیوی بھی فوت ہوگئی ہے لہذا فلاں آدمی منحوس ہے۔ دوسری مرتبہ بیوہ ہونے والی خاتون کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے۔

۶۔ دوکاندار علی صبح پہلے گا کہ کوادھار پر سودا دینا بد حالی سمجھتے ہیں کہ اگر پہلا گا کہ ادھار پر سودا لے گیا تو سارا دن یہی حشر ہوگا۔ نیز اگر پہلا گا کہ خالی چلا جائے تو پھر بھی یہی بد قسمی لیتے ہیں کہ آج سارا دن گا کہ خالی جائیں گے۔

۷۔ کسی اہم کام کا قبل از وقت نتیجہ معلوم کرنے کے لیے سانس روک کر نرم زمین پر بلا شمار مسلسل نکیریں کھینچی جاتی ہیں، پھر تین تین نکیروں کو کاٹا جاتا ہے۔ آخر پر اگر نکیریں نہ بچیں تو کام کا انجام بخیر نہ ہونے کی قائل لی جاتی ہے۔ اگر ایک دو نکیریں بچ جائیں تو پھر کام بخیر ہونے کا شکوک لیا جاتا ہے۔ علاوہ ان زمین پر نکیریں مارنے کے طریقے رائج متنوع ہیں۔

۸۔ صبح سویرے اگر کسی انسان سے یکے بعد دیگرے چھوٹا موٹا نقصان ہو جائے تو پھر سارا دن نقصان میں گزرنے کی قابل رہ جاتی ہے۔

۹۔ مریض کی دوائی اگر مکرر ضائع ہو جائے تو جلد شفا یابی کی امید کی جاتی ہے۔

۱۰۔ دوران سفر برب مزک آنے والی خانقاہ کے گلہ میں نذرانہ ڈالنے سے حادثہ یا کوئی نقصان درپیش آنے کی بدھائی جاتی ہے۔

۱۱۔ مغرب کے وقت ایک گھروالے دوسرے گھر میں نمک دینا اچھا نہیں سمجھتے۔ نیز فروختہ جانور شام کے وقت خریدار کو سپرد کرنا بھی کم بخئی گمان کیا جاتا ہے۔

۱۲۔ ہفتہ کے دن:

ہر علاقہ میں ہفتہ کے کسی نہ کسی دن کو منحوس، بھاری اور نا کامی کا دن خیال کیا جاتا ہے۔ بدھ کے دن کو کچھ لوگ بھاری گمان کرتے ہیں۔ سفر پر جانا اور نیا کام کرنا اچھا نہیں سمجھتے۔

التوازي:

[illegible]

۱۳۔ عیدین:

کچھ لوگ دونوں عیدوں کے موقع پر مشین اور ٹریکٹر وغیرہ کے ذریعے کرایہ پر کام کرنا نقصان دہ اور خطرناک خیال کرتے ہیں۔

۱۳۔ بعض خائفانہوں کے سجادگان ایسے بھی ہیں جو اپنے مریدین اور معتقدین کو اس بات پر قائل کرتے ہیں کہ فلاں فلاں تارخ اور دن نخص ہیں۔ ان میں نہ شادی بیاہ کرنا اور نہ نئے مکانات تعمیر کرنا۔ ان ایام میں قمر و عقرب ہوگا۔

۱۵۔ اگر کسی آدمی کو کوئی کام ہر اس نہ آئے اور کوشش بسیار کے بعد بھی نہ کامی ہو تو پھر اس کی زبان پر یہ کلمات ہوتے ہیں کہ ابھی تک میری خوش قسمتی کا ستارہ گرداب اور بھنور میں ہے۔ جب تک وہاں سے نہیں نکلے گا اس وقت تک نہ کامی میرے ساتھ رہے گی۔

۱۶۔ راقم کی نظر سے بعض کتب عملیات اور جہتیں ایسی گزری ہیں جن میں سال بھر کے ایام، ہفتہ کے دنوں اور ایک سے لیکر 71 تک اعداد کے سہ و خمس کا ذکر ہے نیز ستاروں کی رفتار، دوستی اور

دشمنی کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔ بعد حاضر لوگوں میں اوقات کے شخص و سعد ہونے کے جو توہمات اور افواہ خیال پائے جاتے ہیں انکی اصل اور جڑ یہی جنتریاں اور کتب عملیات ہیں۔ میں نے 2010ء کی ایک ایسی جنتری کا مطالعہ کیا جس میں 6 ماہ 4 دن کے شخص ہونے کا ذکر ہے۔ اکثر ایام اور تاریخیں بالعموم خمس ہیں اور چند ایک تاریخیں خاص کاموں کے لیے شخص قرار دی گئی ہیں نیز ہر مہینے میں 48، 48 گھنٹے کے "3" انتہائی نازک وقتوں کا ذکر موجود ہے جن میں آفات ارضی و سماوی اور بڑے بڑے جان لیوا حادثات کے وقوع کا خطرہ رہتا ہے۔ علاوہ ازیں ہفتہ کے دنوں میں سے پانچ دن خمس ہونے کی ایک موضوع روایت بھی درج ہے کہ ہفتہ اور اتوار کے دن قطع لباس کے لیے شخص ہیں پھر کا دن نئے لباس، سفر، شادی، بیاہ و غرضیکہ تمام کاموں کے لیے شخص ہے، منگل لباس کا نئے کے لیے شخص ہے، بدھ ماسوا تعمیر کے تمام کاموں کے لیے بدھ ہے۔

تواریخ خمس کے لگ بھگ قمر در عقرب کے اوقات ہیں جن میں معمولات کے علاوہ دیگر تمام کام کرنے منع ہیں۔ سفر کرنا، نیا کاروبار کرنا، عقیدہ، مقفی، نکاح، شادی، ولیمہ، تعمیرات اور کسی قسم کا معاہدہ بھی ان ایام میں کرنا خطرناک قرار دیا ہے۔ اعداد کے خواص و اثرات کے متعلق درج ہے کہ ایک سے لیکر 71 تک جو اعداد ہیں ان میں 17 عدد ایسے ہیں جن میں خطرات، حادثات، ناگہانی واقعات، شکست اور دشمنوں سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

عالموں اور نجومیوں کے جو فرمودات جنتریوں میں درج ہیں ان پر عمل کرنے والوں اور انکی صحت پر عقیدہ رکھنے والوں کے بس سے یہ بات باہر ہے کہ جنتری پاس نہ ہو اور وہ بیچارے کوئی کام کر سکیں۔ اگر خمس اوقات سے بچنا چاہیں تو پھر جنتری 24 گھنٹے نظر میں رکھیں۔

"شمع شبستان رضا" کے بعض صفحات پر اوقات کے شخص ہونے اور قمر در عقرب ہونے کے وقت، معمولات سے ہٹ کر کام کرنے کی ممانعت ہے ورنہ نقصان ہوگا۔ جلد چہارم میں درج ہے۔ محققین کے نزدیک مندرجہ ذیل تاریخوں میں جو کام بھی شروع کیا جائے گا پورا نہ ہوگا۔

محرم	۱۱-۱۳	جمادی الاول	۲-۱۱	رمضان المبارک	۹-۲۰
صفر	۱-۳	جمادی الآخر	۲-۳	شوال	۶-۷
ربیع الاول	۱۰-۲۰	رجب	۱۳-۱۵	ذیقعدہ	۲-۵

اس کتاب میں کافی مقامات پر رطب و یابس مخلوط ہے اور کئی ناخواندہ حضرات اسی کتاب کے سہارے ناجائز امور کرنے اور کروانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اگر انہیں کسی ناجائز عمل کے بارے تعبیر کی جائے تو کہتے ہیں بھائی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "شمع شبستان رضا" میں یہ عمل درج فرمایا ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو اتنے بڑے مقتدا کیوں درج فرماتے؟ حالانکہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ کی تصنیفات سے قطعاً نہیں ہے۔

مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب لکھتے ہیں کتاب "شمع شبستان رضا" اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمہ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے۔

راقم الحروف کے ہاں کتاب "شمع شبستان رضا" کا جو نسخہ ہے اس کے سرورق پر مرتب کا نام اقبال احمد نوری لکھا ہوا ہے۔ یہ اس بات کا عین ثبوت ہے۔ کہ اس کتاب کے مرتب و مصنف اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ نہیں۔

"شمع شبستان رضا" کے صفحہ ۹ پر مرتب اقبال احمد نوری صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا نام "شمع شبستان رضا" رکھا۔ مرتب کتاب کی اس عبارت سے واضح ہے کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ علیہ کی نہیں۔

۱۷۔ اگر مین روڈ پر ایک ہی جگہ مسلسل حادثات واقع ہوں تو اس جگہ کے متعلق مختلف انواع کے توہمات کیے جاتے ہیں ۱۔ یہ جگہ بھاری ہے ۲۔ زیر سڑک کسی بزرگ کا مزار ہے ۳۔ یہ جگہ منحوس ہے۔ ۱۸۔ اگر کسی مالدار کے جانوروں میں مرگ واقع ہو جائے اور ایک قسم کے جانور مسلسل مرگ کا شکار ہوں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں قسم کے جانور مثلاً بکریاں یا بھینسیں ہمارے ہاں زندہ نہیں رہیں۔ اس خاص قسم کے جانور ہمیں رہیں نہیں آتے۔

۱۹۔ "۳" کے عدد کو بہت نا موافق اور شخص سمجھا جاتا ہے۔ مقامی زبان میں تین کو "کڈی" کہتے ہیں اگر کسی کام میں تیسرا چاند نظر آنے والا ہو تو چاند کے نظر آنے سے قبل کام کا اختتام کر دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر دیہات میں چیلیم کے سلسلہ میں اگر ایک مہینہ میں مرگ واقع ہو جائے تو دوسرے مہینہ کی آخری تاریخوں میں چیلیم کی تقریب منعقد کر دی جاتی ہے خواہ چالیس دن مکمل نہ ہوں۔ منع کرنے پر کہا

جاتا ہے "ترائے جن چنگے نہیں ہوندے" تین چاند (مہینے) اچھے نہیں ہوتے۔

۲۰۔ والد کی حیات میں اگر جیسا اسکی دستار سر پر باندھے تو باپ کی قبل از وقت وفات کا شگون لیا جاتا ہے۔ اس لیے عورتیں بیوہ ہونے کے خوف سے بیٹے کو خاوند کی دستار نہیں باندھنے دیتیں۔ جبکہ دیگر لباس، جو استعمال کرنے سے شگون نہیں سمجھتے۔

علاوہ ازیں بہت توہمات اور بد شگونیاں ہیں مگر خوف طوائف مندرجہ بالا پر اکتفا کیا گیا۔

شرعی تحقیق:

مذکورہ بالا جتنے توہمات، بد شگون اور بے بنیاد قائل ہیں، اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہیں۔ نیک فال لینا تو سنت ہے البتہ بد فال لینا ممنوع ہے کیونکہ بد فال میں اللہ تعالیٰ سے ناامیدی ظاہر ہوتی ہے کہ فلاں مہینہ، تاریخ، دن اور فلاں انسان یا جانور کے سامنے آنے سے کام میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ کام نہیں ہوگا، ناکامی ہوگی، یہ خیال کرنا توکل اور ذات باری تعالیٰ پر بھروسہ کے خلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! الطیغۃ شرک پرندے اڑانا شرک ہے۔ یہ تین بار فرمایا، نہیں ہے ہم سے کوئی مگر اللہ تعالیٰ اس کو توکل سے بجاتا ہے (چونکہ اہل عرب نیک فال اور بد شگون پرندے اڑانے سے لیتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کرنا شرک ہے)۔

حضرت عروہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شگون اور بد فال کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں اچھی فال ہے اور کسی مسلمان کو نہ لوٹائے، جب تم میں سے کوئی چیز دیکھے جسے پسند کرتا ہو تو یہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيَنَّكَ بِالسُّقْمَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَذِقَنَّ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِالله

اے اللہ بھلا یاں تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور برائیاں تیرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ طاقت اور قوت سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے بد فال اس کے کام سے روک دے وہ مشرک ہو گیا اور اس کا کفار وہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات پڑھے:

الْهَمُّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرٌ وَلَا طَيْرٌ اِلَّا طَيْرٌ وَلَا اَلْغِيَرَةُ ع

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شے سے بد فال نہیں لیتے تھے البتہ نیک فال لیتے تھے چنانچہ قریش مکہ نے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لیے انعام مقرر کیا تو بریدہ اپنی قوم کے ہمراہ اپنے گھر سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا تم کون ہو؟ عرض کیا میں بریدہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا ہمارا معاملہ حرارت، گرمی اور شدت سے محفوظ ہو گیا بلکہ سرد اور خشک ہو گیا (بریدہ و بریدہ سے ہے اور اس کا معنی خنڈک ہے)۔

پھر پوچھا تو کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے؟

اس نے عرض کیا قبیلہ اسلم سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر ہم سلامتی میں ہیں (اسلم کا مادہ اور معنی سلامتی اور امن ہے)۔ پھر رو یافت فرمایا قبیلہ اسلم کی کس شاخ سے تعلق رکھتے ہو؟ بریدہ نے عرض کیا بنی تميم سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر تمہارا حصہ اور نصیب نکل آیا (کیونکہ تميم کا معنی حصہ ہے)۔ ح

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالطلب کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی غرض سے حاضر ہوئیں تو حضرت عبدالطلب نے پوچھا تم کس خاندان سے ہو؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا بنو سعد سے ہوں۔ پھر نام پوچھا تو عرض کرنے لگیں میرا نام حلیمہ ہے۔ حضرت عبدالطلب یہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا یہ دونوں خصلتیں عیسیٰ اور سعادت (جو کہ آپ کے نام حلیمہ اور خاندان "بنو سعد" سے ماخوذ ہیں) ایسی ہیں کہ دنیا بھر کی بھلائی اور جہان کی عزت ان میں موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص کے متعلق سوال آیا کہ نجابت خان جاہل اور بد عقیدہ ہے۔ سو دُخور ہے اور نماز، روزہ، خیرات وغیرہ کرنا بیکار محض سمجھتا ہے۔ اس شخص کی نسبت عام طور پر جملہ مسلمانانِ دہلی بنود میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر صبح کو اس کی منگوں صورت دیکھ لی جائے یا کہیں کام کو جاتے ہوئے یہ سامنے آجائے تو ضرور کچھ نہ کچھ وقت اور پریشانی اٹھانی پڑے گی۔ چنانچہ ان لوگوں کو ان کے خیال کے مطابق تجربہ ہوتا رہتا ہے اور وہ لوگ برابر اس امر کا خیال رکھتے ہیں کہ اگر کہیں جاتے ہوئے نجابت خان سامنے پڑ گیا تو اپنے مکان کو واپس جاتے

ہیں اور چندے توقف کر کے، یہ معلوم کر کہ وہ منحوس سامنے نہیں ہے جاتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا سوال کا جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

شرع میں اس کی کچھ اصل نہیں۔ لوگوں کا وہم سامنے آتا ہے۔ شریعت میں حکم ہے: اذا تطهرتم فامضوا جب کوئی شگون بدگمان میں آئے تو اس پر عمل نہ کرو، وہ طریقہ شخص بند دانہ ہے۔ مسلمان کو ایسی جگہ پر حنا چاہیے اللھم لا طہیر الا طہیرک ولا خیر الا خیرک ولا الہ الا اللہ! نہیں ہے کوئی برائی مگر تیری طرف سے اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری طرف اور تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔ ج

اوقات کے شخص ہونے کا نظریہ:

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات کے شخص ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بڑی تفصیلی بحث فرمائی ہے اور بہت ساری ایسی روایات، اقوال نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں دن مبارک ہے اور فلاں دن شخص۔ فلاں دن کام کرنا کامیابی ہے۔ اور فلاں دن کرنا ناکامی ہے لیکن آخر میں فرماتے ہیں اس قسم کی روایات میرے نزدیک ساقط الاعتبار ہیں، بعض روایات صحیح سند سے ثابت نہیں اور کچھ موضوع ہیں۔

فرماتے ہیں۔ و أقول کل الايام سوا اول اغتصاص لذلك بيوم الاربعاء۔۔۔ وقصاري ما أقول: ما شاء الله كان وما لم يَشألم يكن، لا دخل في ذلك لوقت ولا لغيره۔ میں کہتا ہوں کہ تمام دن برابر ہیں۔ بدھ کا دن شخص کے لیے نہیں بلکہ الخضر میں یہ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا مخصوص وقت کو یا کسی اور چیز کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ البتہ بعض اوقات برکت اور شرف والے ہوتے ہیں جیسے جمعہ المبارک کا دن یا رمضان المبارک کا مہینہ۔ ۵

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! کسی دن کو منحوس نہ کہنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنوں کی فحش میری آمد سے ختم ہو گئی۔ ۶

بدھ کے دن سفر کرنے اور گھر سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں اگر حرج ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کے دن رمضان المبارک، بدھ کے دن فتح مکہ مکرمہ کے لیے سفر شروع نہ کرتے۔ ۷

حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ولادت سعادت کا دن بھی بدھ ہے۔ ۸ اِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ يَوْمَ الزَّكَاةِ۔ بدھ کے دن دعا مقبول کی جاتی ہے رو

نہیں ہوتی۔ ۹

صاحب ہدایہ سے منقول ہے کہ جس چیز کی ابتداء بدھ کے دن کی جائے وہ مکمل کو پہنچتی ہے مکمل نہیں رہتی۔ ۱۰

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے کہا فلاں دن سفر کرنا اور فلاں دن نہ کرنا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو اور میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا کیونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہ فرمایا کہ فلاں دن سفر کرنا چاہیے اور فلاں دن نہ کرنا چاہیے۔ ۱۱

ماہ صفر، محرم:

ماہ صفر اور محرم کے متعلق لوگوں کے ہاں بے پناہ توہمات، لغوی خیالات اور بد شگونیاں پائی جاتی ہیں۔ ماہ صفر کو بہت بھاری، مصائب اترنے اور فتنے برپا ہونے کا مہینہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے اس ماہ میں شادی بیاہ، نیا کام کرنا اور سفر پر جانا اس نہیں آتا۔ ان توہمات پر اسقدر یقین رکھتے ہیں کہ اگر ماہ صفر میں کسی شادی یا اسی نوعیت کی تقریب میں حادثہ پیش آ جائے تو کہتے ہیں ماہ صفر کی وجہ سے فلاں حادثہ پیش آیا ہے اگر کسی اور مہینے میں تقریب کرتے تو اتنا خسارہ اور نقصان نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ ماہ صفر میں تقریب سعید کے موقع پر اگر مرگ واقع ہو جائے تو وہ وفات بھی ماہ صفر کے ذمہ لگائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے ایک محلہ شیش گراں میں صفر کی 13 تاریخ کو غلی الصبح مٹی کے تمام برتن اس وہم سے توڑ دیئے جاتے ہیں کہ ان میں بلائیں اترتی ہیں۔ برتنوں کو توڑ پھوڑ کر بلائیں نالی جاتی ہیں۔ نیز کچھ لوگ صفر کے پہلے 13 دنوں کو تیرہ تیزی کہتے ہیں اور کچھ فقط 13 تاریخ کو تیرہ تیزی سمجھتے ہیں۔ بہر حال جن کے نزدیک مکمل 13 دن تیرہ تیزی کے ہیں انکے ہاں یہ تصور ہے کہ صفر کے پہلے 13 دنوں میں برتن احتیاط سے رکھنے اور اٹھانے چاہئیں اگر ایک بھی برتن ٹوٹ گیا تو تیرہ کے تیرہ ٹوٹ جائیں گے۔ محرم الحرام کے متعلق صفر سے بھی زائد خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ ماہ محرم کے پہلے عشرہ میں نئے مکانات تعمیر کرنا، بوسیدہ مکانوں کی لپائی کرنا اور نیا لباس زیب تن کرنا روایتیں سمجھا جاتا۔ علاوہ ازیں بعض لوگ ماہ محرم میں حقوق زوجیت ادا کرنے کے متعلق بھی دریافت کرتے رہتے ہیں کہ حقوق زوجیت ادا کرنا جائز ہے یا نہ۔

مسلمانوں کے نزدیک صفر المظفر کامیابی کا مہینہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ عامہ آنرا محل نزول بلا یا و حوادث و آفات دارند و اعتقاد نیز باطل است و اصلے ندارد۔ ۱۲

عام لوگ صفر کے مہینے کو مصیبتوں، حادثات اور آفات کا مہینہ سمجھتے ہیں انکا یہ اعتقاد باطل اور بے بنیاد ہے۔
صفر کے معانی:

صفر کے متعدد معانی ہیں اور انہیں معافی کی بنا پر مغالطہ لگتا ہے انہیں معافی کی وجہ سے صفر کو بیمار یوں کا مہینہ خیال کیا جاتا ہے۔

۱۔ صفر کا ایک معنی "خالی" ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بشت سے قبل ماہ محرم میں جنگ کرنا حرام تھا۔ جب صفر کا مہینہ آتا تو اہل عرب جنگ کے لیے نکلے اور گھروں کو خالی چھوڑ دیتے۔ عرب والوں کا اس ماہ میں اپنے گھروں کو خالی چھوڑنا اس ماہ کے نام کی وجہ بن گیا۔

۲۔ جب اس ماہ کا نام وضع کیا گیا اس وقت موسم خزاں تھا۔ برگ ریزی کا آغاز تھا اور درختوں کے پتے زرد تھے۔ چونکہ صفر کا معنی زرد بھی ہے اس مناسبت سے اس ماہ کو صفر کہتے ہیں۔

۳۔ صفر کا معنی براشگون لینا بھی ہے۔ ظہور اسلام سے قبل صفر اور محرم دونوں کو صفران کہا جاتا تھا۔ ظہور اسلام کے بعد پہلے کا نام محرم ہو گیا اور دوسرا نام اپنی حالت پر باقی رہا۔ ۱۳

بہر حال صفر کے متعلق جو توہمات ہیں ان کی وجہ جو بھی ہو احادیث مبارکہ کی رو سے انکی ممانعت ہے اور اسلام نے ان باتوں کو لغو اور باطل قرار دیا ہے۔ مومن وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر یقین رکھے اور ماہ صفر المظفر کو بیماری لگنے، بدشگونی، مصائب و آلام اترنے اور نحوست و بھاری ہونے کے حوالے سے نہ جانے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ صفر میں نہ بیماری ہے نہ نحوست ہے اور نہ بھوت و شیطان۔ ۱۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نہ تو بیماری کا لگنا ہے اور نہ نحوست نہ بھوت و شیطان۔ ایک بدوی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر وہ اونٹ میں کیا

ہے جو دوڑتا ہے، چھپتا ہے۔ گویا کہ وہ ہرن ہے جسے خارش ہے۔ پھر وہ اونٹوں میں گھس جاتا ہے اور سب کو خارش ہو جاتی ہے۔ فرمایا پھر پہلے اونٹ کو خارش کس نے لگائی۔ ۱۵

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہ بیماری لگتا ہے، نہ بدشگونی ہے، نہ نحوست ہے، نہ صفر (بدفالی) ہے اور نہ بھوتوں کا اثر۔ ۱۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نہ صفر (بدفالی) ہے نہ نحوست ہے، نہ بیماری لگتا ہے اور نہ دو مہینے ساٹھ دن کے ہونگے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے بد عہدی کی وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا۔

تنبیہ:

شرعی نقطہ نظر سے سال کے بارہ مہینوں، ہفتہ کے سات دنوں اور ہر ماہ کے ۳۰ دنوں میں چھوٹے، بڑے اور نئے کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ کسی دن، مہینہ اور تاریخ کی طرف نحوست کی نسبت کرنا جہالت اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ سال بھر میں کسی دن اور مہینہ میں خواہ محرم اور صفر ہو شادی کرنا یا اور کوئی تقریب منعقد کرنا، غرضیکہ تمام جائز کام، جائز ہیں۔

سورج، چاند اور ستاروں کے متعلق بہت توہمات ہیں۔ کئی توہم پرست اپنے تمام تر معاملات ستاروں کے سپرد کر دیتے ہیں کہ کامیابی اور ناکامی کا راز ستاروں سے متعلق ہے حالانکہ ستارے فاعل اور مفعول نہیں بلکہ انہیں بالذات مؤثر اور فاعل ماننا کفر ہے۔ نہ ستارے کسی شے کے خالق ہیں اور نہ ہی خیر و شر کا صدور ان سے ہے۔ ۱۷

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو کوئی ستاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی ذکر کی ہوئی بات کے علاوہ کسی علم کا دروازہ کھولتا ہے اس نے جادو کا ایک حصہ نکالا۔ فرمایا نجومی کا ہن ہے، کاہن جادوگر ہے، جادوگر کافر ہے۔ ۱۸

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کی زندگی ستاروں میں نہیں رکھی۔ نہ کسی کا رزق، نہ موت اور جو لوگ (زندگی، رزق اور موت کو) ستاروں سے جوڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ ۱۹

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین کاموں کیلئے بنایا ہے:

۱۔ آسمان کی زینت

۲۔ شیاطین کے لیے رجم

۳۔ مسافر کے لیے علامات منزل مقصود۔

جس نے اسکے علاوہ اور کچھ بیان کیا اس نے غلطی کی اور اپنی زندگی کا حصہ ضائع کیا۔ ۲۰

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تقدیر کا ذکر ہو تو خاموش ہو جاؤ، جب ستاروں کا ذکر ہو تو رک جاؤ اور جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو رک جاؤ (ان کی عیب جوئی نہ کرو)۔ ۲۱

آپ ﷺ نے فرمایا! میں اپنی امت پر اپنے بعد تین چیزوں کا خوف رکھتا ہوں

۱۔ آنس اور حکمرانوں کا ظلم۔

۲۔ ستاروں کے ساتھ ایمان۔

۳۔ اور تقدیر کی تکذیب۔ ۲۲

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ستاروں کا اتنا علم سیکھو جس کے ساتھ خشکی اور دریا میں ہدایت حاصل کر سکو پھر رک جاؤ، یعنی حوادث کے صدور کے حوالہ سے نجوم کا علم نہ سیکھو۔ ۲۳

حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی صاحب فرماتے ہیں! جس تاریخ میں قمر و عقرب ہوتا ہے اس تاریخ میں شادی بیاہ کو برائے شرع کے خلاف ہے۔ یہ نجومیوں کے دھکوسلے ہیں، کیلنڈر میں قمر و عقرب نجومیوں کے خیالات کی بنا پر لکھا ہوتا ہے۔ چاند جب برج عقرب میں ہو تو نجومی سفر کرنا برا جانتے ہیں اور منگوں بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں۔ ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے۔ یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے دھکوسلے ہیں۔ ۲۴

اعداد کے متعلق وہم:

اسلامی تعلیمات کی رو سے کوئی عدد منجوس نہیں البتہ طاق عدد ۱۔ ۳۔ ۵۔ ۷ وغیرہ متبرک و پسندیدہ ہیں۔ بعض مسلمانوں میں مخصوص اعداد کی شخص ہونے کی جو جو بات ہیں وہ غیر مسلموں کے اثرات اور تاخواندگی ہے۔ ہندو مت میں ایک جنس کے تین بچوں کی پیدائش کے بعد دوسری جنس کے بچے کی پیدائش کو منجوس سمجھتے ہیں۔ آٹھواں بچہ اگر بیٹا ہو تو نہایت نامبارک خیال کرتے ہیں۔ علاوہ

ازیں اہل مغرب دعوت کے موقعوں پر ۱۳ ویں آری پر نہیں بیٹھتے۔ وہم یہ کہ جو شخص ۱۳ نمبر کی کمری پر بیٹھے گا وہ چند دنوں میں مر جائے گا۔ یہود و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ۱۳ واں حواری تھا جس نے آپ کی مخبری کی تھی۔۔۔ اس کے بعد خاص طور سے عیسائی دنیا میں یہ ہندسہ شخص سمجھا جانے لگا۔ ایران میں آج بھی گنتی کرتے ہوئے ۱۳ نہیں کہتے بلکہ دو از دو کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایران میں ۱۲ کے ہندسے کو غیر معمولی قوت اور برکت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ بعد حاضر کچھ مسلمان ۳ کے عدد کو منجوس سمجھتے ہیں۔ تین کی نوبت اور باری آئے تو کہتے ہیں ”ترائے کڈی زون“ ۲ کر لویا چار۔ رقم الحروف ایک آدمی کے چہلم میں گیا تو وہاں معلوم ہوا کہ جس متوفی کا آج چہلم ہے اس کی وفات کو ابھی ۳۵ دن گزرے ہیں۔ اس کے بیٹوں سے دریافت کیا کہ کیا وہ ہے آپ کے والد کی وفات کو ابھی ۳۵ دن گزرے ہیں اور آپ نے چہلم کی محفل منعقد کر دی؟ کہنے لگے اگر چالیس دن پورے کرتے تو پھر تین چاند اکٹھے ہو جاتے یعنی ایک ماہ میں وفات، دوسرا خالی اور تیسرے ماہ میں چالیسواں تو میں نے کہا اگر تین چاند ہو جاتے تو پھر کیا ہو جاتا؟ جواب دیا بزرگ کہتے چلے آئے ہیں کہ ”ترائے جن اکٹھے چٹکے نہیں ہوندے اس طرح چالیسواں ترائے چنان بزرگ امید“

یعنی ایک کام کیلئے تین ماہ کا جمع ہونا اچھا نہیں ہوتا اور اس طرح ہمارے والد کا چالیسواں تین چاند والا بن جاتا۔ میں نے اسے ازراہ تفہیم کہا کہ آپ تین بھائی ہیں، یا چالیس دن پر ختم چہلم کراؤ یا تیسرے بھائی کا انتقام کرو۔ وہ بھی اچھا نہیں کڈی ہے۔ جھنگ کے بعض علاقوں میں تین کے عدد کو اس قدر نامبارک خیال کرتے ہیں کہ مضائقہ لیتے ہوئے بھی تین دانے نہیں لیتے اور ساتھ کہتے ہیں ”ترائے کائیں ہوندن“

۳ کے عدد کو منجوس سمجھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رافضیوں کا پاکستان کے جن علاقوں میں غلبہ ہے وہ خلفاء ثلاثہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے تین کے عدد کو بہت منجوس سمجھتے ہیں۔ ایک عورت جو کہ صحیح العقیدہ تھی شوی قسمت سے اس کا خاندان رافضی ہو گیا۔ اس نے بیوی سے کھانا مانگا اتفاقاً اس نے تین روٹیاں آگے رکھ دیں۔ وہ سخت غصہ میں آ گیا اور روٹیاں پھینک دیں۔ عورت اس کی خباثت جان گئی اور کہنے لگی کہ تم تین بھائی ہو تمہارے باپ تین بھائی تھے تمہاری ماں کی تین بہنیں تھیں، تیرے باپ کی تین بہنیں تھیں، کیا

صرف تین روٹیاں ہی منجوس ہیں یا تیرا سارا خاندان بھی منجوس ہے۔

حقیقت حال یہ ہے تین کا عدد طاق ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھی یہ عدد پسند ہے۔ عبادات کے سلسلہ میں کافی مقامات پر تین اور دوسرے طاق اعداد مقبولیت کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **اللَّهُ وَتَرَوْهُ يُحِبُّ الْوِتْرَ**۔ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو محبوب رکھتا ہے۔ ۲۵ اس حدیث مبارک سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ باقی طاق اعداد کی طرح تین کا عدد بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ **مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُحْسِنُ عَلَيْهِ ثَلَاثَةً مُغْفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَوْجَبَ**۔

جو مسلمان فوت ہو جائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز (جنازہ) پڑھیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے جنت کا حقدار بنادیتا ہے۔ ۲۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے پیچھے چلاؤ **وَحَمَلَهَا ثَلَاثًا مَرَّةً** اور میت کو تین مرتبہ کندھا یا تو سر پر ڈالے گا، اس پر جو حق تھا اس نے ادا کر دیا۔ ۲۷

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی رکوع کرے اور رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا۔ اور جب سجدہ کرے اور سجدے میں تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے تو تحقیق اس کا سجدہ مکمل ہو گیا اور تین مرتبہ پڑھنا اقل درجہ ہے۔ ۲۸

نماز مغرب میں فرضوں کی رکعتیں تین ہیں اور نماز وتر کی رکعتوں کی تعداد بھی تین ہے۔

میت اگر مرد ہو تو اسے تین کپڑوں میں کفن دیا جاتا ہے جب کہ قبر میں میت سے بھی تین سوال ہو گئے۔ اس ضمن میں اور بھی حقائق پیش کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن امکان غالب ہے کہ تین کے عدد کو نامبارک یا منجوس خیال کرنا کس قدر جہالت پر مبنی ہے اور اس طرز فکر سے گریز کس قدر ضروری ہے۔

حوالہ جات باب ۳

1	منکوہ	392	ولی اللہ بن محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
2	مرقاۃ	219/6	مفتی محمد یار خان رحمہ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ لاہور
3	ماریخ الخلیفۃ	62/2	فتح مبدائی محدث و مصلیٰ رحمہ اللہ علیہ	کتبہ نورانیہ ضلع لاہور
4	مرقاۃ	219/6	مفتی محمد یار خان رحمہ اللہ علیہ	کتبہ اسلامیہ لاہور
5	تفسیر روح البیان	121-22/27	علاء محمد اوی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پاکستان
6	ماشیہ محمد نساخ	98	مہدائیم شرف آبادی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
7	رفیق القرآن لکھنؤ	347	مفتی محمد رفیق اعظمی	جامعہ اسلامیہ سیدہ الطوم کراچی
8	تفسیر روح البیان	121/27	علاء محمد اوی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ شیعہ پاکستان
9		120		
10		120		
11	ماشیہ محمد نساخ	47	مہدائیم شرف آبادی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
12	حدیث احمد	620/3	فتح مبدائی محدث و مصلیٰ رحمہ اللہ علیہ	کتبہ نورانیہ ضلع لاہور
13	ماہنامہ اہلسنت 23/پریش 2002	23		نیک آباد کراچی
14	ماہنامہ اہلسنت	51	فتح مبدائی محدث و مصلیٰ رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
15	منکوہ		ولی اللہ بن محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
16	ماہنامہ اہلسنت	32	فتح مبدائی محدث و مصلیٰ رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
17	ماشیہ محمد نساخ	34	مہدائیم شرف آبادی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
18	ماشیہ محمد نساخ	48	مہدائیم شرف آبادی رحمہ اللہ علیہ	کتبہ قادیان لاہور
19				
20				
21	رفیق القرآن لکھنؤ	233	مفتی محمد رفیق اعظمی	جامعہ اسلامیہ سیدہ الطوم کراچی
22				
23				
24	قدیمی قادیان	280/2	مفتی جمال الدین احمدی	شعبہ دارالعلوم لاہور
25	احمد رک	410/1	ماہنامہ محمد بن عبد اللہ الخاتم النبیین رحمہ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
			رمز اللہ علیہ	
26	منکوہ	147	ولی اللہ بن محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ علیہ	
27		148		
28		83		

باب ۵

جانوروں اور پرندوں کے متعلق توہمات

جہلاء عرب، ہندو، وحشی قبائل، قدیم مصری، قدیم یونانی، رومن، مغول، تاتار، قدیم
 آئینہ کے باشندگان اور ایسے مسلمان جو تعلیمات اسلامی سے محروم رہے اور ان پر غیر مسلموں کا تسلط
 رہا۔ سب کے نزدیک جانوروں کا وجود، رہائش، مخصوص اوقات میں بولنا اور سامنے آنا غرضیکہ چوپاؤں
 اور پرندوں کی نقل و حرکت گونا گوں اوہام اور بدشگونی سے عبارت ہیں۔

اہل عرب جب کام کو جاتے تو کسی بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے۔ اگر وہ داہنی طرف اڑتا تو
 سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہوگی، دور ان شکار اگر شکاری جانور دائیں طرف سے نظر آتا تو نیک قال لیتے۔
 بائیں طرف نظر آتا تو بد قال لیتے نیز ہرنوں اور پرندوں کو چھوڑ کر یوں نیک قال اور بدشگونی لیتے کہ اگر
 ہرن اور پرندہ دائیں طرف جاتا تو اسے متبرک سمجھتے، بائیں طرف جاتا تو منہوں گردانتے۔ ع کوئے کو
 ابو زاجر (شگون کا باپ) کہتے اور اسکی اڑان سے قال لیتے۔ عربوں کے خیال کے مطابق کوادو چاہنے
 والوں کو جدا کر دیتا تھا اس لیے اسے غراب البین (جدائی کا کوا) کہتے۔ ع جنات سے محفوظ رہنے کے
 لیے اپنے گلے میں خرگوش کا ٹخنہ لٹکاتے۔ بچوں کے گلے میں لومڑی کے دانت بھی اسی مقصد کے تحت
 لٹکائے جاتے تھے۔ قدیم عربوں کے نزدیک کبوتر وصال، خوشی اور امن کی علامت تھی۔ ع

ہندومت کے ماننے والوں میں بھی بہت سے اوہام و شگون اور ٹوٹنے ٹوٹنے کے مروج تھے۔ آج
 بھی ان کی بہت سی صورتیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ ہندو مور کو نہایت مقدس مانتے ہیں۔ ایک ایرانی
 سوداگر نے مور کا شکار کیا تو ہندوؤں نے اس کو جان سے مار ڈالا۔ سانپ کو مارتا پاپ سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی
 برہمن کسی حائضہ عورت، زچہ، نعش یا ہڈی کو چھو کر ناپاک ہو جائے تو گائے کو چھونے سے پاک ہو جاتا
 ہے۔ آج بھی پاک ہونے کیلئے برہمن گائے کا دودھ دھو، کھی، پیشاب اور گوبر ملا ہوا پیتے ہیں۔ ع

بدھ مت کے مقلدین کے نزدیک شیر اور رچھ بہادری، گیدڑ اور لومڑی دانائی و سیاست
 دانہ، کونسل عشق و محبت، کوا، اُتو اور گدھا نحوست میں خاص پایہ رکھتے ہیں۔ ع

قدیم آئینہ میں اُتو کو دانش اور خرد کی علامت سمجھا جاتا تھا اور سکھ پر اس کا نقش کندہ کیا جاتا

تھا۔ ع

قدیم مصری جن جانوروں کو مقدس مانتے ان کے لیے گراں قدر قیمتی مندر تعمیر کرتے۔

ایران میں گھوڑے کا سم نظر بد سے بچنے کے لیے آج بھی دروازے پر لٹکاتے ہیں اور نرکوں کے پیچھے باندھتے ہیں۔

قدیم یونان اور رومہ میں گدھ، باز اور عقاب کی اڑان سے فال لیتے تھے۔ یونان اور ایران میں دستور تھا کہ جب کوئی سورما لڑائی میں مارا جاتا تو اس کے گھوڑے کو اسی کے ہتھیاروں سے سجا کر اسکا جلوس نکالتے اور اس کے پیچھے ماتم کرتے ہوئے جاتے تھے۔ کلیسنے روم والے مینڈک کو خیر معمولی قوت کا مالک سمجھتے ان کے مطابق کسی سوئی ہوئی عورت کی چھاتی پر مینڈک کی زبان رکھی جائے تو وہ اپنے سارے راز اگل دیتی تھی۔

آریہ قوم ہر گھوڑے کو مقدس مانتی تھی، جبکہ رومی ہر ہڈ کو مقدس سمجھتے تھے۔ مغول اور تاتار بھیڑ، بکری کی ہڈی سے اکثر فال لیا کرتے تھے۔ جب کبھی پلاؤ میں کسی بکرے یا بھیڑ کے شانہ کی ہڈی ثابت و سالم نکل آتی تو اسے نہایت غور سے دیکھتے گویا کہ کوئی تحریر پڑھ رہے ہیں اور غیب کی خبر دیں گے۔ آج بھی ایران میں اسکا رواج ہے اسے شانہ بینی یا فال شانہ کہتے ہیں۔

قدیم زمانہ سے جادوگر اپنے نوٹوں نوٹوں میں خرگوش، مینڈک، ہڈ، آلو، کالی مرغی اور مرغ، کوے اور کالی بلی وغیرہ کی ہڈیوں، جنوں، خون اور پروں سے کام لیتے رہے۔

بعد حاضر بعض مسلمان کوے، الو، گیدڑ، بھینس وغیرہ سے نیک فال اور بدشگون لیتے ہیں اور انکی رہائش اور آواز کو نہایت ہی منہوں اور آفت و مصیبت نازل ہونے کا خطرہ خیال کرتے ہیں۔

عق! اگر غوغو (اروڑی) کرے، رونے کی طرح آواز نکالے، کتا زیادہ تر ایسی آواز رات کے وقت نکالتا ہے۔ کتے کی ایسی آواز کو بہت سی خطرناک خیال کیا جاتا ہے۔ موت یا حادثہ پیش آنے کا شگون لیا جاتا ہے اور کچھ لوگوں کے وہم کے مطابق کتے کی ایسی آواز مصیبت اور بلا لاتی ہے۔ اس لیے اس کو نالنے کے لیے ایسی آواز نکالنے پر کتے کو بھگاتے ہیں اور چٹائی بھی کرتے ہیں اگر پھر بھی باز نہ آئے تو جان سے مار ڈالتے ہیں۔

آلو! الو کی رہائش بہت منہوں سمجھی جاتی ہے اور اس سے یہ بدشگون لیتے ہیں کہ الو جہاں رہائش اور گھر بنا لے وہ جگہ ویران اور برباد ہو جاتی ہے۔ الو جہاں بھی نظر آئے اسے فوراً ہی مار دیا جاتا ہے تاکہ اس کی آواز اور رہائش سے رستہ بستہ گاؤں ویران نہ ہو جائے۔

گیدڑ! گیدڑ کے متعلق یہ وہم ہے اگر اجم کام پر جانے والے کے سامنے راستہ پر گیدڑ نظر آجائے تو فتح اور کامیابی کی فال ہے۔ نیز بلی کے سامنے گزرنے سے ناکامی کی فال لی جاتی ہے اور لومڑی سامنے گزرنے سے کامیابی گمان کرتے ہیں۔

کوا! کوا کی طرف بھی ایک غیب بینی موسوم کی جاتی ہے۔ اگر کوا حویلی یا مندر، مکان کے کونہ اور صحن میں لگائے ہوئے درخت پر بیٹھ کر ایک مخصوص آواز میں مسلسل کائیں کائیں کرے تو کسی مہمان کی یارشتہ دار کی آمد کا وہم کیا جاتا ہے۔ خبیثت کو بوجھ سمجھنے والے اس کو اڑانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ نہ کو ایلے اور نہ مہمان آئے۔

مرغی! اگر بجائے مرغ کے مرغی باجگ دے تو اس مرغی کو نحوست اور غیر متبرک گمان کیا جاتا ہے اور اسکو اس جرم کی پاداش میں ذبح کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ نیز اگر مکان کے دروازے کے سامنے لیٹ کر پھڑ پھڑائے تو کوے کی طرح مہمان کی آمد کا شگون لیا جاتا ہے۔

بھینس! جس بھینس کے سینک، بجائے اوپر کے نیچے کی طرف لٹکے ہوئے ہوں اور نہایت لمبے ہوں تو مقامی زبان میں ایسی بھینس کو "مینڑو حیس" کہتے ہیں۔ ایسی بھینس کو نہایت ہی متبرک، دعا گو اور مالک کے لیے نفع بخش خیال کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی بھینس اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگتی ہے کہ اے اللہ میرے دائیں بائیں اتنی بھینسیں بھیج کہ میں ان میں چھپ جاؤں اور میرا یہ عیب نظر نہ آئے۔

بھیڑ! بھیر، بکری کا اگر ایسا بچہ پیدا ہو جس میں نرم مادہ کی علامات مخلوط ہوں تو کچھ مالدار ایسے جانور کو فقیر کہتے ہیں اور اسکا بیچنا بھی نامناسب سمجھتے ہیں بلکہ صدقہ و خیرات کر دیتے ہیں۔ اگر جانور کا زیریں جزا نسبتاً بالائی جزے سے چھوٹا ہو تو ایسے جانور کو "سوئی" کہتے ہیں اور اسے منہوں خیال کرتے ہیں اس لیے دوسرے جانوروں کی نسبت کم ریٹ پر فروخت کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ اس کے انت گمان کرتے ہیں کہ بھینس کی طرح یہ بھی اپنے ماحول میں جانوروں کی کثرت کی دعا کرتا ہے۔

حالانکہ جانوروں کے متعلق ایسے عقائد رکھنا کہ انکی رہائش، بولنا اور سامنے آنا نحوست ہے یا ناکامی ہوگی، کوئی مصیبت واقع ہوگی یا حادثہ پیش آئے گا۔ ایسے نظریات اور توہمات کی اسلام نے نفی کی ہے اور ایسے عقائد رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ نبی اکرام ﷺ نے فرمایا عیافہ طرہ اور طرق بت پرستی ہے۔ ۱۲ عیافہ جانوروں سے فال لینا، طرق پرندے کا اڑنا اور عیافہ لکیر کھینچنے کو بھی کہتے ہیں۔ طرق کنگریاں مارنے کو کہتے ہیں۔ مصیبت اور واقعہ کے پیش آنے کا سبب کتے کی بھونک نہیں ہو سکتی کیونکہ مصیبت اور بلا آنے کی وجہ یا تو گناہ ہوتے ہیں یا اللہ تبارک و تعالیٰ کی آزمائش اور ناراضگی۔ بہر حال آنے والی مصیبت صدقہ، خیرات، توبہ و استغفار اور صالحین کی دعاؤں سے توئل سکتی ہے، کتے کو مارنے یا بھگانے سے نہیں رک سکتی۔

الو کے متعلق بھی ایسے خیالات رکھنا کہ جہاں بیٹھتا ہے وہ مکان ویران ہو جاتا ہے اور نحوست اس کے ساتھ رہتی ہے۔ ایسے توہمات غیر مسلموں کے اثرات ہیں۔ حالانکہ الوا لا ایسی جگہ اپنا گھونسلہ اور گھر بناتا ہے جو پہلے ہی اجڑا ہوا اور ویران ہو۔ الو کی رہائش اور آواز سے وہ جگہ ویران نہیں ہوتی بلکہ پرندے جہتی طور اپنے لیے مختلف انواع کے ٹھکانے منتخب کرتے ہیں بلبل باغ اور پھولوں میں، الو ویران اور کھنڈرات میں گھر بناتا ہے۔ جو جگہ الو کے بٹنے سے پہلے ویران ہو چکی ہے وہ نقصان اور ویرانی کسی اور الو کے کھاتے میں ڈالنی مناسب ہے نہ کہ الو پرندہ کے کھاتے میں۔

مرغی کے متعلق یہ وہم کیا جاتا ہے کہ اگر مرغی اذان دے تو یہ نحوست ہے یہ بالکل نادورست بات ہے کیونکہ جانور غیر مکلف ہیں اگر نہ جانور کا کام مادہ سرانجام دے تو اس کے لیے اتنی سزا و انہیں کہ اسے ذبح کر دیں البتہ مرد کا منصب اگر عورت سنبھالنے کی کوشش کرے تو اسے معافی نہیں۔ حیرت کی بات ہے اگر ایسی مرغی نحوست ہے تو ایسی نحوست کو بھگانا چاہیے نہ کہ ذبح کر کے اسے کھانا۔ نحوست کو کھانا اور لقمہ بنانا کہاں کی نیک بختی ہے؟ ایسی مرغی کو اگر ہضم کرنا نحوست نہیں تو اس کا جینا اور صحن میں رہنا بھی نحوست نہیں۔

بھینس کے متعلق بھی یہ محض خیال ہے۔ کافی مالداروں کے پاس ایسی ایک ایک بھینس دیکھی جو مرتے دم تک ایک ہی رہی دوسری نہ آئی۔ بہر حال پرندہ ہو یا جانور ہو بلا وجہ اسے جان سے مارنا اور بھگانا جائز نہیں بلکہ جانوروں کی حفاظت اور خدمت انسانوں کے ذمہ ہے راقم الحروف کی نظر سے ایک روایت بھی ایسی نہیں گزری کہ نبی اکرام ﷺ نے جانوروں اور پرندوں کو مارنے اور بھگانے کا حکم دیا ہو، یا فرمایا ہو، کہ فلاں فلاں پرندے کی آواز مصیبت لانے والی ہے اسے سرے سے قتل کر دو۔ البتہ سرکش گھوڑے کے متعلق فرمایا کہ اگر نحوست ہو سکتی ہے تو گھوڑے میں۔ اور گرگٹ (چھپکلی)

کے مارنے کے متعلق بھی فرمایا کہ اس کے مارنے میں ثواب ہے۔ ۱۳ علاوہ انہیں جتنے جانور ہیں اگر ایذا اور تکلیف پہنچائیں تو پھر انکے مارنے میں کوئی مضائقہ نہیں جس طرح کہ الو کی مرثیت ہے کہ انسان کی چوٹی کو چونچ سے کاٹتا ہے تو ایسی صورت میں اسے جان سے مارنا جائز ہے نہ کہ اس بنا پر کہ یہ نحوست ہے۔

جانوروں پر شفقت اور خدمت کرنے کے متعلق مرویات:

جانوروں کی خدمت کرنا اور انکی حفاظت کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عہدہ نبوت عطا کرنے سے قبل جانوروں کی خدمت کرنے سے آزمایا جب انہیں جانوروں اور بکریوں پر شفقت کرنے والا پایا تو منصب نبوة عطا فرمایا کہ یہ نفوس جب جانوروں پر اتنے رحیم و کریم ہیں تو اشرف المخلوقات انسانوں پر کس قدر شفیق ہونگے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! مَاصِمِ لَیْلِیْ اِلَّا وَ قَدْ رَظِیَ۔ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ نے بھی چرائی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔ ۱۴

فقیر ابو الیث سرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی انبیاء علیہم السلام سے بکریاں چرانے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جاننے کے باوجود بھی انبیاء علیہم السلام کو اس ذمہ داری اور خدمت سے آزمایا کہ یہ نفوس قدسیہ میری مخلوق، جانوروں پر کس قدر شفیق ہیں؟ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جانوروں اور بکریوں پر رحم و شفقت کرتے ہوئے پایا تو انہیں منصب نبوة عطا فرمایا۔ ۱۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تو نے مجھے کس وجہ سے اپنا کلیم اور صفی بنایا؟ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا تو نے میری مخلوق پر ترس کیا تو میں نے تجھے نبی بنا دیا۔ تو ایک مرتبہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرا رہا تھا تو اسی دوران ایک بکری ریوڑ سے بھاگ گئی۔ تجھے اس بکری کی تلاش اور پکڑنے میں مشقت اور تکلیف پہنچی۔ جب تو نے اس بکری کو پکڑا تو اسے اپنی گود میں لے لیا اور اسے کہا اے مسکینہ! تو نے مجھے بھی تھکا یا اور اپنے آپ کو بھی تھکا ڈالا۔ تو میں نے تجھے اپنی مخلوق (ایک بکری) پر شفقت کرنے کی وجہ سے نبوة عطا کر دی۔ ۱۶

جب نبی اکرم ﷺ دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ فتح مکہ المکرمہ کے لیے مدینہ شریف سے روانہ ہوئے تو اسی دوران ایک جگہ پر کتیا دیکھی جس نے ابھی بچے جنے تھے اور وہ اپنی ماں کا دودھ پی رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ کوئی آدمی اس کتیا اور اس کے بچوں کو اذیت نہ پہنچائے اپنے ایک صحابی جہیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی ذیوئی لگائی کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کرے اور اس کے پاس کھڑا رہے تاکہ اس لشکر کا کوئی فرد کتیا اور اس کے بچوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ ۱۸

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت کو فقط اس وجہ سے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک مٹی کو باندھ دیا تا اسے کھانا دیا اور نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ مر گئی۔ ۱۸

آپ ﷺ نے فرمایا ایک فاحشہ اور بدکار عورت کی مغفرت اور بخشش اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے ایسا کتا دیکھا جو شدت پیاس سے قریب المرگ تھا تو اس نے اپنا جوتا اتار کر، دوپٹہ سے باندھ کر کنویں میں لٹکایا اور کتے کے لیے پانی نکالا۔ ۱۹

فقہاء کرام نے ایک نوجو یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے نماز کے لیے وضو کرنا ہے اور اس کے ساتھ کتا بھی ہے، پانی فقط اتنا ہے کہ اگر وضو کرتا ہے تو پانی کتے کے لیے نہیں بچتا کتا پیاس سے مر جائیگا۔ تو اب اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وضو جیسے فریضہ کو معطل کر دے پانی کتے کو پلائے یا اس کے لیے رکھ دے اور تیمم کر کے نماز ادا کر لے بشرطیکہ سالہ کا جمع کر ہا محضر ہو۔ ۲۰

امیر ناصر الدین بہکٹین جس وقت ملازم تھا اس کے پاس فقط ایک گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر جنگل میں گھوما کرتا تھا اور جانوروں کا شکار کیا کرتا تھا چنانچہ ایک دن اس نے دیکھا کہ ایک ہرنی مع بچے کے جنگل میں چر رہی ہے۔ بہکٹین نے اسے دیکھتے ہی گھوڑا دوڑایا اور ہرنی کے بچے کو پکڑ لیا۔ بچے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اپنی زین سے باندھ دیئے اور شیر کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی وہ کچھ دور ہی گیا ہوگا کہ اس نے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہرنی پیچھے چلی آرہی ہے اور اس کی صورت اور حرکات سے پریشانی اور رنج کا اظہار ہو رہا ہے یہ عالم دیکھ کر بہکٹین کو اس بے زبان جانور پر بہت رحم آیا اور بچے کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کی رہائی سے بہت خوش ہوئی اور بچے کو ہمراہ لے کر جنگل کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ تھوڑی تھوڑی دور چل کر بہکٹین کی طرف مڑ کر دیکھ لیتی تھی جیسے اپنی خوشی کا اظہار کر رہی ہو۔ جس دن کا یہ

واقعہ ہے اسی رات کو بہکٹین نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ انہوں نے فرمایا۔ اے ناصر الدین تو نے ایک بے زبان جانور پر رحم کیا ہے وہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں بہت مقبول ہوا ہے۔ لہذا اس کے صلے میں تجھے چاہیے کہ یہی طریق اختیار کرے اور کبھی رحم کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ۲۱ ایک شخص کی فقط اس وجہ سے مغفرت کی گئی کہ اس نے سخت سردیوں میں مٹی کا ایک ایسا بچہ دیکھا جو سردی سے کانپ رہا تھا اور گلی میں دائیں بائیں دیواروں کے سہارا لگنے کے لیے صوم رہا تھا تو اس نے اسے اٹھا کر اپنی گرم آستین میں داخل کر کے اس کی جان بچائی۔

جانوروں کو بلا وجہ تکلیف دینا:

کسی جانور کو ستانا، بلا وجہ اذیت پہنچانا، طاقت سے زیادہ کام لینا اور بھوکا پیاسا رکھنا حرام اور گناہ ہے بعض لوگ جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے بہت تکلیف دیتے ہیں۔ جانوروں کو آرام سے پکڑ کر زمین پر گرانے کے بجائے ایک ہی آدمی جانور کے سر کو پکڑ کر یوں مروڑتا ہے کہ جانور خود بخود گر جاتا ہے اور ساتھ ساتھ گردن بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ ایسی سنگدلانہ حرکت کو بہادری سمجھا جاتا ہے کہ جس جانور کو نو دس آدمی مشکل سے گراتے ہیں فلاں ذائقہ خیرا اسکا ہے اور ذبح کر لیتا ہے۔ جانور گرانے کے بعد قبلہ شریف کی طرف صبح رخ کرنے کے لیے سنگلاخ اور سخت زمین پر گھسیٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے، جانور کو اپنی ماں کے سامنے اور ماں کو اپنے بچے کے سامنے ذبح کرنے سے بھی اجتناب نہیں کرتے علاوہ ازیں اگر گائے وغیرہ حاملہ نہ ہوتی ہو تو "سہن" ملانے کے بعد اسکے پیشاب کے مقام کو گرم درختی اور چھری سے جلایا جاتا ہے۔ کئی نیم حکیم ہانچہ گائے وغیرہ کا علاج یوں بھی کرتے ہیں کہ پیشاب کے راستے میں سروٹ داخل کر کے پھیرتے ہیں اور سنگریزہ (روز)، نمک اور لال مرچ داخل کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے ہاں جانوروں کا گلہ ہوتا ہے خاص طور پر اونٹ اور گائے کا تو وہ لوگ جانور کے چہرہ، گردن اور ران پر بطور شناخت یوں نشان لگاتے ہیں کہ جانور کا چہرہ اور گوشت جل جاتا ہے، اگر ایک جانور کو مخصوص گھاس سے نفرت ہو تو گھاس نہ کھانے پر مالک جانور کو گالیاں بھی دیتا ہے اور پٹائی بھی کرتا ہے حالانکہ خود وہ آدمی کئی قسم کے کھانوں سے نفرت کرتا ہے اور اسکے مالک حقیقی کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہوتی۔

بعد ما قبل نصف صدی میانوالی سے مظفر گڑھ تک دریائے چناب اور سندھ کے مابین اتنا

صحرا اور جنگل تھا کہ ہرن بکریوں کے ریوزوں کے طرح تھے۔ اس عظیم صحرا میں ہمارے ابو بھی چار دھائی تک مویشی سدھاتے رہے انکے بقول اس وقت کچھ سنگدل اور وحشی لوگ جانوروں پر جو ظلم و ستم کرتے تھے انکی مثال فی زمانہ مٹی مشکل ہے۔ جو واقعات والد صاحب ہمیں سناتے ہیں ان میں سے دو واقعات نذر قارئین ہیں۔

اس جنگل میں بسنے والے کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ غریب الوطن لوگوں کے زندہ اونٹوں کے گوبان سے چربی اور گوشت نکال کر کھانا روکتے تھے۔

ہرنوں کی اتنی کثرت تھی کہ ہرنیوں کے چھوٹے چھوٹے بچے (بک) اپنی ماں کا دودھ پینے کے بعد سایہ اور درخت، پودے اور بونے کے سایہ میں نیند کی حالت میں آسانی کے ساتھ کثرت سے میسر ہو جاتے، کئی سنگدل اور ظالم چرواہے ان بچوں کو پکڑ کر ری اور چاقو نہ ہونے کے باعث انکی ٹانگیں اپنے گھٹنوں پر رکھ کر یوں توڑتے تھے جس طرح کہ باریک، خشک اور لمبی لکڑیوں کو چوبے میں ڈالنے کے لیے کھبازی نہ ہونے کی وجہ سے گھٹنے پر رکھ کر توڑا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شکستہ ٹانگوں والے ہرن کو وہاں پر چھوڑ کر چرواہے بھیڑ، بکریاں چرانے کے لیے چلے جاتے تھے، وہ بچے سارا دن تڑپتا اور چیخا رہتا، انکی مائیں گھاس چرنے اور پانی پینے کے بعد جب انکی دودھ پلانے کے لیے واپس آتیں تو ان پر جو صدمہ اور دکھ گزرتا وہ ایسا ہوتا جس طرح کہ ایک انسان کی ماں اپنے معصوم بچے کے حادثہ پر دیکھتی ہے۔ چرواہے واپسی پر ان بچوں کو اٹھا کر اپنے گھر لے آتے اور ذبح کر کے شام کا سالن پکاتے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ اونٹوں اور ہرنی کے بچوں پر اس طرح ظلم و ستم کرنے والوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بوقت موت کئی روز تک بعد ہرن کے بچے اور درد زدہ اونٹوں کی طرح وہ دھازیں مار مار کر اور چیخ چیخ کر اس دنیا سے روانہ ہوئے۔

بعد حاضر بھی جانوروں پر ظلم و ستم کے بعض دفعہ دل سوز واقعات موصول ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی آدمی نے اپنے مخالف اور دشمن کے جانوروں کے باڑے کو نذر آتش کر دیا یا گھاس پر زہریلی دوائی چھڑک دی اور کئی بار ایسا کر گزرنے سے خوف نہیں کرتے کہ قربانی کے موقع پر خوبصورت، قیمتی مینڈھے کے کان کاٹ لیے تاکہ مالک کو زہر یا دھوپے نہ ملیں۔ کئی مرتبہ لوگ سرکاری جنگلات کو آگ لگا دیتے ہیں جس میں ان گنت جانور اور انکے بچے جل جاتے ہیں۔ بہر حال جانوروں پر ظلم و ستم کی ایک

طویل فہرست ہے۔ کسی وجہ سے بھی جانور کو ستانا اور تکلیف دینا روا نہیں۔ عضو کا نثار گرم لوہے سے داغنا، گالیاں دینا، چہرے پر مارنا، شرع شریف میں اس کی ممانعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے افعال سے منع فرمایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے چہرے پر مارنے اور داغ لگانے سے منع فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ گدھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جس نے اس کے چہرے پر داغ لگایا ہے۔ ۳۳

حضرت عید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو شخص کسی جاندار کو لٹکا کر اس پر نشا نہ لگائے وہ لعنتی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں بھلائی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لہذا جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، چھری تیز کرو اور ذبح کو راحت پہنچاؤ۔ ۳۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ ایک چینی نے ایک نبی علیہ السلام کو کاٹ لیا تو انہوں نے چیتوں کے مسکن کو جلا دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ جلا دیا گیا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس نبی علیہ السلام پر وحی نازل کی کہ تم کو ایک چینی نے کاٹا مگر تم نے ایک ایسی امت کو جلا دیا جو (اللہ تعالیٰ) کی تسبیح کر رہی تھی۔ ۳۵

کلام حیوانات:

جانوروں اور پرندوں کی مختلف حالات میں صوتی کیفیات گونا گوں اور متنوع رہتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کسی خاص ذکر اور وظیفہ میں مصروف ہیں، جب باہم محبت میں ہوں تو انکی آواز اور ہوتی ہے، جب ایک دوسرے سے لڑیں تو آواز ہوتی ہے، جب کوئی انہیں شکار کر رہا ہو تو اس وقت انکی آواز حال زاری پر دلالت کرتی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اظہار خیال کے لیے وسیع پیمانے کی قوت نطق عطا فرمائی ہے۔ لہذا جانوروں اور پرندوں کے مسلسل آوازیں نکالنے سے رنجیدہ

خاطر نہیں ہونا چاہیے اور نہ ہی انہیں گالیاں دینی چاہئیں اور نہ ہی مارنا مناسب ہے۔ ممکن ہے جب آپ انہیں ماریں یا گالیاں دیں تو وہ اس وقت کسی خاص قبیح اور ذکر سے لطف اندوز ہو رہے ہوں۔ اور نہ ہی انکی آواز کو شخص خیال کرنا چاہیے اور نہ حادثہ یا موت آنے کا سبب سمجھنا چاہیے چنانچہ قاضی خان میں ہے: **اِذَا صَلَّيْتَ الصَّلَاةَ فَقَالَ تَحَدُّ بِمَوْتٍ رَجُلٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ يَكُونُ ذَلِكَ كُفْرًا**۔ یعنی جب الونے آواز نکالی تو ایک آدمی نے کہا کوئی شخص مر جائیگا تو بعض نے کہا یہ کفر ہے۔ مگر یہ حکم الودکی آواز کیساتھ خاص نہیں بلکہ کسی بھی جاندار کی آواز پر اس طرح کہنا کفر ہوگا۔ بہر حال جانوروں اور پرندوں کی آوازیں نہ تو نحوست پھیلانے والی ہیں اور نہ بد بختی لانے والی ہیں بلکہ اکثر طور پر تو غافل انسان کے لیے نصیحت اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر ہوتی ہیں۔ افادہ عام کے لیے چند حیوانات کی گفتگو اور کلام ذکر کی جاتی ہے۔

مرغ: مرغ کی اکثر و بیشتر آواز اور کلام یہ رہتی ہے: **اَذْكُرْ اللّٰهَ يَا غَافِلُوْنَ**۔

اے غفلت میں رہنے والے اپنے پروردگار کو یاد کرو۔ نیز مرغ کو جس وقت فرشتہ نظر آتا ہے تو اس وقت بھی آواز نکالتا ہے۔ صبح کو جب مرغ اپنے غافل مالک کو جگانے کے لیے بار بار آوازیں نکالتا ہے تو کئی لوگ اس کی آواز سے تنگ دل ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نیند اور آرام میں خلل انداز ہو رہا ہے۔ تو دوسرے دن مرغ کی رہائش اور مسکن سے دور اور بہت کر چار پائی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ کل اس نے (صبح کی نماز کے وقت) ہمیں جگا دیا تھا اور بے چین کیا تھا اب اس سے دور سوتے ہیں تاکہ صبح کے وقت اس کی آواز سے آنکھ نہ کھلے حالانکہ بہتر تو یہ ہے کہ غافل، بے نمازی اور لمبی نیند سونے والے مرغ کے آس پاس چار پائی ڈالیں تاکہ صبح کی نماز قضا نہ ہو اور اس نحوست سے بچ جائیں۔

تیتھر: تیتھر کہتا ہے **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اللّٰهَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَرْشَکَ کَامَلْکَ** ہے۔

مور: مور انسان و غیر کو بول نصیحت کرتا ہے **کَمَا شَدَّ یُنْشَدُّ اَنْ**۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

بہد بہد: بہد کہتا ہے **مَنْ لَا یُؤْخَذُ لَا یُؤْخَذُ**۔ جو رجم نہیں کرتا اس پر رجم نہیں کیا جائیگا۔

چنڈول: چنڈول کہتی ہے **اَللّٰهُمَّ الْعَنِ مُبْتَغِیَّ مُخْتَبِیَّ وَآلَ مُخْتَبِیَّ**۔ اے اللہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی آل سے بغض رکھنے والے کو اپنی رحمت سے محروم فرما۔

گدھ: گدھ کی زبان پر یہ کلمات جاری و ساری رہتے ہیں۔ **یَلْبَنُ اَذْمَرُ عِشْ مَا شِفَتْ اَیْمَرُ**۔

الثؤت: اے انسان جس قدر بول چاہے جی لے آخر تجھے موت آتی ہے۔

باز: باز کہتا ہے **فِی الْبَعْدِ مِنْ الشَّاسِ اَنْشَ**۔ لوگوں سے دور رہنے میں راحت ہے اور محبت (برحمتی) ہے۔

طیطولی: کہتا ہے **کُلُّ حَقِیْقَیْ مَیِّتٌ وَکُلُّ جَدِیْدٍ نَّالٌ**۔ ہر زندہ نے مرنا ہے اور ہر نئے نے پرانا ہونا ہے۔
طوطا: طوطا اس گفتگو میں گمن رہتا ہے۔ **وَقِیْلَ لَنْ یُّدْبِرَ اَنْتَ**۔ جس نے دنیا کا ارادہ کیا اس کے لیے ہلاکت ہے۔

سگورو: یہ نصیحت کرتا ہے: جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

قاحتہ: قاحتہ کا یہ ذکر ہے: **یَلْبَثُ ذَا الْخُلُقِ لَمْ یُخْلُقْ**۔ کاش مخلوق پیدا نہ کی جاتی۔

زرزور: یہ بھی ایک قسم کا پرندہ ہے جو قدرے چڑیا سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فقط یہی سوال ہوتا ہے۔ **اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ قُوْتَ یَوْمِ یَوْمِیَا رِزَاقَ**۔ اے روزی رساں میں تجھ سے فقط ایک دن کے رزق کا سوال کرتا ہوں۔

الو: چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی کلام سمجھنے کی تعلیم دی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی انبیاء علیہم السلام تھے۔ ان میں سے زیادہ تر حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیوانات اور پرندوں سے بات کرنے کی روایات ملتی ہیں۔ میری نظر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی الو کے ساتھ گفتگو کی جو روایت گزری ہے وہ دیگر حیوانات اور پرندوں سے کلام کرنے کی روایات اور واقعات سے زیادہ تفصیل کی حامل ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین میری نظر سے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کے اندر جو نادرہ واقعہ گزرا ہے کیا میں تم کو وہ نہ بتاؤں؟

الو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا نبی اللہ تو آپ نے جواب دیا **وعلیک السلام** (یہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ الو کو بھی سلام کا جواب دے رہے ہیں اور سلامتی کی دعا کر رہے ہیں۔)

1 حضرت سلیمان علیہ السلام نے الو سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تو کھیت سے کوئی چیز نہیں کھاتا؟ تو اس نے جواب دیا اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اسی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا۔

2 دوسرا سوال آپ علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ تو پانی کیوں نہیں پیتا؟ تو وہ کہنے لگا اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اس میں غرق کیا گیا۔

3 آپ علیہ السلام نے فرمایا تو آبادی میں کیوں نہیں رہتا۔ ویران، جنگل اور کھنڈرات میں کیوں رہتا ہے؟ تو الونے جواب دیا ویران اور جنگل اللہ تعالیٰ کی میراث ہے۔

4 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تو ویران جگہ میں ہوتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ تو الونے جواب دیا میں کہتا ہوں اس جگہ میں جو لوگ ہمیشہ اور خوشی میں تھے وہ کہاں ہیں۔

5 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب کھنڈرات سے تیرا گزر ہوتا ہے تو اسوقت کیا کہتا ہے؟ تو کہنے لگا میں کہتا ہوں ویل لیفی آدمہ کیف ینامون واما مہم الشدائد: انسان پر افسوس ہے کہ وہ کس طرح سوتا ہے حالانکہ اگلے آگے سختیاں ہیں۔

6 آپ علیہ السلام نے فرمایا تو دن کو کیوں نہیں نکلتا رات کو نکلتا ہے؟ تو جواب دیا انسان ایک دوسرے پر ظلم و حار ہے ہوتے ہیں اس وجہ سے دن میں نہیں نکلتا۔

7 آپ علیہ السلام نے فرمایا جب تو بوتا ہے تو کیا کہتا ہے؟ تو الونے جواب دیا میں کہتا ہوں۔ تزدو اباعاقلون و تہیمو السفہ کم سبحان خالق النور۔ اے خالق آخرت کا سامان تیار کر اور ہر وقت سفر (آخرت) کے لیے تیار رہو۔ نور پیدا کرنے والی ذات پاک ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب الونے کے جوابات سماعت فرمائے تو فرمانے لگے اولاد آدم کیلئے الونے بڑھ کر خیر خواہ، زیادہ فصاحت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے۔ ۲۸
مینڈک: مینڈک کی تسبیح یہ ہے۔ سبحان ربی القدوس۔ میرا پروردگار پاک ہے۔ ۲۹

شیر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا:

أَتَذَرُونَ مَا يَقُولُ الْإِنْسَانُ فِي زِينَتِهِ؟ قَالُوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: إِنَّهُ يَقُولُ: أَلْفَنُفْمُ لَا تُسَبِّحُنِي سَلَامُ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّعْرِ وَف۔

کیا تم جانتے ہو شیر اپنی پست آواز اور نیچی سر میں کیا کہتا ہے؟ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی پست سر میں یہ کہتا ہے

”اے اللہ مجھے کسی نیک پر مسلط نہ فرمانا“۔ ۳۰

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مچھلی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہوتی ہے تو جال میں واقع ہو جاتی ہے۔ ۳۱

شناخت اور شوق کی وجہ سے جانوروں کے اعضاء کا ثنا:

جانوروں کے اعضاء میں سے کوئی عضو شرعی اذن کے بغیر کاٹنا یا جانور کا بالکل حلیہ بدلنا ”مثلاً“ ہے۔ مثلاً کرنا حرام، گناہ اور شیطان کی تابعداری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ جسوقت شیطان آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے راندہ درگاہ، مگر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو گیا اور آدم علیہ السلام کی اولاد کا اڑلی دشمن بن گیا۔ اولاد آدم کو بھڑکانے اور بے راہ رو کرنے کے لیے شیطان نے جو کچھ اس وقت کہا، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

وَلَا مَرَاتُمْ فَلْيَبْشَرُوا إِنْ أَرَادَ الْإِنْعَامُ وَأَمْرُهُمْ فَلْيَعْبُدُوا خَلْقَ اللَّهِ وَ مَنْ يَتَّبِعِ الشَّيْطَانَ وَ لْيَبْأَسْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا (النساء: ۱۱۹)

میں ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ جانوروں کے کان ضرور چیریں گے اور ضرور انہیں حکم دوں گا کہ وہ یقیناً بدل ڈالیں گے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالے تو اس نے کھلا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

مذکورہ آیت کریمہ سے نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں قطع و برید شیطانی امر ہے اور شیطان کی تابعداری ہے نیز اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو ایک خاص شکل، صورت اور مخصوص اعضاء عطا فرمائے ہیں اس میں رد و بدل کاٹ چھانٹ کرنا، اس کا حلیہ بگاڑنا، دم اور کان کاٹنا اس جانور کو معذور کرنا اور اس خاص عضو کی منفعت ختم کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق پر معترض ہونا ہے اس لیے جانوروں میں شناخت اور شوق کی وجہ سے تراش خراش ممنوع اور حرام ہے۔

مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ کافی لوگ کتوں کے کان اور دم کاٹ کر آگ میں بھون کر کتوں کو کھلاتے ہیں اور ایسا کرنے کا فائدہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایسا کتا بہت ہوشیار اور چالاک ہوتا ہے اور اپنے مالک کی صحیح طرح نگرانی کرتا ہے۔ کاتبک کے مہینہ میں موگی اور گوارہ کی کٹائی اور (گہائی) کے موقع پر سرحد سے کثرت کے ساتھ جو پھان دے گا یوں لے کر بچاؤ میں چرانے کے

لیے آتے ہیں ان کے ساتھ گمرانی کے لیے جو کتے ہوتے ہیں اکثر و بیشتر دم و گوش بریدہ ہوتے ہیں شاید انکے نزدیک بھی یہی فلسفہ ہو۔

علاوہ ازیں بکریوں اور بھینسوں کے ریڑھوں کے مالک بھی بطور پہچان و شناخت کان وغیرہ کا کچھ حصہ کاٹ لیتے ہیں۔ فتح پور کے گرد و نواح میں جن لوگوں کے ہاں ”برہانی“ بکریاں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں وہ بھی بکریوں کیساتھ کان کاٹنے والا سلوک کرتے ہیں۔ راقم نے ایک چرواہے سے وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگا خوبصورتی کے لیے کاٹتے ہیں۔ اسی طرح گائے وغیرہ کے سینگوں کی صورت حال ہے۔ جب گائے پھڑکی جنم دے تو کافی حضرات فوری طور پر سینگ کے مقام پر زہریلی اور سینگ ختم کرنے والی دوائی ڈالتے ہیں اور کچھ لوگ جانوروں کے ڈاکٹر کو بلوا کر معصوم بچھڑیوں کے سینگ کے مقام کو تیز بلینڈ سے کٹوا دیتے ہیں یا آہنی اوزار گرم کر کے اس جگہ کو جلا دیتے ہیں۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بے سینگ گائے سینگ دار گائے سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اور نسبتاً بے سینگ گائے میٹکے دام فروخت ہوتی ہے۔

حالانکہ جانور کے کسی عضو کو کاٹنا اور چیرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو جتنے اعضاء عطا فرمائے ہیں ہر عضو عطا کرنے میں اس حکیم ذات کی صد حاکمتیں ہیں۔ فور کریں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو جو دم عطا کی ہے اس میں جانور کے کتنے فوائد ہیں۔ جانور اپنی پیٹھ سے کانٹے والی زہریلی اور خون چوسنے والی خرطومی بکھیوں اور پھم کو اڑاتا ہے، اگر جانور کے پچھلے حصہ پر گز وغیرہ سے زخم ہو جائے، چر ا ختم ہو جائے اور گوشت نمودار ہو تو پرندے گوشت نوچنے کے لیے جب حملہ آور ہوتے ہیں تو اس وقت دم جانور کو دفاع کا کام دیتی ہے۔ گوبر و پیشاب کا مقام دیگر حصوں سے کافی نرم ہوتا ہے اس لیے کو اس جگہ کو زیادہ کانٹے کی کوشش کرتا ہے تو اس مقام کے لیے دم پردہ ہے۔ علیٰ حد القیاس سینگ کے بھی بہت فوائد ہیں۔ اگر جانور اپنے اگلے حصہ پر خارش محسوس کرے تو سینگ کے ذریعے اس جگہ کو کھرچتا ہے۔ نیز لڑنے والے جانور سے بھی اپنی جان کا تحفظ سینگ کے ذریعے کرتا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جس جانور کو جو اعضاء عطا فرمائے ہیں جانور کے لیے ان میں صد حاکمتیں ہیں۔ جس طرح انسان اپنے ہر ہر عضو کو اپنے لیے مفید اور کارآمد سمجھتا ہے کسی عضو کو خوبصورتی کیلئے نہیں کاٹتا تو جانوروں کے اعضاء کا بھی یہی حال ہے۔

جانوروں کے اعضاء کاٹنے والوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعیدات ارشاد فرمائی

ہیں ملاحظہ ہوں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے (اعضاء کاٹنے) سے منع فرمایا اگرچہ سنگ گزندہ (کانٹے والا کتا) ہو، جو کسی جاندار کا مثلہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ برشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ ۲۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوپاؤں کو مثلہ کرنے سے (انکے اعضاء کاٹنے سے) منع فرمایا۔ ۲۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر کا فردوں پر بھیجتے تو فرماتے انسانوں اور حیوانوں کا مثلہ نہ کرو یعنی انسان اور جانور کے اعضاء کاٹنے سے منع فرماتے۔ ۲۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہاں مثلہ کرے گا (کسی جاندار کے اعضاء کاٹنے کا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے مثلہ کرے گا (اس کے اعضاء کاٹنے کا)۔ ۲۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا جب جہاد کرو اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام مبارک لے کر کرو، دھوکہ نہ کرو، خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور نہ بچے قتل کرو۔ ۲۶

جانوروں کے اعضاء میں قطع و برید ایک حوالے سے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ اشیاء پر محض ہونا ہے اور یہ بھی جائز نہیں دیکھیں حضرت نوح علیہ السلام کو جو اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا۔

آپ کتنا عرصہ روتے رہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا اولاد نام عبد الغفار تھا پھر نوح اس وجہ سے آپ کا نام پڑ گیا کہ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام نے ایسا کتا دیکھا جسکی چار آنکھیں تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ کتا بد صورت ہے تو کہنے نے بزبان فصیح آپ سے کہا۔ اے عبد الغفار یہ عیب نقش میں ہے یا نقاش (نقش و صورت بنانے والے) پر ہے؟ اگر عیب نقش (یعنی مجھ میں) ہے تو یہ میری طاقت سے باہر ہے کیونکہ اگر میرے ہنس میں ہوتا تو میں کتا نہ ہوتا اگر عیب و طعنہ نقاش پر ہے تو یہ بھی نامناسب ہے کیونکہ وہ تو ایسی ذات ہے یفعل مایثلاً جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہذا اس پر اعتراض کرنا بھی لائق نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب کتے کا جواب سنا تو آپ نے رونا اور نوح کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بقیہ زندگی مسلسل رونے میں گزار دی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام نوح علیہ السلام مشہور ہو گیا۔ ۲۷

حوالہ جات باب ۵

1	مراۃ شریعہ مطبوعہ	216	مفتی احمد یار خان عظیمی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ امجدیہ لاہور
2	ماہیت ہائستہ	6	فتح مجدد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ جمال کرم لاہور
3	کائنات اور انسان	42	علی مہاسن جہا پوری	تحقیقات لاہور
4	"	43	"	"
5	"	40	"	"
6	"	"	"	"
7	"	42	"	"
8	"	41	"	"
9	"	43, 41	"	"
10	"	"	"	"
11	"	"	"	"
12	ماہیت ہائستہ	68	فتح مجدد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	جمال کرم لاہور
13	مکتبہ	361	وہاب بن محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
14	تفسیر المصنوع	240	فتح محمد بن محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	دراخت بنان
15	"	"	"	"
16	"	"	"	"
17	شیخہ النبی ونبیہ	422/4	فتح محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ	شیخہ القرآن لاہور
18	مکتبہ	168	وہاب بن محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
19	"	168	"	"
20	مراۃ المصنوع	93	میر احمد علی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ انصار برائے اطفال لاہور
21	میرزا فرشتہ	551	محمد قاسم فرشتہ	المیزان لاہور
22	مکتبہ	357	وہاب بن محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
23	"	358	"	"
24	"	357	"	"
25	"	361	"	"
26	تفسیر روح المعانی	226/19	علامہ محمود آلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ لاہور
27	تفسیر روح المعانی	422/6	علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ القادسیہ لاہور
28	میرزا محمد بن	387/2	کمال الدین میرزا	انتشارات ناصر لاہور
29	تفسیر روح المعانی	226/19	علامہ محمود آلوی رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ لاہور
30	میرزا محمد بن	9/1	کمال الدین میرزا	انتشارات ناصر لاہور
31	"	568/1	کمال الدین میرزا	"

32	قدیمی دہلی	660/22	علامہ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
33	سنن ابن ماجہ	229	ابو عبد اللہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
34	قدیمی دہلی	661/22	علامہ رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
35	"	663/22	"	"
36	سنن ابن ماجہ	206	ابو عبد اللہ محمد رحمۃ اللہ علیہ	قدیمی کتب خانہ کراچی
37	چراغ مکرہ	55	فتح محمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ	مکتبہ رشیدیہ لاہور

باب ۶

مریض بچوں کے لیے مہمل
اور بے فائدہ ٹونے، ٹوٹکے

کچھ مریض بچوں کی مائیں ناخواندگی اور لا شعوری کے سبب اپنے پیارے بچوں کا صحیح اور حکیمانہ علاج معالجہ کرنے کی بجائے لالچی اور مستحکم خیزو نے نوٹوں پر اکتفا کرتی ہیں۔ درج ذیل نوٹوں کے ایسی ماؤں کے نزدیک مجرب نسخہ کی حیثیت رکھتے ہیں حالانکہ ایسی نامناسب حرکات نہ تو علاج ہیں اور نہ شفاء بخش۔ بلکہ معصوم بچوں کی توہین اور توہمات کے ضمن میں آتی ہیں۔

پھوڑے:

گرمیوں میں اگر بچوں کے بدن پر پھوڑے نکل آئیں جنہیں مقامی زبان میں ”پانزیں“ چاندے کہتے ہیں تو ایسے بچوں کے لیے طرح طرح کے نوٹوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور مریض بچے کی خبر گیری کے لیے ہر آنے والی سن رسیدہ اور بوڑھی عورت حکیمانہ انداز میں ایک دو نوٹوں کی فرمائش کئے بغیر واپس نہیں جاتی۔

اگر کسی شخص کو اپنے جرم کی سزا میں ہتھکڑی لگی ہو اور وہ کچھ عرصہ قیل خانہ میں رہا ہو تو ایسے آدمی کے ہاتھوں سے مریض بچوں کو غسل دینا باعث شفا گمان کیا جاتا ہے۔

علی الصبح اندھیرے میں، یا سورج کی نصف تکیہ جب غروب ہو جائے تو مریض بچے کا باپ مادرزاد رنگا ہونے کے بعد سانس روک کر ازھائی ”مٹھیاں“ سبز سرکنڈے کی کاٹ کر زمین پر پھیلا کر رکھ دیتا ہے۔ بچے کی ماں ان سرکنڈوں پر بچے کو کپڑوں سمیت غسل کرواتی ہے۔ بعد میں بچے کا لباس اتار کر ہمیشہ کے لیے وہاں پھینک دیا جاتا ہے اور گمان یہ کیا جاتا ہے کہ جتنے وقت میں ”سبز سروٹ“ سوکھ جائیں گے اتنے وقت میں پھوڑے بھی خشک ہو جائیں گے۔ مذکورہ طریقہ کے علاوہ سرکنڈے استعمال کرنے کے اور بہت سارے طریقے بھی علاقے میں رائج ہیں۔

مثلاً ویران چاہات سے گنداپانی نکال کر ایسے بچوں کو نہلانے کی خبریں بھی سننے میں آتی ہیں۔ دریاؤں کے آس پاس رہنے والے لوگ بھنور والے مقام سے ایک دو گھڑے پانی نکال کر ایسے بچوں کو غسل کروانا صحت یاب ہونے کی کلید خیال کرتے ہیں۔

کھانسی:

کالی کھانسی کے مریض کو "کبی" پر سویاں رکھ کر متنبہ رکھانے سے صحت یاب ہونے کی توقع رکھی جاتی ہے۔

کالی کھانسی والے مریض بچوں کا علاج نیلی گھوڑی والے سے بھی دریافت کیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی کھانسی کے علاج سے بے خبر ہو۔ بعض اوقات پہلی مرتبہ ایسا واقعہ پیش آنے سے گھوڑی والے بیچارے پریشان ہو جاتے ہیں کہ نہ تو ہم حکیم ہیں اور نہ تجربہ کار، ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ پھر بچے والے گھوڑی والے کو رائے دیتے ہیں کہ پریشان نہ ہو کوئی علاج بتا دو اگرچہ گز اور درخت کے پتے ہی کیوں نہ ہوں ہمارا بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔ وہابی دور میں تو بار بار پوچھنے پر نیلی گھوڑی والے تنگ آ کر غصہ سے یا ملوث کبے دیتے ہیں کہ ایسے مریض کو پھانسی پر لٹکا دو۔ اس بے سرو پا علاج کے علاوہ کالی کھانسی کے مریض کو گدھی کا دودھ پلانا بھی باعث شفا گمان کیا جاتا ہے۔

باری کا بخار:

ریت اور نرم زمین میں الٹی کون (Cone) کی طرح چھوٹا سا گڑھا بننا کر، اس کی تہ میں چھپ کر، مٹی اور ریت کے رنگ کا مکھی کے برابر ایک کیڑا بننا ہے جسے مقامی زبان میں چور کہا جاتا ہے۔ وہ گڑھے میں گرنے والی چیونٹیوں کا شکار کرتا ہے۔ باری کے بخار والے مریض کے گلہ میں ایسا کیڑا باندھنا باعث شفا سمجھا جاتا ہے۔ اس حرکت کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ ایسے بخار والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کو چوری بخار ہو جاتا ہے۔ چور کو چور ٹکراؤ ممکن ہے پہلا چور (چوری ہونے والا بخار) بھاگ جائے۔ حالانکہ جس گھر کے دو مہمان چور ہوں اس گھر کا خطرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

ایسے مریض کا کلبازی وغیرہ سے سایہ بھی کاٹا جاتا ہے نیز بعض علاقوں میں خالی ماچس کی ڈبی میں دھاگہ ڈال کر گلہ میں لٹکاتا صحت یاب ہونے کا ضامن خیال کیا جاتا ہے۔

چچیش:

جن بچوں کے دست نہ رکھتے ہوں، ایسے بچوں کو پوری طرح سورج غروب ہونے سے قبل

دو عورتیں گھڑونچی کے خانوں سے سانس روک کر گزارتی ہیں اور یہ عمل سات مرتبہ کیا جاتا ہے۔

خسرہ:

ریل گاڑی کا ٹکٹ خسرہ کے مریض کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے۔

مقصد یہ ہوتا ہے کہ خسرہ گاڑی پر سوار ہو کر دور چلا جائے گا۔

آنکھوں کا ورم:

آنکھوں میں ورم آجائے تو مسلی قوم کی عورت کے دوپٹے کا پلو چوری چوری آنکھوں پر پھیر

لیا جاتا ہے یا پھر "جت" سے چھپ کر اونٹ کی رسی آنکھوں پر پھیر لی جاتی ہے۔

چٹک:

اونٹ کے کٹے، بھوسہ اور توڑی کی حفاظت کے لیے سرکنڈوں وغیرہ کا جھونپڑی غما بغیر

مہبت کے ایک مکان بنایا جاتا ہے۔ درد کمر اور چٹک والا ان میں سے متاثرہ حصہ کو جس کے ساتھ رگڑ

سے اسے درد ختم ہو جانے کا باعث خیال کیا جاتا ہے۔

پر چھائیں:

پر چھائیں کے مریض کو ترازو کے ایک پلڑے میں بٹھا کر دوسرے پلڑے میں جوتے

ڈال کر تولا جاتا ہے۔

بچے کے گلے میں ریچھ کے بال باندھے جاتے ہیں۔

روٹی بچے کے سر پر گھما کر کالے رنگ کے کتے کو کھلائی جاتی ہے۔

گلے پڑنا:

یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے کانوں کے نیچے سوزش ہو جاتی ہے۔ بعض مرتبہ سارا گلہ

پھول جاتا ہے۔ اس صورت حال میں مریض کے علاج کے لیے ایسے بچے کے پاؤں اور ایز حیاں

بیمار کے بدن کے متاثرہ حصہ پر مس کرواتے ہیں جسکی پیدائش میں بجائے سر کے پہلے پاؤں باہر آئے

ہوں۔ برادر طریقت راؤ محمد اکمل صاحب جو کہ شہر رنگ پور کے مقیم ہیں انہوں نے ہمیں بتایا کہ ان کا

ایک بیٹا ایسا ہے جس کی پیدائش یوں ہوئی تھی۔ گھڑے مریض بچے ہمارے گھرای نوکے کے لیے آتے

رہتے ہیں، دبا کے ایام میں تو ایسے بچوں کا دل لگ جاتا ہے۔ بیٹا گھر نہ ہونے کی صورت میں مائیں اپنے بچوں کو لنگر ہمارے گھر انتظار میں رہتی ہیں۔
”ڈانور کہیں“:

اگر بچے جنھنے کے بعد جلدی سے نہ چلے تو بچے کی ناگوں میں کچا دھاگہ باندھا جاتا ہے اور اس دھاگہ پر میٹھی روٹی رکھ کر درانتی سے روٹی اور دھاگہ کسی چست آدمی سے کنواتے ہیں اور اس مخصوص مگر بے فائدہ عمل کو ”ڈانور کہیں“ کہتے ہیں۔

کوئے کا جھوٹا پلانا:

بچوں کے تمام امراض کے لیے ہر علاقہ اور خاندان میں الگ الگ اور ایک دوسرے سے مختلف، بے پناہ لغو نونے ٹوٹے دید و شنید میں آتے ہیں۔ اگر کوئی بچہ کلام نہ کرے یا اس کی زبان میں لکنت ہو تو اسے کوئے کا جھوٹا پلانا مفید گمان کیا جاتا ہے۔

کان چھیدنا:

جس بچے کو ام الصبیان (مرگی) وغیرہ کے دورے پڑتے ہوں، اس کے کان چھیدنا اور بالیاں ڈالنا دفع دورہ خیال کیا جاتا ہے۔

حفاظتی تدابیر:

بعض عورتیں اپنے بچوں کی اس حد تک حفاظت کرتی ہیں۔ کہ چالیس دن کے دوران معصوم بچے کے کان میں ایسی عورت کی آواز نہیں آنے دیتیں جو ایام ماہواری میں مبتلا ہو یا حال ہی میں اس کا بچہ فوت ہو گیا ہو۔ ایسی عورت کی گود میں بچہ دینا بالکل ہلاکت کے قریب سمجھا جاتا ہے۔ جن عورتوں کو اخراج کا مرض ہو تو ایسی عورتوں کے سایہ سے بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہیں۔ اخراج والی عورت اگر نہا کے آئے اور کسی بچے پر اپنے بال ڈال دے تو اس حد تک یقین کیا جاتا ہے کہ یہ بچہ مر جائیگا یا ہمیشہ تکلیف میں رہیگا اور آئندہ مصیبت کا باعث بننے والی عورت کے بچے فوت نہیں ہونگے۔ ایسی عورتوں سے ضعیف الاعتقاد لوگ اپنے بچوں کو چھپاتے اور دور رکھتے ہیں۔

پر چھائیں والے بچے کا سایہ تندرست بچے پر نہیں پڑنے دیا جاتا۔

پرات میں ایک چھلنی اونٹنی رکھ کر اس پر پر چھائیں والے بچے کو بٹھا کر نہلا یا جاتا ہے۔ بچے کو نہلانے کے بعد وہ پانی کسی چوراہے (چوک) میں پھینک دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں اس پانی کے اوپر سے جو عورت گزر جائے گی اس کے پیٹ میں بچہ سوکھنا شروع ہو جائے گا۔ نیز کالے سانپ کو مار کر اس کے اوپر برتن رکھنے کے بعد بچے کو بٹھا کر بھی نہلا یا جاتا ہے۔

بچوں اور جانوروں کو بری نظر لگنے پر کئے جانے والے ٹوٹے:

بچوں یا جانوروں کو نظر بد لگ جائے تو دونوں کے لیے نظر بد دفع کرنے کے لیے بے فائدہ اور بے معنی جو ٹوٹے استعمال کیے جاتے ہیں بہت متنوع ہیں۔ جسے نظر بد لگ جائے اس کے اوپر مہلکوی دار کر چو لہے میں ڈال دی جاتی ہے۔ کہتے ہیں اگر نظر لگی ہو تو مہلکوی نظر بد لگانے والے کا بت بن جاتی ہے۔ اگر بت بن جائے تو پھر اسے جوتوں سے مارا جاتا ہے یہ سوچ سراسر وہم پر مبنی ہے۔ مہلکوی ویسے بھی آگ میں ڈالی جائے تو پھل کر پہلی صورت سے مختلف ہو جاتی ہے۔

مرچیں دار کر چو لہے میں ڈالی جاتی ہیں۔

جس شخص کی نظر کا گمان ہو اس کے پاؤں کی منی جلائی جاتی ہے اور بعض مرتبہ اس کے قدموں کے نشانات پر جوتے مارے جاتے ہیں۔

نظر کاٹنے کا عمل:

کچھ لوگ نظر زدہ سے نظر بد کے اثرات زائل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل بے معنی اور بے اثر عمل بھی کرتے ہیں۔

”گٹ“ کے پیالہ پر کچھ پڑھ کر یوں دھاگہ لپیٹا جاتا ہے جس طرح جمع کا نشان ہوتا ہے۔ پھر اس برتن میں دودھ ڈال کر اس کو انگاروں پر رکھا جاتا ہے۔ اگر دھاگہ جل جائے تو کہتے ہیں نظر بد نہیں لگی۔ اگر دھاگہ نہ چلے تو پھر یقین کیا جاتا ہے کہ نظر بد نے اثر کیا ہے۔ اس کا اثر دور کرنے کے لیے دھاگہ کاٹ کر نظر زدہ کے گلہ میں ڈال دیا جاتا ہے اور اسے نظر کاٹنا کہتے ہیں۔

حوالہ جات باب ۶

1	تاریخ	444	میرزا محمد	لوگ و خباب
2	.	445	.	.
3	.	.	.	.
4	و خباب میں پیدا ہونے کی تاریخ	177	تواریخ	لوگ و خباب

باب ۷

جہلاء عرب اور ہندوؤں کی لغو عادات رسومات اور رواج

جہلاء عرب کی رسومات، یہود اور لغو عادات:

جہلاء عرب نہایت درجہ توہم پرست، ٹوٹے اور شکون کے معتقد تھے، ستاروں کے پرستار، جواہر اور قمار بازی انکی عام تفریحات میں داخل تھیں، معمولی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی حتیٰ کہ انکی بیشتر لڑائیاں صرف اس بنا پر تھیں کہ ایک قبیلے کے آدمی نے دوسرے قبیلے کے آدمی سے قبل اپنے گھوڑے کو پانی کیوں پلایا؟ عورتوں کی انکے نزدیک کوئی عزت نہ تھی ایک عورت کے ساتھ کئی مرد ایک ہی وقت میں شادی کر لیتے اور اس سے جواہر پیدا ہوتی اس کا فیصلہ عورت کے سپرد ہوتا ہے۔

بت پرستی:

دنیا بے بت پرستی میں گود گیر قومیں آج تک بت پرست ہیں لیکن مشرکین مکہ نے بت پرستی کے جو واقعات چھوڑے ہیں وہ اپنی مثال دنیا میں نہیں رکھتے۔

پتھروں، درختوں اور مٹی کے ڈھیروں کے سامنے بھی اپنا عزت والا سر جھکا دیتے۔ ان کی جہالت اور پست ذہنی کا یہ عالم تھا کہ جب انہیں سفر کی حالت میں ریگستان کے اندر پوجنے کے لیے پتھر نہ ملتا تو چوبے کی اینٹ لے کر اس کی پوجا کرتے۔ اگر یہ بھی میسر نہ آتی تو اپنی غذا کے لیے رکھے ہوئے ستوؤں کی مورقی بنا کر پوجا کر لیتے تو پھر جب بھوک لگتی تو اپنے اسی معبود کو کھا جاتے تھے، راست سے چار پتھر اٹھا کر تین سے استنجا کر لیتے اور چوتھے کو معبود، خدا بنا لیتے۔

یمن کے رہنے والے اساف اور ناکلہ مردہ عورت نے کعبہ کے اندر زنا کیا تو ان کی شکمیں مسخ ہو گئیں، پتھر بن گئے۔ جہلاء عرب نے ان دونوں پتھروں کو کعبہ کے اندر سے نکال کر دروازہ کے دائیں بائیں رکھ دیا (تاکہ انہیں دیکھ کر عبرت ہو پھر کبھی ایسی حرکت نہ ہو) چند روز کے بعد یہ دونوں پتھر اہل مکہ کے خدا بن گئے، عرب کے ایک بت پرست آقا نے اساف اور ناکلہ بتوں کی طرف دودھ اور مکھن بطور چڑھاوا بھیجا۔ حسب حکم قلام نے مکھن اور دودھ بتوں کے پاؤں کھ دیا اس کے دیکھتے ہی ایک کتا آیا دودھ، مکھن کھانی لیا اور جاتے وقت ان جھوٹے معبودوں کے منہ پر موت کر چلا گیا۔

مادر زادے ننگے ہو کر کعبہ شریف کا طواف:

عربوں کی زندگی کے تمام تر پہلو تاریک تھے انکے ہاں جو عبادت اور پرہیز گاری تھی وہ بھی

بنائے فطیل علیہ السلام بیت اللہ شریف خانہ کعبہ کی ایک نوع تو ہیں تھی۔ خانہ کعبہ کے مجاور قریشیوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر یہ تقویٰ تراشا کہ جو شخص خانہ کعبہ کا طواف کرے اسے یہ روا نہیں کہ اپنے کپڑوں میں طواف کرے بلکہ وہ کسی مجاور سے کپڑے مانگ کر طواف کرے کیونکہ سوائے مجاورین کے دوسروں کے کپڑے ناپاک ہیں۔ جو شخص مجاور کے کپڑے نہ لے سکے وہ بالکل بنگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرے خواہ مرد ہو یا عورت۔ کچھ عرصہ بعد یہ ناپاک رسم مکہ میں عام ہو گئی مرد اور عورتیں سب ننگے ہو کر طواف کرتے ہاتھوں سے تالیاں بجاتے اور منہ سے سنیاں۔

جوتے کے عوض معصوم بیٹی فروخت کرنا:

جبلاء عرب کو اگر سفر میں جوتے کی ضرورت ہوتی اور ز اور او ختم ہو جاتا تو وہ شخص اعلان کرتا جو شخص مجھے جوتا دے گا میں اسے آج کے بعد اپنے نطفہ سے پیدا ہونے والی بیٹی جوتے کے عوض دوں گا۔ جو شخص اس اعلان کرنے والے کو جوتا دیتا تو وہ اس کی پیدا ہونے والی لڑکی کا مالک ہوتا۔ گو یہ کہ ایک معصوم لڑکی کی قیمت جوتا بھرتا۔

بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم:

کفار عرب کی سب سے زائد ظالمانہ اور وحشیانہ یہ حرکت تھی کہ اپنی معصوم بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ انکی اس ظالمانہ حرکت کی مثال تاریخ عالم کے کسی ورق پر نہیں ملتی پانچ چھ سال کی معصوم بیٹی کو باپ جنگل کی طرف اس بہانہ سے لیجاتا کہ اسے نھیال لے جا رہا ہے۔ جنگل میں پہلے اس مقصد کے لئے ایک گڑھا تیار ہوتا اس کے کنارے پر بچی کو کھڑا کر کے گرا دیتا تھا۔ چٹختی چلاتی ہوئے جگر گوشہ پر مٹی کا ڈھیر ڈال کر وہ ایس آ جاتا۔ بعض اوقات نکاح کے وقت یہ شرط طے کی جاتی کہ ہونے والی لڑکی کو مار دیا جائیگا۔ لڑکی پیدا ہونے پر غریب اور بے کس ماں کے ہاتھوں سے اس وحشیانہ فعل کا ارتکاب کرایا جاتا تھا اور اس کے لئے ایک باقاعدہ رسم مقرر تھی قبیلہ کی سب عورتیں جمع کی جاتیں، جشن منایا جاتا اور ان کے سامنے ماں سے بالجبر اس ظلم کا ارتکاب کرایا جاتا تھا تا کہ دوسری عورتیں بھی یہ رسم ادا کرنے سے گریز نہ کریں بلکہ انتظار میں رہیں۔

دھاگہ سے بیوی کی خیانت معلوم کرنا:

جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو ایک دھاگہ کسی درخت کی ٹہنی سے باندھ دیتا یا اس کے تنے

کے ارد گرد لپیٹ دیتا۔ جب سفر سے واپس آتا تو اس دھاگہ کو دیکھتا اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ کہتا اس کی بیوی نے اس کی عدم موجودگی میں کوئی خیانت نہیں کی، اگر اسے ٹوٹا یا کھلا ہوا پاتا تو خیال کرتا اس کی بیوی نے اس کی عدم موجودگی میں غلط کاری کا ارتکاب کیا ہے۔

حائضہ عورت سے نفرت:

عرب کے یہودی اور مجوسی حائضہ عورتوں سے نفرت کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا ایک مکان میں رہنا گوارا نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام جانتے تھے۔

ماتم:

مرگ پر ماتم کی رسم بھی جبلاء عرب میں رائج تھی جب کوئی مرد مر جاتا تو وہ اس پر نوحہ خوانی کرتے، روتے، اپنے چہروں پر طمانچہ مارتے، گریبان پھاڑتے اور سر منڈوا دیتے۔ یہ رسم ایک سال تک پیارہتی بسا اوقات مرنے والا اس کی وصیت بھی کرتا۔

قتل معاف کرنا آسمان کی طرف تیر پھینکنے سے معلوم کرتے:

عربوں کے ہاں قتل کی دیت ادا کرنے اور قتل معاف کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ کہ قاتل اپنے ہمراہ اپنی برادری کے معزز افراد لاکر مقتول کے ہاں دیت ادا کرنے کے لئے اور معافی کیلئے حاضر ہوتا۔ مقتول کے درجہ طاقتور ہوتے تو دیت مسترد کر دیتے، غریب ہوتے تو اپنا پردہ رکھنے کے لئے کہتے ہم اپنے مقتول کو سوانت کے بدلے فروخت نہیں کرتے۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا تو پھر ہم دیت قبول کر لیں گے انکے ہاں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ معلوم کرنے کا یہ طریقہ تھا۔ آسمان کی طرف تیر پھینکا جاتا اگر وہ خون سے آلودہ ہو کر واپس آتا تو کہتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیت لینے کی اجازت نہیں اگر واپس آنے والا تیر خون آلودہ ہوتا تو کہتے اللہ تعالیٰ نے دیت قبول کرنے کے بارے فیصلہ کر دیا ہے۔ یہ حیلہ محض عوام کو مارنے کیلئے کیا جاتا اور نہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ تیر پھینکا گیا ہو اور وہ خون سے رنگین ہو کر واپس آئے۔

اہل عرب کی توہم پرستی:

اہل عرب کے ہاں کاہن اور جادوگر بڑے ہی ذی احترام لوگ تھے ہر مشکل میں ان کے پاس جاتے انکی ہر بات بے چون و چرا تسلیم کر لیتے تھے ان کی بتائی ہوئی خبروں کو فرمودہ غیب تصور کرتے۔ انکی وہم پرستی کا ایک جز جانور کے اڑنے سے نیک و بد شگون لینا بھی تھا۔ چنانچہ اہل عرب جس کام کے لئے روانہ ہوتے تو کسی جینے ہوئے پرندے کو اڑاتے۔ اگر وہ داہنی طرف اڑتا تو سمجھتے کہ ہمیں کامیابی ہوگی اگر بائیں طرف اڑتا تو کہتے کام میں دیر لگے گی۔ دوران شکار اگر شکاری جانور دائیں طرف سے نظر آتا تو نیک فال لیتے، بائیں طرف نظر آتا تو بد فالی لیتے۔ مرض اور مرگ سے بچنے کی خاطر عجیب عجیب نوئے نوئے استعمال کرتے۔

جس عورت کے بچے مر جاتے تو وہ عورت آئندہ ہونے والے بچے کو موت سے بچانے کے لیے یہ نوئے کرتی۔ اگر کسی شریف آدمی کو قتل کیا جاتا تو وہ عورت مقتول کی نعش کو روندتی۔

وباہ اور جنات سے بچنے کی خاطر ایک مسئلہ خیر نوئے کا کرتے۔ جب کوئی شخص کسی ایسے گاؤں میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا جس میں کوئی وبا پھوٹی ہوئی ہوتی تو اس سے بچنے کے لیے اور وہاں کے جن کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے وہ اس گاؤں کے دروازہ پر کھڑا ہو جاتا، قدم رکھنے سے پہلے گدھے کی طرح ہینکٹا پھر خرگوش کا ٹخنہ اپنے گلہ میں باندھتا اور یقین کر لیتا کہ اب نہ وبا مجھے پہنچے گی اور نہ جنات اذیت دے سکیں گے۔

جانور بیمار پڑ جاتے تو انکو دھتے۔ ایک اونٹ کو خارش کی بیماری لاحق ہو جاتی تو اسکے ساتھ جو صحت مند اونٹ ہوتا اس کو آگ سے داغ لگاتے۔ اور گمان یہ کرتے کہ خارش زدہ اونٹ تندرست ہو جائے گا۔

عربوں کی خشک سالی پر وحشیانہ رسم:

جب قحط باراں ہوتی اور خشک سالی کا دور ہوتا تو جہلا، عرب درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کر ایک گائے کی دم کے ساتھ باندھ دیتے، شاخوں کو آگ لگا دیتے اور گائے کو دھواں گزار پہاڑیوں میں چھوڑ دیتے۔

کسی گائے، بتل یا اونٹ کی دم میں توڑی کی گھڑی باندھ کر اس میں آگ لگا دیتے جانور آگ کے خوف سے جس قدر بھاگتا تو ہوا کی وجہ سے آگ مزید بھڑکتی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان جانوروں پر رحم فرما کر بارش عطا فرمادیتا۔

درخت پرستی:

عربوں میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی مکتہ المکرمہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں جاتے، اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے آس پاس حیوانات ذبح کرتے۔ جبلا عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا دیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر چادروں کے داخل ہوتے۔ اہل بخران بھی شجر پرستی میں مبتلا تھے ایک بہت بڑے درخت کی پرستش میں اسقدر گرم گشت تھے کہ سال میں ایک عید اس درخت کے پاس کرتے، قیمتی کپڑے اور زیورات اس درخت پر ڈالتے۔

ان کے ہاں عورتیں اور زیر دست لوگ وراثت سے محروم رہتے:

عرب میں عورتیں اور چھوٹے بچے اپنے مرنے والے باپ اور خاوند وغیرہ کی وراثت سے یکسر محروم کر دیے جاتے تھے، بھارت میں بھی عورت وراثت شامیں کی جاتی اور یورپ میں تو گنگائی اپنی بہن ہی ہے صرف بڑا لڑکا وراثت جتا ہے دوسرے لڑکے محروم۔ ۵ ۳ ۵ ہندو مذہب!:

اہل مغرب کی اصطلاح کے مطابق ہندو کوئی مذہب نہیں ہندو مذہب کی تعریف کی جاسکتی ہے لیکن ہندو مت کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔ ہندو مت کے کوئی مقرر مقام و اصول نہیں۔

ہندو ہر قسم کی گھناؤنی رسوم و رواج کو اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ اپنے بتوں کے ساتھ وہ انسان کی طرح سلوک روار کھتے ہیں۔ بت اگر گھر میں ہوں تو معزز مہمان، مندر میں ہوں تو بادشاہ۔

بت کو ایک خاص رسم سے تخت پر بٹھاتے ہیں۔ تخت کو پہلے دھویا جاتا ہے پھر پھولوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ غود، لہان جلایا جاتا ہے نیز کھانا بھی بت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں کہ اس کھانے کا روحانی حصہ بت نے کھا لیا ہے باقی بیماری استعمال کرتے ہیں۔ پتھر اور

دھات کی بے حس مورتی کو پٹکھا جھلا جاتا ہے، موسیقی سے انکی تواضع کی جاتی ہے۔ بت اگر کسی بڑے مندر میں ہو تو رقص کرنے والی لڑکیوں کی ایک جماعت اس کے سامنے رقص پیش کرتی ہے کچھ پیشہ ور عورتیں بت کے سامنے ناچنے کیلئے اپنی زندگی وقف بھی کر دیتی تھیں۔

امروز اس امر کے شواہد ان کے مندروں سے ملتے ہیں کہ مندروں کے اندر وہاں بابر عورتوں کے برہنہ مجسمے اور تصویریں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ ہندوؤں کا مرنے والے کی روح کے بارے میں عقیدہ ہے کہ موت کے بعد اگرچہ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح دوسرے اجسام (حیوان، کتا، گدھا وغیرہ) کے لباس پہن کر غیر متناہی مدت تک چکر لگاتی ہے۔ ہندوؤں کے تمام تر عقائد رسوم و رواج کو ذکر کرنے کے لیے حیامانغ ہے مگر چند رسومات افادہ عام کے لیے رقم کی جاتی ہیں۔

حمل کی ہندو رسوم:

شادی کے بعد حمل سے قبل بکارت زائل ہو جانے کے بعد عورت کے لئے دودھ، تیل یا گوشت کا استعمال ممنوع ہوتا ہے۔ حمل کے بعد آنے کی پانچ روٹیاں، اخروٹ اور انار اس کی گود میں رکھ کر ایک بچے کو بٹھایا جاتا ہے تاکہ یہ عورت اولاد کو جنم دے۔

اگر کسی عورت کے تمام بچے مرجائیں تو وہ حمل کے تیسرے مہینے میں کسی ڈوبی ہوئی کشتی سے لوہے کا ایک ٹکڑا لیتی ہے اور اس سے ایک ”کڑی“ بنواتی ہے۔ اس کڑی کو اپنی دائیں ٹانگ میں پہنتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اگلی مرتبہ اس کا بچہ قبل از وقت نہیں مرے گا۔ حاملہ عورت کسی ایسی عورت کے پاس نہیں جاسکتی جس نے حال ہی میں بچہ جنم دیا ہو۔ ان تمام صورتوں میں حمل ساقط ہونے کا خوف اصل محرک ہے۔

اگر کوئی سانپ نظر آئے اور بھاگنے کی کوشش کرے تو یقین کیا جاتا ہے کہ حاملہ عورت کا سایہ پڑنے سے وہ ست رفتار سے ریٹکے گا۔

اگر کبھی حمل ساقط ہو یا مرنے کا خطرہ ہو تو اس کا تدارک کرنے کے لیے عورت کو ایسی لکڑی کا ٹکڑا دیتے ہیں جس پر کسی آدمی کو پھانسی دی گئی ہو یا شیر کا گوشت یا پنجڑے دیتے ہیں۔

حمل کے دوران خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ پیٹ میں بچے پر گرہن کے منہوں اثرات نہ پڑیں۔ حاملہ عورت اور شوہر گرہن کے دوران آنکھوں میں سرمہ ڈالنے یا پیشانی پر تلک لگانے، تالہ

کھولنے، بند کرنے اور کھانسی سے لکڑی کاٹنے سے پرہیز کرتے ہیں تاکہ گرہن کے اثرات ایسے عمل سے بچے پر واقع نہ ہوں ایسے کام سے نہ بچنے کی وجہ سے بچے کی انگلیاں مڑنے اور نا کارہ ہونے کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔ چاند یا سورج گرہن کے دوران حاملہ عورت سیدھی لیٹے در نہ بچے کیڑا پیدا ہوگا۔

برص سب سے پہلے شوہر کا چہرہ دیکھنا ضروری ہے تاکہ بچے کی شکل اسی جیسی ہو اگر شوہر پاس موجود نہ ہو تو دوسرے بچوں کا چہرہ یا آئینہ میں اپنا چہرہ یا اپنی بہن کا چہرہ دیکھنا چاہیے لیکن اپنے بھائی کا نہیں۔

ان کے ہاں پیدائش کی خوش بختی اور بد بختی کا مدار:

پیدائش کی خوش بختی یا بد بختی کا دار و مدار خاندان میں کسی واقعے کے ساتھ نسبت اور بچے کے جنم لینے کا انداز ہوتا ہے۔ پیدائش کا موسم اور وقت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے۔

نوماد سے قبل جنم لینے والا بچہ:

حمل کے آٹھویں مہینے میں جنم لینے والے بچے کے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ ایسا بچہ فقط سات دن زندہ رہتا ہے اور آٹھویں روز یا آٹھویں مہینے، آٹھویں سال یا اٹھارویں سال مرجاتا ہے۔ لہذا بچے کی عمر بتاتے وقت آٹھ کا ہند استعمال کرنے کی بجائے ”ان گت“ لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ کانگڑا میں آٹھویں ماہ جنم لینے والے بچے کو ”اٹھواہا“ کہتے ہیں اور اسے ماں باپ دونوں کے لیے بد شگون سمجھا جاتا ہے کہ وہ باپ کی قبل از وقت موت کا سبب بنے گا۔ چنانچہ اس ہونی کو ٹالنے کے لیے ماں کے سر کے گرد چھنے کے تین پھیرے لگوائے جاتے ہیں اور پھر وہ چرخہ دیا کو دیا جاتا ہے۔

کانگڑا میں پیدائش کے وقت یا فوراً بعد مرجانے والا بچہ منہوں خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی ناک میں سوراخ کر کے ایک سونے کی تھیلی ڈال دی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے برے اثرات نہ ڈال سکے۔

قمری مہینے کے نصف میں جو پانچ دن آتے ہیں ان ایام میں جنم لینے والے بچے کو والدین کے لیے بد بختی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ اس ہونی کو ٹالنے کے لیے متنوع ٹوٹکے استعمال کئے جاتے ہیں۔ مٹی کے برتن میں 28 سوراخ کر کے اسے پانی اور مختلف ادویات سے بھر دیا جاتا ہے پھر اس برتن کو زمین سے کچھ اوپر کر کے لٹکا دیتے ہیں اور سوراخوں سے ٹپکنے والے پانی کو والدین کے سروں پر پڑنے دیا جاتا ہے۔ دیگر منہوں بچوں کی طرح گرہن کے دوران پیدا ہونے والے بچے کو بھی ہر ماہ

”سکرانت“ کے دن سات قسم کے اناج میں تول کر خیرات کیا جاتا ہے۔

بھادوں میں جنم لینے والا بچہ نیک شگون جب کہ کاتک میں پیدا ہونے والا بچہ بد شگون خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے بچے کی ماں کو گھر سے نکال دیتے ہیں پھر اسے ایک برہمن کو دے کر قیامت واپس لے لیا جاتا ہے۔

کاتک میں پیدا ہونے والے بچے کو اور اس کے والدین کو کاتک ختم ہونے کے بعد سات کنوؤں یا دریاؤں سے نکالے ہوئے پانی، بلدی، صندل، اورک اور دیگر ادویات ملے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔

مذکورہ شہر میں پیدا ہونے والے بچے کے گھر کچھ لوگ جا کر بندوق سے فائر کرتے ہیں۔ والدین انہیں کھانا کھلاتے ہیں اور تمام کو پگڑی اور روپیہ دیتے ہیں۔ گاؤں کے دیوتا اور مراہی کو بھی ایک ایک روپیہ یا جاتا ہے اور اس رقم کو ”دہائی“ کہتے ہیں۔

”تری کھل“:

ایک جنس کے تین بچوں کی پیدائش کے بعد دوسری جنس کے بچے کی پیدائش کو ”تری کھل“، ”ترکل“، ”تری کھائی“ کہتے ہیں۔ ایسے بچے کی پیدائش کے گرد بہت زبردست تصورات جمع ہیں۔ بند واسل کو غیر مبارک سمجھتے ہیں۔ اسقاط حمل کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اگر حمل ساقط نہ ہو تو پھر ایسے بچے کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں مگر ایسی حرکات کے لیے قانون مانع ہونے کی وجہ سے بچے کو قتل نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے بچے کو بد شگون خیال کرتے ہیں والدین کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے، لیکن بنیادی طور پر کاتک باپ اور لڑکی ماں کے لیے نقصان دہ تصور کی جاتی ہے نیز تین بیٹیوں کے بعد پیدا ہونے والا لڑکا خود اپنے لیے منحوس ہوتا ہے۔

اور درج ذیل نقصانات کا خطرہ لاحق ہوتا ہے:

۱۔ ماں یا باپ کی موت۔

۲۔ والدین کی دولت ضائع ہونے کا خطرہ۔

۳۔ گھر میں آگ لگنے۔

۴۔ کس اور آفت مثلاً بجلی گرنے یا سانپ کاٹنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ مذکورہ خطرات

کے تدارک کے لیے درج ذیل اقدامات کیے جاتے ہیں۔

۱۔ جس کمرے میں ”تری کھل“ بچہ پیدا ہو اس کمرے کے روشن دان سے باپ تھوڑا سا گھی گراتا ہے۔

۲۔ ایک پتیل کے تھال کو درمیان سے توڑ کر بچے کو اس سے گزرا جاتا ہے۔

۳۔ گھوڑے کے نعل پر خوشبو لگا کر ماں کے سر پر لٹکا دیتے ہیں۔

۴۔ اگر پیدائش کے بعد قیسراون اتوار کا ہو تو ”تری کھل“ نامی ایک تقریب منعقد

ہوتی ہے۔

سات درختوں سے سبز پتے جمع کر کے 101 سوراخوں والے گھڑے میں رکھتے ہیں۔ سات کنوؤں سے لایا ہوا پانی دوسرے گھڑے میں ڈالا جاتا ہے۔ ماں بچے کو گود میں لے کر مکان کے ”پرنا“ کے نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ رشتہ دار عورتیں ”چٹلی“ پر چٹوں سے بھرا ہوا گھڑا رکھ کر اس عورت کے سر پر اٹھائے ہوئے کھڑی رہتی ہیں جبکہ اس بچے کا باپ سات کنوؤں سے لائے ہوئے پانی سے بھرا ہوا گھڑا چست کے پرنا لے سے نیچے اٹھاتا ہے تاکہ دو پانی گھڑے میں گرے اور چھانی کے ذریعے قطرہ قطرہ ماں کے سر پر نیچے۔

”تری کھل“ بچے کی پیدائش پر انجام دی جانے والی رسومات بہت متنوع ہیں ایک مستحکم خیر رسم یہ بھی ہے کہ والدین ایک ہل پر بیٹھتے ہیں اور 108 یا 101 سوراخوں والے گھڑے میں گڑا اور 27 کنوؤں، 108 ادویات اور دو دھڑائے ہوئے پانی سے نہاتے ہیں۔ نیز اس کے ایک کان میں دو چھید اور دوسرے میں ایک چھید کرتے ہیں۔

آٹھواں بچہ:

آٹھواں بچہ اگر بیٹا ہو تو نہایت مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ وہ باپ کی موت کی یقینی وجہ بنتا ہے۔ لیکن کراتال میں ماں کے لیے خطرناک قرار دیا جاتا ہے اس ہونی کو تالنے کے لیے ماں کے سر کے گرد چنے کے تین پھیرے لگوائے جاتے ہیں۔

جس بچے کے پہلے اوپر والے دانت نکلیں:

جو بچہ پہلے اوپر والے دانت نکالے اسے ماموں کے لیے بدشگون سمجھا جاتا ہے۔ بد اثرات زائل کرنے کے لیے بچے کی ماں اپنے گاؤں کی حدود سے باہر میکے کی سست میں جاتی ہے۔ مخالف سست سے بچے کا ماموں اپنے ساتھ پھل کا تھال، سوا میر چاول، سات کوڑیاں، ایک گز کپڑا اور چار کیل لاتا ہے۔ چار کیل مربع صورت میں زمین پر ٹھونکتا ہے، بچے کے سر کو تھال سے چھوتا اور باقی چیزوں کو اور تھال کو کیلوں کے درمیان رکھ کر واپس گھر چلا جاتا ہے۔ ماموں اور ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بات نہ کریں اور نہ ہی ایک دوسرے کا چہرہ دیکھیں۔ بہن بچے کو کاندھے سے لگا کر گھونگھٹ نکال کر اور بھائی کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھتی ہے۔ ماموں کی واپسی کے بعد رسم ختم ہو جاتی ہے۔ بعد از پیدائش ہندوؤں کی رسومات بہت زیادہ ہیں۔ مجموعی طور پر بچے یا ماں کو کسی منحوس اثر سے بچانے کے لئے درج ذیل تدابیر کی جاتی ہیں۔

۱۔ ماں کے قریب ہتھیار رکھا جاتا ہے۔

۲۔ بستر کے نیچے تل کی ہتھی رکھی جاتی ہے۔

۳۔ بلی کو ہرگز کمرے نہیں آنے دیتے۔ ماں کے سامنے بلی کا نام لینا بھی منحوس سمجھا جاتا ہے۔ اگر بلی کمرے میں آجائے تو اس پر راکھ پھینکی جاتی ہے۔

۴۔ گھر میں جھاڑو سے صفائی نہیں کرتے ورنہ خوش قسمتی، جھاڑو کے ذریعے باہر چلی

جاتی ہے۔

۵۔ ماں اور بچہ تیرہ دن کمرے سے باہر نہیں نکلتے۔

۶۔ تائن دروازے کے باہر زمین پر تیل چھڑکتی ہے۔

۷۔ سوٹک کا عرصہ ختم ہونے کے بعد ماں کے پاؤں کے نیچے تانے کے چار سٹکے

رکھے جاتے ہیں اور گائے کی گوبر سے ایک مورتی بنائی جاتی ہے۔

پیدائش کے تیرہویں اور چالیسویں دن کے بعد رسومات:

ہندوؤں کے نزدیک پیدائش کے بعد تیرہواں دن ایک اہمیت کا حامل ہے۔ عموماً سوٹک

اسی دن ختم ہو جاتی ہے۔ اسی دن تطہیر کی خصوصی رسوم ادا ہوتی ہیں۔ ماں کو مہلاتے ہیں، گھر میں موجود مٹی کے تمام برتن توڑ ڈالتے ہیں۔ یا تبدیل کر دیے جاتے ہیں۔

چالیسویں دن ماں آخری مرتبہ غسل طہارت کرتی ہے۔ اس کے بعد اس کی ٹاپا کی ختم ہو جاتی ہے پھر وہ گھر میں معمول کے فرائض انجام دے سکتی ہے۔ بعد ازاں اجنبیوں کو بھی گھر سے کھانا لینے کی اجازت ہوتی ہے۔

”جھنڈ“:

بچے کا پہلی مرتبہ سر مونڈوانا ایک اہم رسم ہے اور یہ رسم مختلف طریقوں سے سر انجام دی جاتی ہے۔ ماں نے اگر بچے کی پیدائش سے قبل مندر میں ”جھنڈ“ اتارنے کی منت مان رکھی ہو تو وہ اپنی منت ادا کرنے کے لیے وہاں یہ رسم ادا کرتی ہے ورنہ گھر میں ہی مونڈن کیا جاتا ہے۔ ہوشیار پور میں اس موقع پر لڑکے کے کانوں میں چھید کرتے ہیں اور بچے کے ماتھے پر بکرے کا خون لگاتے ہیں۔

ان کے ہاں منگنی اور شادی کی رسومات:

ہندوؤں منگنی اور شادی کے وقت بہت سی باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ ہاتھ کی لکیروں کے علم کے لحاظ سے بھی بے شمار باتیں مد نظر رکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ جس لڑکے کے ہاتھ میں بہت زیادہ لکیریں ہوں وہ غریب اور کم عمر ہوگا۔ لڑکے اور لڑکی میں سے کسی کی پیدائش ”منگل“ یا مرنج کے جھرمٹ میں نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ ایسا ہونے کی صورت میں بیوی اور شوہر میں سے کوئی ایک قبل از وقت مر جائیگا۔

لڑکی کے تمام تر اندام کا موزوں ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی انگلیاں اور انگوٹھے الگ ہونے چاہئیں نیز اس کے پاؤں کی چھوٹی انگلیاں زمین پر نہیں لگنی چاہئیں ورنہ وہ بیوہ ہو جائیگی، پاؤں کی دوسری انگلی انگوٹھے سے لمبی نہیں ہونی چاہئیں۔ ورنہ اس کا کردار بے داغ نہیں رہے گا، لڑکی کی آنکھیں نسواری یا بلی جیسی نہ ہوں کیونکہ بلی جیسی آنکھیں بے وفائی کی علامت ہیں۔

ہندوؤں میں مذکورہ نکات پر غور کرنے کے بعد اور رشتہ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد تقریب کے لیے کوئی مبارک دن مقرر کیا جاتا ہے جو پوہ، کاتک یا چیت کے مہینے میں نہیں ہونا چاہیے، جب مرنج اور

مشتری ڈوب رہے ہوتے ہیں "شرادھ" کے دوران یا "انانترا" بھی مناسب نہیں جب زبرد اور مشتری ایک ہی راہ میں ہوتے ہیں۔ لڑکے والوں پر چاول پھینکے جاتے ہیں اور کبھی کبھی سرخ رنگ کا پانی بھی چھڑکا جاتا ہے۔
مگنی ناقابل تنسیخ:

ہندو مت کے نزدیک مگنی ایک ایسا بندھن ہے جو ناقابل تنسیخ ہے حتیٰ کہ بعض قبیلوں میں اس حد تک مگنی کا تحفظ کیا جاتا تھا کہ مگنی شد لڑکی کا مگنیتر مر جاتا تو وہ دوبارہ شادی نہیں کر سکتی تھی۔ اگر وہ شادی کر لیتی تو خاندان کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، مگنیتر کے والدین لڑکی کو اس کی موت کے ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ جب لڑکے یا لڑکی کو قریب المرگ سمجھ لیا جاتا تو مندرجہ ذیل رسم کے ذریعے جوڑے کا بندھن توڑا جاتا ہے۔

لڑکا مریض اور قریب المرگ لڑکی کے سر ہانے کھڑا ہو کر کہتا ہے "تم میری بہن ہو۔" یقیناً اس طرح مگنی نوٹ جاتی ہے، لیکن مریض کی صحت بحال ہو جانے پر بندھن دوبارہ قائم ہو جاتا ہے۔ اگر لڑکا اپنی مگنیتر کی موت کے بعد پہنچے تو اسے تب تک جلا یا نہیں جاتا جب تک وہ اس کا منہ نہ دیکھ لے۔ اگر لڑکا ارٹھی جلائے جانے کے بعد آئے تو کچھ روٹی لڑکی کی پیشانی کے خون سے بھگو کر اس لڑکے کے گھر میں پھینک دی جاتی ہے۔ روٹی پھینکنے وقت ہر ممکن احتیاط کرتے ہیں اور اس پر نظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ یقین کیا جاتا ہے کہ روٹی پھینکنے سے وہ گھرتباہ ہو جاتا ہے۔ چار دن بعد خون میں لتھڑی روٹی نہیں پھینکی جاسکتی اور گھر محفوظ ہوتا ہے۔

گھوڑی چڑھنا:

شام کے وقت دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر دلہن کے گھر جاتا ہے، ساری رات اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ عورتیں گیت گاتی ہیں اور آتش بازی اور تاپنے کے ذریعے خوشی منائی جاتی ہے اور گھر کے سامنے چراغاں کیا جاتا ہے۔ دولہا راستے میں اپنی گوار سے جند کے درخت کی ایک شاخ بھی کاٹتا ہے لڑکا گود میں لینا اور تل کھیلنا:

کسی چھوٹے بچے کو نو بیاہتی لڑکی کی گود میں بٹھایا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بھی بیٹیوں کی ماں بنے۔

لڑکے کے بزرگ رشتہ دار لڑکی کے ہاتھوں میں مٹھی بھر تل ڈالتے ہیں جو وہ فوراً ہی واپس کر دیتی ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دلہن بھی نیچے گرنے والے لمبوں جتنی تعداد میں بیٹیوں کو جنم دے۔ تب عورتیں گاتی ہیں۔

جتنے دھرتی تل گریں

اتنے بوجھ پت جنمیں

ہندو مت میں موت کی رسوم:

ہندو مت میں موت کی رسوم بہت متنوع ہیں۔ مرنے والے کے جسم کو غسل دینے اور نئے کپڑے پہنانے کے بعد ایک ڈرتھی پر رکھ کر جلانے کے لیے لے جاتے ہیں۔ دھن گہرا مستطیل ٹڑھا آگے جلانے کے لیے تیار کیا جاتا ہے، اس کے اوپر ٹھیل یا صندل کا چتا تیار کیا جاتا ہے پھر اس میں آگ لگائی جاتی ہے جب شعلے بلند ہونے لگیں تو چار آدمی کچھ منتر پڑھتے ہوئے نعش کے اوپر دھنسی گھی ڈالتے ہیں جو کہ میت کے وزن کے برابر ہوتا ہے یا کم از کم بیس کلو دھنسی گھی ڈالنا لازمی ہے اور اس میں کافور، کیسرا اور دیگر خوشبوئیں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ جب تمام رسمیں ادا ہو جائیں اور میت خوب جل جائے تو اسے وہیں چھوڑ کر مرنے والے کے سب رشتہ دار عزیز تالاب یا دریا میں غسل کر کے واپس آ جاتے ہیں۔ تیسرے یا چوتھے دن مرنے والے کی راکھ سے ہڈیاں چن کر دریا میں پھینکی جاتی ہیں۔

مرنے والے کی عمر اور کیفیت کے اعتبار سے بھی موت کی رسومات مختلف ہیں۔

اگر مرنے والا شخص اعلیٰ ذات کا ہو تو اس کی پیشانی پر تلک لگاتے ہیں، گردن میں جینو ڈالتے ہیں اور سر پر پگڑی باندھتے ہیں۔ مرد کو سفید اور سہاگن عورت کو سرخ "چندری" میں بیوہ کو سرخ کپڑے میں لپیٹتے ہیں۔ لیکن میت کو زیور نہیں پہنائے جاتے البتہ سہاگن مرنے والی عورت کو تمام زیور سے پوری طرح آراستہ کرتے ہیں۔ کلائیوں میں چوڑیاں کا ایک نیا جوڑا، دانتوں کو میسی سے کالا کرنا، آنکھوں میں سرمہ، ہاتھوں پر حنا اور پیشانی پر بندی۔

امر تر میں پوتوں، پڑپوتوں والے کسی بوڑھے شخص کی موت پر کافی خوشی منائی جاتی ہے اور اس کے رشتہ دار سب سے بڑے بیٹے کے نہانے کے لیے پانی کے گھڑے بھیجتے ہیں۔ استعمال کے بعد ان گھڑوں کو توڑا جاتا ہے۔

ہندوؤں میں بچوں کی موت پر مختلف رسوم اپنائی جاتی ہے ہر علاقے اور قبیلہ کے ہندوؤں کے نزدیک اگر بچہ مقررہ وقت سے قبل مر جائے تو اسے بجائے جلانے کے جٹھ کے درخت کے نیچے دفن کر دیتے ہیں یا کسی اور سایہ دار درخت کے نیچے دفن کر دیتے ہیں اور اگلے روز قبر کے سر ہانے دودھ کا ایک پیالہ اور کچھ مٹھائی رکھ دیتے ہیں۔ بعض علاقہ کے ہندو دو سال سے کم عمر کے بچے کو گاؤں اور تمام راستوں سے دور ویران جگہ پر جھازیوں کے درمیان اور تر جھا پانی کے قریب گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ عام دستور کے مطابق رشتہ دار تہ فہن سے واپسی پر قبر کے اوپر موجود درخت سے کچھ پتے توڑ لاتے ہیں اور بچے کی ماں کی گود میں ڈالتے ہیں تاکہ اس کی زرخیزی قائم رہے۔

جب کوئی بچہ فوت ہو تو اس کی ماں کو چاہیے کہ اس کا کفن پکڑ کر اپنی طرف کھینچے ایسا کرنے سے وہ ایک اور بچہ کو جنم دے گی کبھی کبھی کفن کا ایک چھوٹا ٹکڑا پھاڑ کر ماں کے دپٹے یا سر کی چادر میں بیوند لگا دیتے ہیں۔ متوفی بچے کا کوئی زیور تروا کر ماں کے لیے پاؤں کا زیور بنایا جاتا ہے تاکہ وہ ایک اور بچہ جنم دے۔

اگر متوفی بچے کا چھوٹا بھائی موجود ہو تو متوفی بچے کی قد برابر ایک دھاگہ چھوٹے لڑکے کی ٹانگ میں باندھ دیتے ہیں جب چھوٹا بچہ متوفی بھائی کی عمر کو پہنچ جائے دھاگہ کھول دیا جاتا ہے۔

امر سر کے ہندوؤں میں یہ رسم تھی کہ مذکورہ صورت کے مطابق واقعہ پیش آنے پر بچے کو اس وقت تک دفن نہیں کرتے جب تک اس کا ایک زیور چھوٹے بھائی کو نہ پہنایا جائے۔

بچے کے موت پر شوہر اور بیوی کو ایک پھل کے دو حصہ کر کے ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جاتا ہے تاکہ انہیں جلدی ایک اور بچہ مل جائے۔

متوفی بچے کی ماں سے پرہیز:

مرنے والے بچے کی ماں سے ہندو بہت اجتناب اور پرہیز کرتے ہیں۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ متوفی بچے کی ماں کی چھاتیوں سے دودھ غائب ہو جائے تک اس کا سایہ کسی اور عورت پر نہ پڑے ورنہ اس عورت کا بچہ بھی موت کا شکار ہو جائیگا۔

ہوشیار پور کے ہندوؤں میں یہ بات ہے کہ جس عورت کا بچہ پیدائش کے بعد چالیس دن کے اندر اندر مر جائے اسے ”پرچھانو“ کہتے ہیں اور وہ چلہ کا نعتی ہوئی کسی عورت کو نہیں مل سکتی۔

وفات پانے والے بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں سے متعلق رسومات:

متوفی بچے کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کی بابت وسیع پیمانے پر ہندوؤں کی رسومات ملتی ہیں۔

وفات پانے والا بچہ اگر والدین کو بہت عزیز ہو تو اس کے بعد پیدا ہونے والے بچے سے زیادہ پیار نہیں کیا جاتا۔

دوسرے بچے کی پیدائش پر بیاز تقسیم کئے جاتے ہیں۔

دوسرے بچے کو کسی سے مانگے ہوئے کپڑے پہناتے ہیں۔

نبلی پشم کے دھاگے میں کوزیاں پرو کر اس کے دونوں پاؤں میں باندھ دیتے ہیں جب تک متوفی کی عمر کو پیدا ہونے والا بچہ نہ پہنچے دھاگہ وغیرہ اس کے پاؤں میں رہتا ہے بعد ازاں کھول لیتے ہیں۔

متوفی لڑکے کے بعد پیدا ہونے والے بچے کی پیدائش پر کچھ تقسیم نہیں کیا جاتا۔

نومولود کے ناک میں چھید کرتے ہیں اور حقیر نام رکھتے ہیں مثلاً لڑکا ہو تو اس کا نام کھوتا رام، منڈن، چوہڑا۔ لڑکی ہو تو اس کا نام رلی، بلو اور چوہڑی تجویز کرتے ہیں۔

ایسے بچے کی پیدائش پر کوئی تقریب نہیں کی جاتی۔

شاہ پور میں تین یا چار بچوں کی موت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کے پاؤں میں لوہے کے کڑے پہنائے جاتے ہیں۔

جس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو وہ کسی اور ذات کی پیدائشی رسوم اپناتا ہے۔

”رنڈوئے“ کی شادی پر رسومات:

اگر کوئی شخص پہلی بیوی سے محروم ہو جائے اور دوسری شادی کرنا چاہے تو وہ اپنے گلے میں پہلی بیوہ کی ایک چاندی کی شبیہ ”پاہا جڑی“ ڈال لیتا ہے۔

پہلی تین راتوں کے دوران دونوں شوہر اور بیوی اپنے درمیان نگلی کھوار رکھ کر سوتے ہیں۔

اگر دوسری بیوی مر جائے تو اس کی تیسری شادی آک کے پودے یا ایک بھیڑ سے کی جاتی ہے تاکہ تیسری بیوی کے ساتھ شادی چوتھی بن جائے اور تیسری بیوی پہلے دو وفات پانے والی بیویوں کی ”پاہا جڑیاں“ پہنتی ہے۔

سوگ اور ماتم:

مرگ کے بعد ہندوؤں میں سوگ اور ماتم کے طریق ہائے کار بہت متنوع ہیں۔

چتا جلانے کے بعد مرنے والے کے تمام رشتہ دار ہاتھ جوڑ کر اس کے پاؤں کی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں پھر قرہی رشتہ دار بلند آواز میں روتا ہے جسے "ڈھامارنا" کہا جاتا ہے۔

اگر متوفی کی بیوی زندہ ہو تو اپنا "سہاگ" اجڑ جانے کی علامت کے طور پر چوڑیاں توڑ لیتی ہے۔ چوڑیاں بالوں کی طرح اترتی پر رکھ دی جاتی ہے۔ کرنال میں بیوہ ہونے والی عورت اپنے بال کھول دیتی ہے۔ چوڑیاں توڑ کر انکے شکستہ ٹکڑے اور تختی لاش پر پھینکتی ہے۔ گھر کی دیگر عورتیں بھی زلیخا راتا ردیتی ہے۔

بیوہ عورت اپنے بال کھول دیتی ہے اور کچھ عرصہ تک ناپاک قرار پاتی ہے اور اسے بستر پر سونے یا گھر کے برتنوں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں ہوتی دن میں ایک بار سے زائد مرتبہ کھانا بھی نہیں کھا سکتی۔

اگر کسی جوان لڑکی کا شوہر مر جائے تو اسکی راکھا ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیوہ کے گھے میں ڈال دی جاتی ہے۔ امرتسر میں مگنی شدہ لڑکے یا لڑکی میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا مرگ والے گھر میں آکر اپنا سردیوار کے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کرتا ہے۔ متوفی کے گھر والے سر ٹکرانے کو بد شکون سمجھتے ہیں۔

ہندو معاشرہ میں سستی کی رسم کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو بیوہ اپنے خاوند کی چتا میں اپنے آپ کو ڈال دیتی ہے اور جل کر خاکستر ہو جاتی تو اس کے تعریفوں کے پل باندھے جاتے۔ جو عورت ایسا نہ کرتی تو وہ خوبصورت رتلیں لباس نہیں پہن سکتی تھی۔ زیورات کا استعمال ممنوع، شادی کے دروازے بند، سر منڈانا لازم فریضہ ہر قسم کی زیب و زینت سے کلیہ محروم رہتی۔

اگر باپ یا ماں فوت ہو جائے تو تمام بیٹے، پوتے اور پڑپوتے مونچھیں، ڈاڑھی اور سرمونڈ لیتے ہیں۔

مرنے والے کا بیٹا یا اور کوئی رشتہ دار موجود ہو تو اسے 11 دن تک ننگے پاؤں رہنا اور ننگی زمین پر سونا لازمی ہوتا ہے۔ اور چمڑے کے جوتے بھی استعمال نہیں کر سکتا۔

ہندو مت میں عورتیں بھی ماتم کرتی ہیں۔ گھر میں ایک ایسی عورت مریے پڑھتی ہے جسکی

فیس مقرر ہوتی ہے اور باقی عورتیں اس کا ساتھ دیتے ہوئے رانیں، ننگی چھاتیاں اور سر جھٹکتی ہیں۔

رات کے وقت متوفی کے متعدد ہم ذات افراد اس کے گھر میں بطور احترام زمین پر سوتے ہیں۔ چار دن تک روزانہ صبح سویرے خاندان کے سب مرد بلند آواز میں روتے ہیں اور عورتیں جین کرتی ہیں۔ ہندو معاشرہ، موت کی متفرق رسوم:

نعرش کو گھر کے مرکزی دروازے سے پھانک سے باہر لے کر جانا بدبختی کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ نعرش کو دیوار کے بنائے ہوئے سوراخ کے راستے سے باہر نکالا جاتا ہے۔

مالیر کوئلہ میں مردے کو شہر میں لانے کے لیے شہر کی دیوار توڑنے کی اجازت لیتا پڑتی تھی اور نعرش کو اسی راستہ سے اندر اور باہر لایا جاتا تھا۔

شام کے وقت اس جگہ ایک منی کا دیا جلادیتے ہیں جہاں متوفی نے آخری سانس لی ہوں۔ دیے کی جلی اتنی لمبی رکھی جانی ہے کہ اس دن تک جلیتی رہنے کے لیے کافی ہو۔ متوفی کے گھر سے باہر کسی جگہ زمین پر ایک دیا جلایا کر بھی رکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں طلوع آفتاب سے قبل خس یا خاشک کی گھنڑی پر ایک جلتا ہوا دیا رکھ کر اسے دریا یا جوہڑ میں بہا دیتے ہیں۔

سرمور میں اگر نعرش کو بدھ کے دن جلانا پڑے تو جسم اٹھانے سے قبل جائے مرگ پر سر کے قریب ایک لوہے کا کیل ٹھونک دیا جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اور موت واقع ہونے کا خطرہ محسوس کیا جاتا ہے۔

شملہ پہاڑیوں میں یقین کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی نعرش اتوار اور منگل کے روز جلایا جائے تو جلد ہی اس جگہ اور نعرش جلانا پڑے گی۔

اگر مرگ سوانی مچھتر میں ہو تو نعرش جلانے کے بعد لکڑی کے پانچ کٹے اسی جگہ گاڑ دیتے ہیں۔ ان کے گرد بنا ہوا سوتی دھاگہ باندھ دیا جاتا ہے۔ سوگوار واپس جاتے وقت سڑک پر ایک گڑھا کھود کر اس میں بکرے کی سری اور سات قسم کے اناج سے بٹائی ہوئی ایک روٹی اور ایک پکا دفن کر دیتے ہیں جس میں بکرے کے خون میں بھگوئے ہوئے سات لوہے کے کیل لگے ہوتے ہیں۔

کسی شخص کی مرگ کے بعد ایک سال کے اندر اندر اگر کوئی فرد ایک مخصوص بیماری میں مبتلا ہو جائے تو خیال کیا جاتا ہے کہ مردے کی رسوم صحیح طور پر انجام نہیں دی گئیں۔ اس لیے ایک برہمن کو بلوا کر علم نجوم

کے ذریعے حساب کتاب لگواتے ہیں۔

ارتھی کے ساتھ جانیا لے لوگ جب واپس آتے ہیں تو متونی کے گھر پہنچنے پر وہ دروازے کے سامنے ایک دو قطاریں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں تاہی ان کے درمیان سے پانی چھڑکتا ہوا گزرتا ہے۔ نیز سوگوار ان اپنے اپنے گھر پہنچنے پر دروازے سے باہر کھڑے ہو جاتے ہیں اور گھر کا کوئی فرد باہر نکل کر ان پر پانی چھڑکتا ہے اس کے بعد وہ گھر میں قدم رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں بھی پانی چھڑکنے کی رسمیں ہیں بخوف طوالت انہیں ترک کیا جاتا ہے۔

ہندو معاشرہ کے مختلف پہلو:

مسلمانوں کے ہند میں آنے سے قبل ہندوؤں کا رہن سہن اور طرز معاشرت بہت ہی گھناؤنی اور گھنیا تھا۔ ہندو اپنے جسم کے بال نہیں مونڈا کرتے تھے، سخت گرمیوں میں ننگے رہتے اور سورج کے تپش سے اپنے غیر تراشیدہ بالوں سے سر کو ڈھانپ لیتے تھے، زیر ناف بال صاف نہیں کرتے تھے، ناخن نہیں کاٹتے تھے، ایسے چبوترے میں بیٹھ کر کھانا کھاتے جس کی لپائی گائے کی گوبر سے کی جاتی، ملکر کھانا نہ کھاتے بلکہ ہر تنس علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتا۔

جو کھانا بچ جاتا اس کا استعمال ممنوع تھا، بلکہ اس کو باہر پھینک دیتے، کھانا کھانے کے بعد برتنوں کو باہر پھینکوا دیا کرتے تھے، نہار منہ شراب پیتے اور گائے کا پیشاب بھی چسکیاں لے کر پیتے، سرنگی کی تاروں پر مضراب لگا کر مختلف راگ پیدا کرتے، بعض فقط دو انگلی چوڑی لنگوٹی سے ستر عورت کا تکلف کرتے، ازار بند پیچھے کی طرف باندھتے انکے بن بھی پشت کی جانب ہوتے، غسل میں پہلے پاؤں دھوتے، پھر منہ، کھیتی باڑی کا کام عورتیں کرتیں اور مرد آرام سے گھر بیٹھے رہتے، مرد عورتوں کی طرح رنگین لباس پہنتے نیز بالیاں، ہاتھوں میں کڑے، انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتے، عورتوں کی بجائے مرد دایا کا کام کرتے، چھوٹے بیٹے کو بڑے پر فضیلت دیتے، گھروں میں داخل ہونے کے وقت اجازت نہ لیتے، زور سے ہوا خاج کرنے کو باعث برکت سمجھتے، جادو کا رواج انکے ہاں عام تھا، باپ جب اپنی لڑکی کو بیاہ دیتا تو اس وقت شرط لگاتا کہ اس کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے داماد کا بیٹا نہیں کہلائے گا بلکہ اس کا بیٹا کہلائے گا اس بات میں انکے نزدیک کوئی قباحت نہیں تھی کہ پہلے احکام کو منسوخ کر کے ان کی جگہ نئے احکام کا نفاذ عمل میں لایا جائے۔

حوالہ جات باب ۷

1	ہرین چندن مرپ	37,38,39	پروفیسر سید محمد	فریج ایک سال ۱۹۹۰ء
2	الف ابروئی خان	62/1	محمد علی القاسمی	مہینہ اکتوبر ۱۹۹۱ء
3	غیا مائی	327/1	پروفیسر محمد علی	غیا مائی ۱۹۹۰ء
4	میرتہ رسول مرپ	45,50	علاؤ الدین توحید	۱۹۹۰ء
5	غیا مائی	347/1	پروفیسر محمد علی	فریج ایک سال ۱۹۹۰ء
6	میرتہ رسول مرپ	49	علاؤ الدین توحید	غیا مائی ۱۹۹۰ء
7	غیا مائی	175/1	پروفیسر محمد علی	۱۹۹۰ء

ضمیمہ

(تائیدات علمائے کرام)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولنا الکریم و آلہ واصحابہ اجمعین۔

زیرِ نظر کتاب ”تھیں کی رسومات و نظریات اور اوراد میں شرعی حیثیت“ معتمدہ اشرفیہ علامہ مولانا عزیز احمد صاحب زیرِ مجاہدہ صاحب کی تصانیف سے جو کہ میں بھی بظہرِ کار دیکھنے والا ہوں اور یہ درجہ عالی ہے اور اسے رحمہ اللہ اور ہر بار عالیہ علی وورد رحمہ اللہ اور ہر بار عالیہ مرشد ابوالخیر علیہ السلام سے ایک مہربان صاحب نے تعلیم فرمادہ اور پھر جامعہ نعمانیہ علیہ سیدتی اساتذہ کرام مولانا صاحب رحمہ اللہ کے ہر درس میں تین سال تک مدرسہ میں رہا اس لیے مولانا نے جو جو تحریر فرمایا واقعی ہمارے علاقے کی پیروی و رسومات ہیں جن کی صدراعظمی قدس سرہ و انوار علیہ السلام نے ان رسومات کی صحیح کئی تھیں علاقہ کے مشائخ اور علماء مسلسل جہاد فرمائیں تعقیقات اور فتویٰ اور جلسوں کا انعقاد کر کے قوموں کو ان رسومات کی قیادت سے آگاہ کریں میں نے زیرِ نظر کتاب نے اس قدر مقامات دیکھے ہیں بعض مقامات پر سنی سیاسی سے علیحدگی دیا ہے جیسے تہذیب کی صورت کی صورتی حالت میں ہمارے ہاں نہایت مختلف ہے اگر افریقہ تحریر لکھے گئے ہیں۔

$$q = \frac{1}{2} \left(\frac{1}{\sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}} + \frac{1}{\sqrt{1 - \frac{v'^2}{c^2}}} \right)$$

محمد بن عبد الله
٢٠١٤

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

[illegible][illegible]

خبر ہے اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ اس عدم معاشرتی موضوع پر غما غما کی جاسکتا ہے کہ جو ان کی تمام خصوصیات کی بنی پر انہوں نے
 میں معاشرتی مسائل کو ان کی تاریخ کے عہد، مثال کریں۔ تو ان کے ساتھ معاشرے سے غیر شرعی روایات اور عقائد کے ساتھ جس کے معاملے سے شعوبہ کی
 اپنی میں بہت حد تک متاثر ہوئے۔ اسے تو ان کے عہد پر ان کے معاشرے کی اس کا پیش کو قبول کرنا ہے اور ان کی میں اسے قبولیت کے علاوہ ان کے مسائل
 ان کے مسائل کے ساتھ ہے۔

4

۴۴

کتب و شریف و پیر و کمال خان

—مجلسه ۱۳۳۳/۱۳۳۴

1998

کرم جو باد ہم پہ ایک ایسی دہشت ہے کہ کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ
اگر عقیدہ کا روپ دھار رہتے ہیں اور میری دعا ہے کہ رسومات
و توہنات کو ہر طرح دیا جاتی ہے۔ صرف تخریب ہی نہیں
بلکہ ان رسومات کے خلاف میں تو بعض دفعہ شہری احکام
کی آغوش میں بھی ہوں بلکہ شہری احکام کو ٹھکرایا جاتا ہے۔
والہی سہ چڑھتی رسومات پھر رسومات ہی نہیں انہیں
بلکہ موجب کفر ہو جاتی ہیں۔ دور حاضر کی بعض رسومات
مذہبی و رسومات کفر کا دھند ہیں زبان و لہجہ سے تو کہتے
ہے کہ ہیں۔ مگر غریب و گھریلو کی زندگی تو ساری
حضرت اللہ مولانا و زبیر امیر علیؑ کی ایسی رسومات و توہنات
کے متعلق بہت حد تک ضبط سے علم آگیا اور بہت ہی
اضطرار سے یہ رسومات چھوڑ دیں اور توہنات و تہذیب
کی نشان دہی فرمائی اور دعائیں و شہری احکام کی
بیاں فرمائی = اُس پر اللہ تعالیٰ - اس کا جسے خواہ
انسان کی جہالت کے بغیر اندرون سے نکل کر
روسی عداوت میں آسکے گا۔

اور کتاب کے صفوں سے غافل مصنفہ دینِ خلوص کی جھلک دے۔
الحمد للہ ان ایسی خلوص کے نقد سے یہ کتاب
نقد و مبالغہ کے بغیر تیار ہو گئی کہ اس کی ہر ایک
دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی اس سعی و کوشش کو قبول
فرمائے کہ اس کی اس خدمت کے ان خلوص و فرج و خیر و نفع کا
امید مصنفہ کو اس سے بڑھ کر اور بھی زور دے گا۔
امین جہاں بی بی محمدین سید الکرمین علیہ السلام
آخر ان کی زور دے گا
اللہ تعالیٰ
۱۰۳۰ھ

جامعہ رضویہ انوار بار و رحمتہ اللہ علیہ



(منکیرہ ضلع بنکر)

پروفیسر محمد امجد علی

پرنسپل آف سائنس ہائی اسکول

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
2011-3-8

توا نیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔ خیریدم العلماء مفتی محمد حیات قریشی لاشمی ہندی مالوی ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ انوار بار و رحمتہ اللہ علیہ سرسبز منیرہ ضلع بنکر

بگلا محمد دست حضرت علامہ مولانا وزیر محمد رضا ہندی محمد دست جامعہ رضویہ مدینہ منورہ ماہی والا
P/O جمال محمد پیری (لیہ)

آپ کی کتاب "مفت کی رسومات"، لطایف اور ادنیٰ کی شرعی حیثیت کا
تبدیل سے بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے بلکہ بعض جگہوں کو مکمل پڑھا ہے انتہائی مفید
اور حقیقی ہے اس لیے کہ آیات کریمہ، احادیث نبویہ اور معتبر و مستند
مفتی خیر حیات سے عزتین سے اس میں (مفتی رضا کی کوئی گنہگار نظر
نہیں آتا) اس کتاب کے مرتب کرنے میں آپ نے بڑی محنت کا ہے
اللہ کریم آپ کے علم و فہم میں برکتیں عطا فرمائے آمین

آخر میں ایک اہم بات کی طرف توجہ مبذول فرماتا ہوں کہ شادی بیاہ کی عقد
رسومات میں سے ایک زلف کشا کی رسم بھی ہے جس کے بغیر شادی کھار حرام
تصور کیا جاتا ہے جبکہ اس پر مال و دولت کی تعین و مقررہ ہے وہیں کی تہذیب
میں انتہائی اہم ہے جو کہ کتاب میں نہیں ہے۔
یہ سیرجہ ایک نامعلوم لکھنے والی آپ بہتر حقیقتیں
میں مل جائیں گی۔
محمد بدر کما، غوثیت
محمد حیات قریشی لاشمی ہندی مالوی